تاریخِ اسلام

بنو عباس

(حصہ دوم)

بارھویں جماعت

NOT FOR SALE
Free From Government

Not For Sale

تاریخ اسلام

☆

بنو عباس

☆

(حصہ دوئم)

☆

برائے

بارہویں جماعت

خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور

جملہ حقوق بحق خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ، پشاور محفوظ ہیں۔

تیار کردہ: خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ، پشاور

منظور کردہ: وفاقی وزارت تعلیم (شعبہ نصاب)، حکومت پاکستان اسلام آباد

مصنف: پروفیسر شمس الرحمان گوہر

نظر ثانی: منور گل پرنسپل گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول پیر پیائی نوشہرہ
محمد ریاض، ماہر مضمون گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول نمبر 1 پشاور صدر
عبدالقادر، اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج، پشاور
سیّد رفاقت علی شاہ، سابق ماہر مضمون، خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ، پشاور

ایڈیٹر: محمد حسین، ماہر مضمون، خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ، پشاور

طباعت زیر نگرانی و رہنمائی: ارشد خان آفریدی (چیئرمین)
رضوان اللہ اسد، ممبر (ای اینڈ پی)
خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ، پشاور

تعلیمی سال: 2022-23ء
ویب سائیٹ: www.kptbb.gov.pk
ای میل: membertbb@yahoo.com
فون نمبر: 091-9217159-60

فہرست

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
1	آغاز خلافت بنو عباس	6
2	ابو العباس عبداللہ سفاح	11
3	ابو جعفر منصور	13
4	ابو عبداللہ محمد مہدی	23
5	ہارون الرشید	27
6	محمد امین الرشید	40
7	مامون الرشید	42
8	ابو اسحاق محمد بن ہارون معتصم باللہ	53
9	ابو جعفر ہارون واثق باللہ	55
10	جعفر معتصم بن متوکل باللہ	56
11	محمد بن جعفر منتصر باللہ	60
12	ابو عبداللہ محمد بن جعفر معتز باللہ	61
13	ابو العباس احمد بن متوکل معتمد علی اللہ	62
14	ابو العباس احمد بن موفق معتضد باللہ	65

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
15	ابو محمد علی بن معتضد مکتفی باللہ	66
16	ابوالفضل جعفر بن معتضد مقتدر باللہ	67
17	ابوالقاسم فضل بن مقتدر مطیع اللہ	73
18	ابوالفضل عبدالکریم بن مطیع طائع اللہ	74
19	ابوالعباس احمد بن مقتدر قادر باللہ	75
20	ابوجعفر عبداللہ بن قادر قائم بامر اللہ	76
21	ابومنصور فضل بن مستظہر مسترشد باللہ	81
22	ابوالعباس احمد بن مستضی ناصر الدین اللہ	83
23	ابوجعفر منصور مستنصر باللہ - ابواحمد عبداللہ بن مستنصر معتصم باللہ	88
24	فرقہ معتزلہ، فرقہ قرامطہ، خاندان بویہ یا ویلمی، سلجوقی، صلیبی جنگیں	92
25	آخری خلفاء - خاندان عباسیہ کا زوال	109
26	علمائے عباسیہ	126
27	امیران اُندلس	132
28	مسلمان اُندلس میں	134
29	امیر عبدالعزیز بن موسیٰ (دورِ امارت)	143
30	امیر سمح بن مالک خولانی	145
31	امیر عبدالرحمان الداخل	151

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
32	ہشام بن عبدالرحمان	158
33	امیر عبدالرحمان ثانی الاوسط	160
34	عبدالرحمان ناصر ثالث - بنواُمیہ کا سنہرا دور	166
35	ہشام ثانی الموید باللہ	175
36	بنواُمیہ کے علاوہ اُندلس کے دیگر حکمران	178
37	نصری خاندان غرناطہ	184
38	اسلامی سلطنت اُندلس کے زوال کے اسباب	189
39	علمائے اُندلس	202
40	عمارات اُندلسیہ	211
41	اسلامی سپین - شاہراہ ترقی پر	216
42	کتابیات	223

آغاز خلافت بنو عباس

حضرت عباس بن عبدالمطلب حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم کے چچا تھے۔ بنو عباس کے خلفاء کا تعلق حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے تھا۔ اسی نسبت سے یہ بنو عباس کہلائے۔ بنو عباس تقریباً پانچ سو سال برسراقتدار رہے۔ دنیاوی حکمرانی کے ساتھ ساتھ ہر حکمران مسلمانوں کا دینی پیشوا بھی تصور کیا جاتا تھا۔ بنو امیہ کے اقتدار کا سورج غروب ہونے اور بنو عباس کے اقتدار میں آنے کے واقعات بہت سبق آموز اور قابل افسوس ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد شیعان علی تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔

ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ا۔ فرقہ امامیہ:

اس فرقے کے لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ امامت صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاطمی اولاد کا حق ہے۔ اس فرقے کے لوگوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے زین العابدین (علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنا امام تسلیم کر لیا۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس جہان فانی سے رخصت ہوئے تو ان کے بڑے بیٹے امام باقر کو ان کا جانشین تسلیم کیا گیا۔ ان کے بعد ان کے بیٹے جعفر صادق کی امامت کو تسلیم کیا گیا۔ اس فرقے کے لوگوں نے چونکہ بنو اُمیہ کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا اس لئے انہوں نے خلافت کا مطالبہ نہیں کیا۔

۲۔ فرقہ زیدیہ:

اس فرقے اور امامیہ فرقے کے لوگوں کے عقائد میں کافی مماثلت پائی جاتی ہے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم کے وصی ہیں۔ اس نسبت سے یہ فرقہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلا امام تسلیم کرتا ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسرا، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیسرا اور حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (زین العابدین) کو چوتھا امام مانتے ہیں۔ اس کے بعد دونوں فرقوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ فرقہ امامیہ کے پیروکار باقر کے حق میں تھے جبکہ فرقہ زیدیہ والے امام زید کو اپنا امام تسلیم کرتے تھے۔ اسی نسبت سے یہ لوگ زیدی کہلاتے ہیں۔ اس فرقہ کے لوگوں نے کوفہ میں امام زید کی خلافت کا اعلان کیا لیکن امام زید گرفتار ہو کر قتل کر دیئے گئے۔ ان کے جانشین امام یحییٰ بھی گرفتار کر کے قتل کر دیئے گئے۔ یہ لوگ امامت کے ساتھ ساتھ خلافت بھی چاہتے تھے۔

۳۔ فرقہ کیسانیہ:

اس فرقے کی بنیاد مختار ثقفی نے اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لئے رکھی۔ مختار ثقفی انتہائی مکار آدمی تھا اور رعب و دبدبہ حاصل کرنے کا خواہاں تھا۔ وہ ہر قیمت پر اقتدار حاصل کرنا چاہتا تھا۔ واقعہ کربلا کے بعد ملت اسلامیہ انتشار کا شکار ہو گئی تھی۔ مختار ثقفی اس انتشار اور افراتفری سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ اس نے اس مقصد کے حصول کے لئے قصاص حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نعرہ لگا کر لوگوں کو اکٹھا کرنا شروع کیا، مختار نے سب سے پہلے امام زین العابدین سے درخواست کی کہ وہ

اس تحریک کی سرپرستی قبول کر لیں۔ امام زین العابدین اس کی چالاکیوں سے آگاہ ہو چکے تھے، اس لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد مختار نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غیر فاطمی بیٹے محمد بن حنفیہ کی سرپرستی کے لئے کوششیں شروع کیں۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے محمد بن حنیفہ کو گرفتار کر لیا۔ مختار نے فوج بھیج کر ان کو آزاد کرا لیا۔ مختار نے اس کے بعد اپنی تحریک کو مضبوط بنانے کے لئے دوسرے قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر زبردست طاقت حاصل کر لی۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا تو انہوں نے اس کے مقابلے میں اپنے بھائی حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس سال حج کے موقع پر چار جھنڈے اکٹھے ہو گئے۔ ایک جھنڈا بنو اُمیہ کا، دوسرا خارجیوں کا، تیسرا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور چوتھا محمد بن حنفیہ کا تھا۔ حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختار ثقفی کا خاتمہ کر کے اس تحریک کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ محمد بن حنفیہ نے خلیفہ عبدالمالک کی اعلانیہ بیعت کر لی۔ اس فرقے کے لوگ کیسانیہ کہلاتے تھے۔ یہ لوگ محمد بن حنفیہ کی امامت کو بھی تسلیم کرتے تھے۔ محمد بن حنفیہ کی وفات کے بعد اس کے بیٹے امام ابو ہاشم کو امام تسلیم کیا گیا۔ کیسانیہ کے لوگوں نے امام ابو ہاشم کی بیعت کی۔ امام ابو ہاشم کے اپنے بیٹے نہیں تھے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے علی بن عبداللہ کو اپنا جانشین نامزد کر لیا۔ اس جانشینی سے امامت بنو عباس کو منتقل ہو گئی۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ بنو عباس کے خلفاء کو دنیاوی حاکم ہونے کے ساتھ ساتھ روحانی دینی اور مذہبی پیشوا بھی مانتے تھے۔ نااہلی کے باوجود دینی پیشوائیت کی وجہ سے یہ لوگ پانچ سو سال تک برسرِاقتدار رہے۔ علی بن عبداللہ کے دور میں کوئی خاص پیش رفت

نہ ہو سکی۔ لیکن اس کے بیٹے محمد بن علی نے عباسی تحریک کو خوب منظم کیا۔ وہ ایک قابل اور ذہین شخص تھا۔ اس نے اپنے داعیوں کو ملک کے کونے کونے میں پھیلا دیا۔ اور بنو اُمیہ کے خلاف اہل بیت کے حق میں بیعت کا سلسلہ شروع کروایا۔ البتہ کسی خاص امام کا نام نہ لیا تاکہ شیعانِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ساتھ رہیں۔ ولید ثانی کے دور میں عوام بنو اُمیہ کے مظالم اور زیادتیوں سے تنگ آ چکے تھے اور ان سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے اسی وجہ سے لوگ عباسی تحریک میں شامل ہو گئے۔ اسی دور میں خانہ جنگی کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس سے بھی داعیوں اور نقیبوں کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ کھلم کھلا عباسی تحریک کا پرچار کرنے لگے۔ اسی دوران ابو مسلم خراسانی اس تحریک میں شامل ہو گیا۔ اس نے عباسی تحریک کو سیاسی قوت میں بدل دیا۔ محمد بن علی کی وفات کے بعد ابراہیم نے اسے تمام داعیوں اور نقیبوں کا سردار مقرر کر دیا۔ ابو مسلم نے اس تحریک کو گھر گھر پہنچایا اور لوگوں کا تعاون حاصل کرتے رہے۔ جب خراسان میں عباسی تحریک مضبوط ہو گئی تو ابو مسلم نے خراسان پر قبضہ کر لیا۔ یونہی دن بہ دن فتوحات میں اضافہ ہوتا گیا۔ آخرکار مروان ثانی کی موت کے بعد اقتدار بنو اُمیہ سے بنو عباس کو منتقل ہو گیا۔

مشقی سوالات

(۱) شیعانِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختلف فرقوں پر مختصر نوٹ تحریر کریں۔

(۲) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات ہاں/نہیں میں دیں:

الف: حضرت عباس حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلّم کے چچا تھے۔ (ہاں/نہیں)

ب: بنو عباس تقریباً تین صدیوں تک برسرِ اقتدار رہے۔ (ہاں/نہیں)

ج: حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد شیعانِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سات گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ (ہاں/نہیں)

د: امام باقر کے بعد ان کے بیٹے جعفر صادق کی امامت کو تسلیم کیا گیا۔ (ہاں/نہیں)

ہ۔ مختار ثقفی نے قصاص حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نعرہ لگایا۔ (ہاں/نہیں)

و۔ حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختار ثقفی کا خاتمہ کیا۔ (ہاں/نہیں)

ز۔ ابو مسلم خراسانی نے ایران پر قبضہ کر لیا تھا۔ (ہاں/نہیں)

ح۔ ابراہیم نے ابو مسلم خراسانی کو تمام داعیوں کا سربراہ مقرر کیا۔ (ہاں/نہیں)

باب:1

ابو العباس عبد اللہ سفاح

۱۳۲ھ تا ۱۳۶ھ بمطابق ۷۵۰ء تا ۷۵۴ء

تعارف:

امام ابراہیم کو مروان ثانی نے قید کر کے قتل کر دیا تھا۔ اس نے موت سے قبل اپنے بھائیوں ابو العباس سفاح اور ابو جعفر منصور کو یکے بعد دیگرے اپنا جانشین نامزد کر دیا۔ چنانچہ سفاح اور منصور حمیمہ سے کوفہ چلے آئے اور یہاں پر ہی مروان ثانی کی رحلت کے بعد آپ کی خلافت کا باقاعدہ اعلان کیا گیا، ابو العباس سفاح نے خلیفہ بننے کے بعد بنو اُمیہ سے بھیانک انتقام لیا۔ خون کی ندیاں بہائیں۔ اسی وجہ سے ابو العباس سفاح تاریخ میں سفاح یعنی ''سفاک اور خونریز'' کے نام سے مشہور ہوا۔ سفاح نے ہاشمیہ کا نیا شہر آباد کر کے اسے دار الخلافہ بنایا۔ آخر کار بنو اُمیہ خاندان اقتدار سے محروم ہو گیا۔

بنو عباس کا ابتدائی دور ان کے عروج کا دور کہلاتا ہے۔ اور اس کے دس حکمران اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ یہ دَور تقریباً ایک صدی پر محیط ہے۔ دو صدیوں پر محیط دوسرا تنزل اور زوال کا دَور تھا۔ آخری دَور آزاد مملکتوں کے قیام سلجوقی دور تھا۔ وزراء اور امراء کے ہاتھوں میں خلفاء کٹھ پتلیاں بنے رہے۔ آخر ۶۵۶ھ بمطابق ۱۲۵۸ء میں ہلاکو خان نے اس خاندان کا چراغ گل کر دیا۔

اس تحریک کی سرپرستی قبول کرلیں۔ امام زین العابدین اس کی چالاکیوں سے آگاہ ہو چکے تھے، اس لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد مختار نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غیر فاطمی بیٹے محمد بن حنفیہ کی سرپرستی کے لئے کوششیں شروع کیں۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے محمد بن حنفیہ کو گرفتار کرلیا۔ مختار نے فوج بھیج کر ان کو آزاد کرا لیا۔ مختار نے اس کے بعد اپنی تحریک کو مضبوط بنانے کے لئے دوسرے قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر زبردست طاقت حاصل کر لی۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا تو انہوں نے اس کے مقابلے میں اپنے بھائی حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس سال حج کے موقع پر چار جھنڈے اکٹھے ہو گئے۔ ایک جھنڈا بنو اُمیہ کا، دوسرا خارجیوں کا، تیسرا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور چوتھا محمد بن حنفیہ کا تھا۔ حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختار ثقفی کا خاتمہ کر کے اس تحریک کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ محمد بن حنفیہ نے خلیفہ عبدالمالک کی اعلانیہ بیعت کر لی۔ اس فرقے کے لوگ کیسانیہ کہلاتے تھے۔ یہ لوگ محمد بن حنفیہ کی امامت کو بھی تسلیم کرتے تھے۔ محمد بن حنفیہ کی وفات کے بعد اس کے بیٹے امام ابو ہاشم کو امام تسلیم کیا گیا۔ کیسانیہ کے لوگوں نے امام ابو ہاشم کی بیعت کی۔ امام ابو ہاشم کے اپنے بیٹے نہیں تھے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے علی بن عبداللہ کو اپنا جانشین نامزد کرلیا۔ اس جانشینی سے امامت بنوعباس کو منتقل ہو گئی۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ بنوعباس کے خلفاء کو دنیاوی حاکم ہونے کے ساتھ ساتھ روحانی دینی اور مذہبی پیشوا بھی مانتے تھے۔ نااہلی کے باوجود دینی پیشوائیت کی وجہ سے یہ لوگ پانچ سو سال تک برسراقتدار رہے۔ علی بن عبداللہ کے دور میں کوئی خاص پیش رفت

نہ ہو سکی۔ لیکن اس کے بیٹے محمد بن علی نے عباسی تحریک کو خوب منظم کیا۔ وہ ایک قابل اور ذہین شخص تھا۔ اس نے اپنے داعیوں کو ملک کے کونے کونے میں پھیلا دیا۔ اور بنو اُمیہ کے خلاف اہل بیت کے حق میں بیعت کا سلسلہ شروع کروایا۔ البتہ کسی خاص امام کا نام نہ لیا تاکہ شیعانِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ساتھ رہیں۔ ولید ثانی کے دور میں عوام بنو اُمیہ کے مظالم اور زیادتیوں سے تنگ آ چکے تھے اور ان سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے اسی وجہ سے لوگ عباسی تحریک میں شامل ہو گئے۔ اسی دور میں خانہ جنگی کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس سے بھی داعیوں اور نقیبوں کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ کھلم کھلا عباسی تحریک کا پرچار کرنے لگے۔ اسی دوران ابو مسلم خراسانی اس تحریک میں شامل ہو گیا۔ اس نے عباسی تحریک کو سیاسی قوت میں بدل دیا۔ محمد بن علی کی وفات کے بعد ابراہیم نے اسے تمام داعیوں اور نقیبوں کا سردار مقرر کر دیا۔ ابو مسلم نے اس تحریک کو گھر گھر پہنچایا اور لوگوں کا تعاون حاصل کرتے رہے۔ جب خراسان میں عباسی تحریک مضبوط ہو گئی تو ابو مسلم نے خراسان پر قبضہ کرلیا۔ یونہی دن بہ دن فتوحات میں اضافہ ہوتا گیا۔ آخرکار مروان ثانی کی موت کے بعد اقتدار بنو اُمیہ سے بنوعباس کو منتقل ہو گیا۔ (۱)

مشقی سوالات

(۱) شیعان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختلف فرقوں پر مختصر نوٹ تحریر کریں۔

(۲) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات ہاں/نہیں میں دیں:

الف: حضرت عباس حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے چچا تھے۔ (ہاں/نہیں)

ب: بنو عباس تقریباً تین صدیوں تک برسرِ اقتدار رہے۔ (ہاں/نہیں)

ج: حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد شیعان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سات گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ (ہاں/نہیں)

د: امام باقر کے بعد ان کے بیٹے جعفر صادق کی امامت کو تسلیم کیا گیا۔ (ہاں/نہیں)

ہ۔ مختار ثقفی نے قصاص حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نعرہ لگایا۔ (ہاں/نہیں)

و۔ حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختار ثقفی کا خاتمہ کیا۔ (ہاں/نہیں)

ز۔ ابو مسلم خراسانی نے ایران پر قبضہ کر لیا تھا۔ (ہاں/نہیں)

ح۔ ابراہیم نے ابو مسلم خراسانی کو تمام داعیوں کا سربراہ مقرر کیا۔ (ہاں/نہیں)

باب:1

ابو العباس عبد اللہ سفاح

۱۳۲ھ تا ۱۳۶ھ بمطابق ۷۵۰ء تا ۷۵۴ء

تعارف:

امام ابراہیم کو مروان ثانی نے قید کر کے قتل کر دیا تھا۔ اس نے موت سے قبل اپنے بھائیوں ابو العباس سفاح اور ابو جعفر منصور کو یکے بعد دیگرے اپنا جانشین نامزد کر دیا۔ چنانچہ سفاح اور منصور حمیمہ سے کوفہ چلے آئے اور یہاں پر ہی مروان ثانی کی رحلت کے بعد آپ کی خلافت کا باقاعدہ اعلان کیا گیا، ابو العباس سفاح نے خلیفہ بننے کے بعد بنو اُمیہ سے بھیانک انتقام لیا۔ خون کی ندیاں بہائیں۔ اسی وجہ سے ابو العباس سفاح تاریخ میں سفاح یعنی ''سفاک اور خونریز'' کے نام سے مشہور ہوا۔ سفاح نے ہاشمیہ کا نیا شہر آباد کر کے اسے دار الخلافہ بنایا۔ آخر کار بنو اُمیہ خاندان اقتدار سے محروم ہو گیا۔

بنو عباس کا ابتدائی دور ان کے عروج کا دور کہلاتا ہے۔ اور اس کے دس حکمران اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ یہ دور تقریباً ایک صدی پر محیط ہے۔ دو صدیوں پر محیط دوسرا تنزل اور زوال کا دور تھا۔ آخری دور آزاد مملکتوں کے قیام سلجوقی دور تھا۔ وزراء اور امراء کے ہاتھوں میں خلفاء کٹھ پتلیاں بنے رہے۔ آخر ۶۵۶ھ بمطابق ۱۲۵۸ء میں ہلاکو خان نے اس خاندان کا چراغ گل کر دیا۔

صوبائی تنظیم نو:

سفاح نے صوبوں کی نئے سرے سے تنظیم کی۔ اپنے عزیز و اقارب کو والی بنایا۔ مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، یمن، اور یمامہ کے علاقوں کو ملا کر ایک صوبہ بنا دیا گیا۔ اس صوبے کی گورنری اپنے چچا داؤد بن علی کو دی۔ اپنے دوسرے چچا عبداللہ بن علی کو شام کا گورنر بنا دیا۔ جزیرہ آرمینیا اور آذربائیجان کے علاقے اپنے بھائی منصور کے حوالے کئے۔ اس کا چچا سلیمان بصرہ کا حاکم تھا۔ مصر کا علاقہ ابوعون اور خراسان کا صوبہ ابومسلم کے حوالے کیا گیا۔

یزید بن ہیرہ کا قتل:

یزید بن ہیرہ مروان کی طرف سے عراق کا گورنر تھا۔ واسطہ کا شہر اس کے قبضے میں تھا۔ منصور اور حسین بن قحطبہ نے محاصرہ کیا۔ چند شرائط پر یزید نے اپنے آپ کو اور شہر کو منصور کے حوالے کر دیا۔ خلیفہ نے پہلے تو امان بخشی لیکن بعد میں ابومسلم کے اشارے پر منصور سے اسے قتل کروا دیا۔

وزارت اور ابوسلمہ کا قتل:

سفاح نے وزارت کا باقاعدہ عہدہ قائم کیا۔ عباسی تحریک کے مشہور داعی اور مددگار ابوسلمہ کو پہلا وزیر مقرر کیا۔ ابوسلمہ کو اہل بیت سے عقیدت تھی، اس لئے سفاح نے کسی خراسانی سے اسے قتل کروا کر مشہور کر دیا کہ خارجی نے قتل کر دیا ہے۔ اس کے بعد خالد برمکی کو وزارت سونپی گئی۔ اس کا خاندان کافی عرصہ اس عہدے پر قابض رہا۔

بغاوتیں:

سفاح کی خونریزی کی وجہ سے جگہ جگہ بغاوتیں ہوئیں۔ گورنر مختار ہونے لگے۔ موصل، آرمینیا اور سندھ کے گورنروں نے بغاوت کر دی۔ ان کی سرکوبی کے لئے لشکر بھیجے گئے۔ اہل بیت کے حامیوں نے بھی جگہ جگہ بغاوتیں کیں کیونکہ بنوعباس خود اہل بیت بن بیٹھے تھے۔ سفاح نے ان تمام بغاوتوں پر قابو پا لیا۔

فتوحات:

سفاح کے دور میں اگرچہ رومیوں سے شکست کھانی پڑیں لیکن بعد میں کئی فتوحات بھی حاصل ہوئی۔ خالد بن ابراہیم اور صالح بن زیاد نے چینی سرحد پر ختن، چاچ، فرغانہ اور کش کے علاقے فتح کر کے عباسی سلطنت میں شامل کئے۔

وفات:

سفاح نے ۱۳۶ھ میں وفات پائی۔ وفات سے قبل اس نے اپنے بھائی ابوجعفر منصور اور بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو یکے بعد دیگرے جانشین نامزد کیا۔ سفاح جہاں سفاکی اور خونریزی کے لئے مشہور تھا وہاں اس کا تدبر اور فیاضی بھی بے مثل تھی۔ اسے عیش و عشرت سے نفرت تھی۔ شعر و شاعری اور موسیقی کا بے حد شوقین تھا۔

ابوجعفر منصور

۷۵۴ء تا ۷۷۵ء

تخت نشینی:

سفاح کی موت کے وقت منصور حج کرنے کے لئے مکہ گیا ہوا تھا۔ جب اسے

اطلاع ملی تو فوراً انبار پہنچا اور تخت نشینی کا اعلان کیا۔ یہ سچ ہے کہ عباسی خاندان کے اقتدار کی بنیاد سفاح نے رکھی لیکن چار سال کے قلیل عرصے میں اسے حکومت کو مضبوط کرنے کا موقع نہ ملا۔ حضور نے خلافت عباسیہ کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا۔ اسی لئے منصور ہی کو بنوعباس کی خلافت کا حقیقی بانی سمجھا جاتا ہے۔ اس کے دور میں خلافت کے کئی دعوے دار سامنے آئے لیکن منصور نے ان سب کو شکست دے کر اپنے خاندان کی حکومت کی بنیاد رکھی جو تقریباً پانچ سو سال تک قائم رہی۔

عبداللہ بن علی کی بغاوت:

سفاح کے چچا عبداللہ بن علی نے شام میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ منصور نے ابومسلم کی مدد سے اسے شکست دی۔ اس نے اپنے بھائی سلیمان بن علی حاکم بصرہ کے پاس پناہ لی لیکن بعد میں منصور نے چالاکی سے نمک کی بنیادوں پر کھڑے ہوئے ایک مکان میں اسے نظر بند کروا دیا۔ اس مکان کے گرنے سے وہ ہلاک ہو گیا۔

ابومسلم کا قتل:

منصور ابومسلم کے بڑھتے ہوئے اقتدار سے خائف تھا۔ اس نے اسے راستے سے ہٹانے کا منصوبہ بنایا۔ منصور نے ابومسلم کو مدد کے لئے شام بلایا ہوا تھا۔ چنانچہ اسے مصر اور شام کی گورنری پیش کی گئی تاکہ وہ خراسان نہ جا سکے۔ ابومسلم اس چال کو سمجھ گیا اور خراسان کی طرف چل پڑا۔ منصور نے چند چالاک آدمیوں کو بھیج کر اسے دربار میں بلایا اور اس کا پرجوش اور پرتپاک استقبال کیا۔ لیکن بعد میں دھوکے سے اپنے آدمیوں کے ذریعہ دربار ہی میں قتل کروا دیا۔ بنوعباس کا یہ عظیم محسن اس بھیانک انجام کو پہنچا۔ منصور کے کردار پر یہ ایک دھبہ ہے۔ ابومسلم کے قتل سے خراسان میں زبردست

بغاوت ہوئی لیکن منصور نے انعامات و اکرامات اور فوجی قوت سے ان بغاوتوں کو دبا دیا۔ اسی طرح خارجی سردار حسان بن مجاہد نے بھی موصل میں بغاوت کی۔ لیکن امام ابوحنیفہ کے ذریعے اس سے صلح ہو گئی۔

افریقہ میں بغاوتیں:

بربر لوگ عباسی خلافت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ چنانچہ انہوں نے عباسی گورنروں کے خلاف بغاوتوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ عباسی حاکم ابن اشعث کو بھگا دیا اس کی جگہ موسیٰ خراسانی کو گورنر مقرر کر لیا۔ منظور نے بربر کے خلاف اپنے مشہور جرنیل اغلب کو روانہ کیا لیکن اس نے شکست کھائی اور مارا گیا۔ آخر یزید بن حاتم نے افریقہ میں امن و امان قائم کیا۔

سپین میں بنواُمیہ کی خلافت کا قائم ہونا:

ہشام کا پوتا عبدالرحمان بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے ہسپانیہ کے انتشار سے فائدہ اٹھا کر وہاں پر بنواُمیہ کی حکومت قائم کر لی جو کئی صدیوں تک رہی۔

محمد بن عبداللہ (نفس ذکیہ) کی بغاوت:

بنواُمیہ کے آخری ایام میں فرقہ زیدیہ کے پیشوا محمد بن عبداللہ نے حجاز میں اپنی خلافت کے لئے بیعت لینے کا سلسلہ شروع کیا۔ بنو ہاشم کے چیدہ چیدہ سرداروں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان میں سفاح اور منصور بھی شامل تھے۔ سفاح نے خلافت حاصل کر کے بیعت سے انکار کر دیا۔ اور اپنے احسانات جتا کر محمد بن عبداللہ کو خاموش کروا دیا۔ جب منصور خلیفہ بنا تو محمد بن عبداللہ نے پھر تحریک شروع کر دی۔

مدینہ کے گورنر رباح بن عثمان کو قید کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ محمد بن عبداللہ کا منصوبہ یہ تھا کہ جس دن وہ مدینہ پر قبضہ کر لے۔ اسی دن اس کا بھائی ابراہیم بصرہ میں بغاوت کرے۔ لیکن ابراہیم کی بیماری کی وجہ سے یہ منصوبہ ناکام ہو گیا۔ جب منصور کو پتہ چلا تو اس نے محمد بن عبداللہ کو امان دینے کی پیش کش کر دی۔ محمد بن عبداللہ نے لکھا کہ کیا یہ امان تمہارے چچا عبداللہ بن علی اور تمہارے محسن ابومسلم خراسانی والی تو نہیں۔ خط و کتابت ناکام ہونے کی صورت میں جنگی تیاریاں شروع ہوئیں۔ منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ کو مدینہ روانہ کیا۔ محمد بن عبداللہ بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کا سر کاٹ کر منصور کے پاس بھیج دیا گیا۔

ابراہیم بن عبداللہ کا قتل:

ابراہیم جب تندرست ہوئے تو انہوں نے نفس ذکیہ کے لئے بیعت لینے کا سلسلہ شروع کر دیا اور اہواز تک کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ اسی دوران اپنے بھائی کے قتل کی خبر ملی تو کوفہ چلے آئے۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے ابراہیم کو باخمرائی کے مقام پر شکست دی۔ ابراہیم کو پکڑ کر قتل کر دیا گیا اور اس کا سر بھی منصور کے پاس بھیج دیا گیا۔ اس طرح یہ تحریک ختم ہو گئی۔

مذہبی پیشوائیت:

منصور نے اعلان کیا کہ بنوعباس نہ صرف دنیاوی حکمران ہیں بلکہ مذہبی پیشوا بھی ہیں۔ اس سلسلے میں مشہور عالموں سے فتوے بھی حاصل کئے۔ اسی وجہ سے یہ خاندان پانچ سو سال تک حکمران رہا ورنہ گنتی کے چند خلفاء کے علاوہ یہ سب نکمے اور عیاش تھے۔

فتوحات:

منصور کے دور میں اگرچہ بغاوتوں کا سلسلہ جاری رہا لیکن ان حالات کے ساتھ ساتھ فتوحات بھی جاری رہیں۔ عمر بن علاء نے کوہستان، طبرستان اور دماند کے علاقے فتح کئے۔ سندھ میں بھی پیش قدمی ہوئی۔ رومیوں نے بھی حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ لیکن صالح اور عباس نے انہیں شکست دے کر مار بھگایا۔

وزارت:

منصور نے خالد برمکی کو صوبے کا گورنر مقرر کیا۔ اس کی جگہ ابوایوب کو وزارت سونپی، لیکن بعد میں اس کی جائیداد ضبط کر کے اسے قید کر لیا اور ربیع بن یوسف کو وزارت دی۔ وہ منصور کے دور تک اس عہدے پر فائز رہا۔

انتظام سلطنت:

منصور کے دور میں انتظام سلطنت میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں کی گئی بلکہ پرانے طریقہ کار کو ہی برقرار رکھا گیا۔ صوبوں کی حدود مقرر کرنے کا کوئی خاص اصول نہیں تھا۔ بعض صوبے بہت چھوٹے اور بعض صوبے بہت بڑے تھے۔ صوبوں کے گورنر والی کہلاتے تھے۔ اور وہ اکثر شاہی خاندان کے افراد ہوتے تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے قابل اعتماد افراد کو بھی گورنر مقرر کیا جاتا تھا۔ والی کو وقتاً فوقتاً تبدیل کر دیا جاتا تھا۔ گورنر کو ایک صوبے میں زیادہ عرصہ کے لئے اس لئے نہیں رہنے دیا جاتا تھا تاکہ وہ صوبے میں خلیفہ کے خلاف بغاوت نہ کر سکے۔ صوبے کا والی دوسرے عمال کو خود بھرتی کرتا تھا۔ صرف قاضی اور سپہ سالار خلیفہ کی طرف سے مقرر کئے جاتے تھے۔ منصور نے وزیر کے

علاوہ حاجب کا عہدہ قائم کیا۔ وزیر کے بعد دوسری بڑی شخصیت حاجب کی ہوتی تھی۔ قابل اعتماد شخص کو حاجب مقرر کیا جاتا تھا۔ حاجب کی اجازت کے بغیر خلیفہ سے کوئی شخص بھی ملاقات نہیں کر سکتا تھا۔

خلیفہ اہم سرکاری امور میں وزیر کے ساتھ ساتھ حاجب سے بھی مشورہ لیتا تھا۔ حاجب کے بعد تیسری بڑی شخصیت کاتب کی ہوتی تھی۔ کاتب میر منشی بھی کہلاتے تھے۔ اس کے ذمے ہمسایہ ممالک کے ساتھ خط و کتابت کرنا ہوتی تھی۔ خلیفہ کی طرف سے صوبائی گورنروں اور دوسرے عمال کو احکامات جاری کرنا بھی کاتب کی ذمہ داری تھی۔ بوقت ضرورت خلیفہ کاتب سے بھی مشورہ لیتا تھا۔

فوجی نظام:

منصور نے فوجی نظام میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں کی۔ بنو اُمیہ کے فوجی نظام کو ہی قائم رکھا۔ بنو اُمیہ کا دور عربیت کا دور تھا اور عربوں کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ فوج میں بھی عرب اکثریت میں تھے۔ بنو عباس نے چونکہ ابو مسلم خراسانی کے ذریعے اقتدار حاصل کیا تھا۔ اس لئے خراسانیوں کو فوقیت دی جانے لگی۔ فوج میں اعلیٰ عہدے خراسانیوں کو دیئے۔ اس طرح عربوں کی جگہ خراسانیوں نے لے لی۔ ابو مسلم اور عبداللہ بن علی فوج کے سپہ سالار تھے۔ ان کے خاتمے کے بعد فوج کی قیادت عیسیٰ بن موسیٰ کے حوالے کی گئی۔

وصیت نامہ:

منصور نے اپنی موت سے چند لمحے قبل یہ وصیت نامہ لکھوایا۔ وصیت نامہ اس کے اپنے بیٹے مہدی کے نام تھا۔

''بیٹا حضرت محمد رسول اللہ خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی امت کی حفاظت کرنا۔ اس کے عوض خدا تمہارے کاموں کی حفاظت کرے گا۔ بلاوجہ خونریزی سے بچتے رہنا کہ یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے اور یہ دنیا میں بھی ایسی عار ہے جو کبھی نہیں مٹتی۔ حلال کو اپنے اوپر لازم کرو۔ اس میں دنیا کی فلاح اور آخرت کا ثواب ہے۔ میانہ روی سے تجاوز نہ کرنا۔ بیٹا! حکومت کو مضبوط کرنا۔ اس میں رخنے ڈالنے والوں کو تعزیر کے شکنجے میں جکڑنا۔ بھاگنے والوں کا پیچھا کرنا اور اس سے نکلنے والے کو قتل کر دینا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے۔ اس سے آگے نہ بڑھنا۔ انصاف کے ساتھ حکومت کرنا۔ حدود سے تجاوز نہ کرنا۔ یہ تمام امور شر و فتنہ کو روکنے والے، دشمن کو ہلاک کرنے والے اور کارگر دوا ہیں۔''

ولی عہدی:

سفاح نے عیسیٰ بن موسیٰ کو دوسرا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ منصور نے اس کی ولی عہدی منسوخ کر کے اپنے بیٹے مہدی کو ولی عہد مقرر کیا۔

دارالخلافہ:

سفاح نے انبار کے قریب ہاشمیہ کو آباد کر کے دارالخلافہ بنایا تھا۔ منصور نے بغداد کے قدیم شہر پر جدید بغداد بسا کر اپنا دارالخلافہ بنا لیا۔ بغداد دو حصوں پر مشتمل تھا، منصورہ اور مہدیہ، دریائے دجلہ کے کنارے مشہور محل خلد تعمیر کروایا۔

وفات:

منصور بغداد سے حج کے لئے روانہ ہوا۔ کوفہ میں احرام باندھا۔ وہاں سے تھوڑی

سی دُور جا کر وہ بیمار ہو گیا۔ ۱۵۸ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں تقریباً بائیس سال حکومت کرنے کے بعد اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔

سیرت اور کارنامے:

منصور کو اندرونی اور بیرونی خطرات درپیش تھے، لیکن اس نے اپنی اعلیٰ صلاحیتوں اور ذہانت سے تمام مشکلات اور خطرات پر قابو پالیا۔ اپنے دانشمندانہ کاموں سے اپنی ناؤ کو خیریت و عافیت سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ منصور کے دور حکومت میں جہاں بغاوتیں ختم ہوئیں وہاں فتوحات کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ منصور کے دور میں رعایا خوشحال تھی اور روزمرہ کی چیزیں انتہائی سستے داموں دستیاب تھیں۔ منصور نے مسلسل اور انتھک محنت سے بنوعباس کی خلافت کو مستحکم کیا، اسی لئے اسی کو بنوعباسی کا حقیقی بانی کہا جاتا ہے۔ صوم وصلوٰۃ کا پابند تھا۔ عیش وعشرت سے نفرت کرتا تھا۔ ہمیشہ سادہ اور معمولی لباس پہنتا تھا۔ منصور اعلیٰ درجے کا کفایت شعار تھا۔ فضول خرچی کے سخت خلاف تھا۔ باغیوں کے سلسلے میں تشدد سے کام لیتا تھا۔ حاکم محکوم، آقا غلام، امیر غریب سب کے ساتھ ایک جیسا انصاف کرتا تھا۔ منصور کا یہ معمول تھا کہ وہ نماز فجر بذات خود پڑھاتا تھا۔ اس کے بعد دربار میں اپنے مخصوص فرائض سرانجام دیتا تھا۔ سہ پہر تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ نماز عصر کے بعد گھر آ جاتا۔ عشاء کی نماز کے بعد والیوں اور دیگر عاملوں کے خطوط پڑھے جاتے تھے۔ ان پر ضروری کارروائی کر کے سو جاتا تھا۔ اس نے سلطنت میں جاسوسوں کا جال پھیلایا ہوا تھا۔ جو اس کو گورنروں اور والیوں کی سرگرمیوں سے باخبر رکھتے تھے۔ ان کی اطلاعات پر ضروری کارروائی کی جاتی تھی۔ منصور کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ وہ انتہائی نامساعد حالات میں بھی ثابت قدم رہتا تھا اور

بڑی مستقل مزاجی سے اپنے فرائض سرانجام دیتا تھا۔ حالات کا مقابلہ بڑے حوصلے سے کرتا تھا۔ اس کو خطابت میں بھی ملکہ حاصل تھا۔ وہ فوراً مجمع پر چھا جاتا تھا۔ اسی طرح اس کی تحریریں بھی بہت مؤثر ثابت ہوتی تھیں۔

مشقی سوالات

۱۔ سفاح کون تھا؟ اس کے دور کے مشہور واقعات تحریر کریں۔

۲۔ خلیفہ منصور کو عباسی خاندان کا حقیقی بانی کیوں سمجھا جاتا ہے؟

۳۔ منصور کی سیرت اور کارنامے تحریر کریں۔

۴۔ ابومسلم خراسانی کا اخلاق اور کارنامے بیان کریں

۵۔ بنوعباس کی حکومت قائم کرنے میں ابومسلم کا کہاں تک ہاتھ تھا؟ مفصل تحریر کریں۔

۶۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے۔

الف۔ سفاح نے بغداد کا نیا شہر آباد کیا۔
سفاح نے ہاشمیہ کا نیا شہر آباد کیا۔

ب۔ بنوعباس کا حقیقی بانی ہارون الرشید تھا۔
بنوعباس کا حقیقی بانی منصور تھا۔

ج۔ امام محمد بن علی کو مروان ثانی نے قتل کروا دیا۔
امام ابراہیم کو مروان ثانی نے قتل کروا دیا۔

۷۔ خالی جگہیں پر کریں۔

الف۔ منصور اور سفاح حمیمہ سے .... چلے آئے۔

ب۔ بنوعباس کے ابتدائی .... حکمران اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک تھے۔

ج۔ ....ھ میں ہلاکو نے بغداد پر حملہ کیا۔

د۔ عبداللہ بن علی کو............ کا گورنر مقرر کیا گیا۔

ہ۔ .... مروان کی طرف سے عراق کا گورنر تھا۔

و۔ .... کو سفاح نے پہلا وزیر مقرر کیا

ز۔ سفاح .... ہجری میں فوت ہوا۔

ح۔ سفاح نے .... کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔

ط۔ سفاح کی موت کے وقت منصور .... میں تھا۔

ی۔ عبداللہ بن علی نے .... میں بغاوت کی۔

ک۔ خارجی سردار حسان بن مجاہد نے .... بغاوت کی۔

ل۔ .... نے کوہستان، طبرستان اور دماند کے علاقے فتح کیے۔

م۔ منصور نے مذہبی .... کا اعلان کیا۔

ن۔ .... نے سپین میں بنو اُمیہ کی حکومت قائم کی۔

س۔ .... کو منصور نے وزیر بنایا۔

ع۔ صوبوں کے گورنر .... کہلاتے تھے۔

ف۔ منصور نے وزیر کے علاوہ .... کا عہدہ قائم کیا۔

ص۔ سفاح نے .... کو دوسرا ولی عہد مقرر کیا تھا۔

ق۔ منصور صوم وصلوٰۃ کا .... تھا۔

ر۔ .... نماز فجر خود پڑھاتا تھا۔

باب 2:

مہدی	ہادی	ہارون الرشید
۷۷۵ء تا ۷۸۵ء	۷۸۵ء تا ۷۸۶ء	۷۸۶ء تا ۸۰۹ء

مہدی

۷۷۵ء تا ۷۸۵ء

تعارف و تخت نشینی:

سفاح کی وصیت کے مطابق عیسیٰ بن موسیٰ کو حکومت ملنی چاہیے تھی۔ لیکن منصور نے زبردستی اسے تخت سے محروم کر کے اپنے بیٹے ابو عبداللہ محمد کو اپنا جانشین مقرر کر لیا تھا۔ چنانچہ منصور کی موت کے بعد ابو عبداللہ محمد مہدی تخت نشین ہوا۔ ابو عبداللہ نرم دل اور سخی خلیفہ تھا۔ بڑے بڑے شہروں میں وسیع مسجدیں بنوائیں۔ اس کا دور خوشحالی کا دور تھا۔ تجارت میں کافی ترقی ہوئی۔ لوگوں کو پنشن دی گئیں۔ ڈاک کا نظام بہتر بنایا گیا۔ ملک میں سڑکوں کا جال بچھا دیا گیا۔

آلِ علی کی رہائی:

منصور اہل بیت کے سخت خلاف تھا۔ اس نے ان پر بہت سختیاں کی تھیں۔ مہدی نے ان کو جیلوں سے رہا کر دیا۔ ان کی ضبط شدہ جائیدادیں ان کو واپس دے دیں۔

ان کے ساتھ نرمی، محبت اور ہمدردی کا سلوک کیا جانے لگا۔

زندیقوں کی بغاوت:

زند کی معنی ہیں تفسیر۔ زند دوسرے مذاہب کی تفسیر اپنی مرضی کے مطابق کرتے تھے۔ اس لئے یہ زندیق کہلائے۔ اسی دور میں ابومسلم خراسانی کے کاتب حکم بن حاکم نے خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے جسم میں حلول کیا تھا۔ آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام اور اسی طرح تمام پیغمبروں کے قالبوں میں اللہ تعالیٰ منتقل ہوتا رہا یہ سلسلہ ابومسلم تک پہنچا۔ ابومسلم کے بعد اب یہ مجھ میں منتقل ہو گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے شعبدہ بازی سے ماورا النہر کے قریب نخشب کے کنویں سے مصنوعی چاند نکالا تھا۔ جس کی روشنی دور دور تک پھیلتی تھی۔ حکم بن حاکم بہت بدصورت تھا۔ اکثر نقاب پہن کر پھرا کرتا تھا اس لئے یہ ''مقنع'' یا ''برقعی'' کہلاتا تھا۔ اس نے اپنی جادوگری سے لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا تھا۔ مہدی نے معاذ بن مسلم اور سعید حرشی کو مقنع کے خلاف بھیجا۔ سعید حرشی نے مقنع کو گھیر لیا۔ جب مقنع کو بھاگنے کی صورت نظر نہ آئی تو اس نے اپنے اہل و عیال کو زہر دے کر ہلاک کیا اور آگ جلا کر اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ خود بھی اس میں جل مرا۔ یہ ہوا انجام خدائی کے دعویدار کا!

رومی حملے اور بغاوتیں:

رومیوں نے اسلامی علاقوں پر حملے شروع کر دیئے تھے۔ مہدی نے بذات خود مقابلہ کیا۔ بعد میں ہارون کو ایک لاکھ فوج دے کر روانہ کیا۔ رومیوں نے اطاعت قبول کر لی لیکن اگلے سال اپنے وعدے سے پھر گئے۔ مہدی نے

سلیمان بن علی کو ان کے خلاف روانہ کیا۔ سلیمان نے رومیوں کو شکست دے کر کافی مال غنیمت حاصل کیا۔ اسی دوران خراسان میں یوسف بن ابراہیم نے بغاوت کر دی لیکن مہدی نے اس پر قابو پا لیا۔ جزیرہ میں عبدالسلام بن ہاشم نے بغاوت کی۔ مہدی نے شبیب کو روانہ کیا۔ اس نے عبدالسلام کو شکست دی۔ مصر میں بھی بغاوت ہوئی جسے فضلؒ بن صالح نے کچل دیا۔

وزارت:

مہدی کا وزیر ابوعبید اللہ معاویہ تھا۔ لیکن وہ درباری سازشوں کا شکار ہوا مہدی نے اس کو وزارت کے عہدے سے محروم کر کے اس کی تمام جائیداد ضبط کر لی۔ اس کی جگہ یعقوب بن داؤد کو وزیر مقرر کیا جو مہدی کے دور تک اس عہدے پر فائز رہا۔

ابوعبداللہ یعقوب بن داؤد:

یعقوب بنیادی طور پر ایک غلام تھا۔ اس کا باپ داؤد اور اس کا بھائی علی، بنو اُمیہ کے دور حکومت میں خراسان کے گورنر نصر بن سیار کے دربار میں کاتب تھے۔ ابراہیم بن عبداللہ کی حمایت کی وجہ سے منصور نے باپ اور بیٹے دونوں کو قید کر لیا تھا۔ یہ دونوں مہدی کے دور میں رہا ہوئے۔ مہدی اہل بیت کے حامیوں کی مخالفت سے بچنا چاہتا تھا۔ اسے موزوں شخص کی تلاش تھی۔ چنانچہ داؤد کو اس مقصد کے لئے وزارت کا عہدہ دیا گیا۔ یعقوب نے کئی زیدیوں کو بڑے بڑے عہدے دیئے۔ اس سے دربار میں یعقوب کی مخالفت بڑھ گئی۔ مہدی نے آزمائش کے طور پر ایک علوی کو قتل کرنے کے لئے آپ کے حوالے کیا۔ آپ نے اسے زندہ چھوڑ دیا۔ چنانچہ مہدی نے آپ کا سب کچھ ضبط کر کے جیل میں ڈال دیا۔ ہارون کے دور میں آپ کو رہائی ملی۔

مہدی کی اصلاحات:

مہدی کا دور امن کا دور تھا۔ اس نے زیادہ توجہ اصلاحات پر دی۔ تمام محکموں کو ازسرنو منظم کیا۔ ان کے لئے علیحدہ علیحدہ منتظمین مقرر کئے۔ ڈاک کے نظام کو جدید خطوط پر استوار کیا۔ مکہ، مدینہ، یمن اور بغداد کے درمیان تیز رفتار گھوڑوں اور اونٹوں کے ذریعہ ڈاک کا سلسلہ جاری کیا۔ معذوروں اور محتاجوں کے لئے بیت المال سے وظائف مقرر کئے۔ اسی طرح قیدیوں کے بیوی بچوں کے لئے بھی وظائف مقرر کئے۔ مہدی نے سڑکوں پر خصوصی توجہ دی۔ تمام ملک میں سڑکوں کا جال بچھا دیا گیا اور آمدورفت کو محفوظ بنا دیا۔ سڑکوں کے کناروں پر سرائیں تعمیر کی گئیں جن میں مسافروں کو ہر قسم کی سہولت مہیا کی جاتی تھی۔ قادسیہ سے مکہ تک شاہراہ بنوائی جو زبالہ سے گزرتی تھی۔ جگہ جگہ پانی کے حوض بنوائے جو ہر وقت پانی سے بھرے رہتے تھے۔ مہدی کو عمارات بنانے کا بھی شوق تھا۔ دریائے دجلہ کے کنارے ایک شاندار محل تعمیر کروایا۔ بصرہ کی جامع مسجد کی توسیع کی۔ مسجد حرام کو وسیع کیا۔ عیسیٰ آباد میں نئی ٹکسال قائم کی۔

مہدی کی سیرت:

ایک مورخ کے مطابق ''ظلم وستم کے سدباب، قتل وخونریزی سے اجتناب، خوف زدوں کی دستگیری اور جودوکرم نے مہدی کو عوام وخواص میں مقبول ومحبوب بنا دیا''۔ ایک اور مؤرخ کے مطابق ''مہدی کا عہد حکومت بہت مبارک اور قابل ستائش تھا۔ اس کی سیرت اور صورت دونوں اچھی تھی۔ رعایا اس سے محبت کرتی تھی۔ مہدی ایک متقی، پرہیزگار، خوش اخلاق اور سخی خلیفہ تھا۔ اعلیٰ درجے کا مدبر اور منتظم بھی تھا۔ غریبوں کی بیمار پرسی کے لئے خود چلا جاتا تھا۔ مروان ثانی کی بیوی پھٹے پرانے

کپڑوں پر حاضر ہوئی تو مہدی نے اسے جاگیر عطا کی تاکہ وہ اپنی زندگی آرام سے گزار سکے۔ آرام وآسائش میسر ہونے کے باوجود حکومت کے کام بڑی محنت سے سرانجام دیتا تھا۔ دین سے بھی بہت محبت تھی۔ خلاف شرع حرکت برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ باپ کا چھوڑا ہوا خزانہ خالی کر دیا۔ حسن الوصیف بیان کرتے ہیں۔ ''ایک دفعہ آندھی کا سخت طوفان آیا۔ خلیفہ کو دیکھا، فرش خاک پر دعا مانگ رہا تھا، الٰہی امت محمدی کو بچا لے اگر یہ طوفان میرے گناہوں کی وجہ سے ہے تو میری پیشانی تیری درگاہ میں حاضر ہے۔''

وفات:

مہدی تقریباً دس سال حکومت کرنے کے بعد گھوڑے سے گر کر فوت ہوا۔ مہدی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ہادی تخت نشین ہوا۔ اس کی عمر ۲۴ سال تھی لیکن جلد ہی درباری سازشوں کی وجہ سے تخت وجان دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اس نے تقریباً ایک سال حکومت کی (۷۸۵ء تا ۷۸۶ء) اس کے بعد اس کا بھائی ہارون الرشید تخت نشین ہوا۔

ہارون الرشید

۷۸۶ء تا ۸۰۹ء

تخت نشینی:

مہدی کی وصیت کے مطابق ہارون ولی عہد مقرر ہوا تھا۔ ہادی اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد بنانا چاہتا تھا۔ لیکن یحییٰ بن خالد برمکی نے اسے کامیاب نہ ہونے دیا چنانچہ

ہادی کی وفات کے بعد ہارون الرشید تخت نشین ہوا۔ ہارون کا دورخوشحالی اور امن کا سنہرا دور تھا۔اس کے دور کے مشہور واقعات درج ذیل ہیں۔

وزارت:

ہارون الرشید نے تخت حاصل کرنے کے بعد جو پہلا کام کیا وہ وزیر اعظم کا انتخاب تھا۔ ہارون نے اپنے اتالیق یحییٰ کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا اور اس کے بیٹوں کو بھی اعلیٰ عہدے دیئے۔ ان لوگوں نے اپنی قابلیت اور اعلیٰ کارکرگی سے ہارون الرشید کے دور کو چار چاند لگا دیئے۔

اہلِ بیت کی بغاوت:

ہارون کو اپنی خلافت کے پہلے سال ہی میں اہل بیت کی بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا حالانکہ ہارون نے اہل بیت کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کیا۔ ان کی جائیدادیں واپس دلائیں لیکن پھر بھی وہ اس کے خلاف رہے۔ نفس ذکیہ کے بھائی یحییٰ بن عبداللہ نے ویلم میں ہی اپنی امامت کا اعلان کر دیا۔ ہارون الرشید نے فضل بن یحییٰ برمکی کو ان کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ فضل نے مقابلے کی بجائے یحییٰ کو صلح پر آمادہ کیا۔ لیکن بعد میں خلیفہ نے اسے جیل میں ڈال دیا اور وہ جیل ہی میں اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔ یحییٰ کے ایک اور بھائی ادریس نے المغرب (مراکش) میں روپوشی اختیار کی اور بعد میں وہیں پر اپنی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ افریقہ کے دوسرے علاقوں میں بھی بغاوتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ابراہیم بن اغلب نے ان بغاوتوں پر قابو پا لیا، لیکن بعد میں الجیریا اور تیونس کو فتح کر کے وہاں خود مختار حکمران بن بیٹھا اور اغلبی خاندان کا بانی بن گیا۔

یمنی اور مضری قبائل میں جنگ:

دمشق میں یمنی اور مضری قبائل میں جنگ شروع ہو گئی۔ اس جنگ کے شعلے سندھ تک بھی پھیل گئے۔ ہارون نے بڑی مشکل سے بغاوتوں پر قابو پایا۔ جعفر برمکی اور داؤد نے دمشق اور سندھ میں بغاوتیں ختم کر دیں۔

فتوحات:

ہارون کے دور میں قسطنطنیہ پر ملکہ رینی (ایرانی) حکمران تھی۔ وہ ہارون کی باجگذار تھی۔ اس کی رومی عوام نے جب اسے برطرف کر کے مقفور (نیسی فور) کو اپنا بادشاہ مقرر کر لیا تو مقفور نے ہارون کو خراج دینا بند کر دیا اور ساتھ ہی ایک توہین آمیز خط بھی لکھا جس میں اُلٹے سیدھے مطالبے کیے۔ ہارون نے اس کے جواب میں لکھا کہ اپنے خط کا جواب اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔ ہارون نے بذات خود اس پر حملہ کیا۔ مقفور میں مقابلے کی ہمت نہ تھی۔ اس لئے اس نے اطاعت قبول کی اور خراج دینا بھی تسلیم کیا لیکن بعد میں پھر گیا۔ ہارون نے دوبارہ حملہ کر کے صقالیہ، ولہ، مفلونیہ، طوانہ، قونیہ اور اناطولیہ کے علاقے فتح کیے۔ نیسی فور نے پچاس ہزار دینار بطور خراج دینے کا وعدہ کیا۔ ہارون بڑی آسانی سے قسطنطنیہ کو فتح کر سکتا تھا۔ لیکن اس نے یہ سنہری موقع ہاتھ سے جانے دیا۔ یہ کام صدیوں بعد ترکوں نے کیا۔

ولی عہد:

ہارون نے بالترتیب امین، مامون اور موتمن کو یکے بعد دیگرے ولی عہد مقرر کیا۔

قابلیت اور ذہانت کے لحاظ سے مامون جانشینی کا حقدار تھا، لیکن ہارون نے اپنی چہیتی بیوی زبیدہ کے کے اصرار سے مجبور ہو کر امین کو ولی عہد مقرر کیا۔ یہ ایک غلط فیصلہ تھا جو بہت تباہ کن ثابت ہوا۔

خاندان برامکہ کا عروج وزوال:

برامکہ خاندان کا بانی برمک ایرانی آتش پرستوں کا ایک مشہور پیشوا تھا۔ اس کے بیٹے خالد نے اسلام قبول کر لیا اور عباسی تحریک میں نمایاں کردار ادا کیا۔ سفاح نے اسے اپنا وزیراعظم بنا لیا تھا۔ منصور نے اسے موصل کا گورنر بنایا۔ خالد برمک نے ۱۶۳ھ میں وفات پائی۔ اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے یحییٰ نے اعلیٰ مقام حاصل کیا۔

یحییٰ برمکی:

یحییٰ بھی اپنے باپ کی طرح ذہین تھا۔ منصور نے اسے آذربائیجان کا گورنر مقرر کیا۔ مہدی نے اسے ہارون کا اتالیق مقرر کیا۔ فضل اور ہارون آپس میں دودھ شریک بھائی بھی تھے۔ فضل یحییٰ کا بیٹا تھا۔ ہارون، یحییٰ کو ابا جان کہہ کر پکارا کرتا تھا۔ ہادی اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانا چاہتا تھا۔ لیکن یحییٰ کی کوششوں سے ہارون کو خلافت ملی۔ ہارون نے یحییٰ کو وزیراعظم بنا کر سیاہ وسفید کا مالک بنا دیا۔ یحییٰ ایک عظیم سیاستدان، مفکر اور بلند پایہ عالم تھا۔ اس کے چار بیٹے تھے۔ فضل، جعفر، موسیٰ اور محمد۔ یہ سب نہایت سمجھدار عالم اور لائق تھے۔

ا۔ فضل:

فضل سب سے بڑا بیٹا تھا۔ علم ودانش میں بھی برتر تھا۔ ہارون کو بھائی کہہ کر پکارا

کرتا تھا۔ فضل ایک نامور جرنیل اور اعلیٰ منتظم تھا۔ ہارون نے خوش ہو کر اسے اپنے وزیروں میں شامل کر لیا تھا۔ اسے وزیر صغیر (چھوٹا وزیر) کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

۲۔ جعفر:

یحییٰ کا دوسرا بیٹا تھا۔ شجاعت، فیاضی اور ذہانت میں فضل سے کم نہ تھا۔ ہارون نے اسے اپنا مصاحب خاص بنا کر وزیراعظم مقرر کر لیا تھا۔ یمنی اور مضری قبائل کے اختلافات ختم کرنے میں کامیاب ہوا۔ شہزادہ مامون کا اتالیق بھی رہا۔

ان کے دوسرے دو بھائی موسیٰ اور محمد بھی اعلیٰ فوجی عہدوں پر فائز رہے لیکن کوئی خاص شہرت حاصل نہ کر سکے۔

برامکہ کا عروج

یہ عہد برامکہ کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔ برامکہ حکومت کے سیاہ وسفید کے مالک تھے۔ شاہانہ ٹھاٹھ سے شاہی محلات میں رہ رہے تھے۔ ان کے محلات خلیفہ کے محلات سے بھی عالی شان تھے۔ عوام، شعراور ادباء کی توجہ کا مرکز برامکہ ہی تھے۔ ان کا تعلق ایران سے تھا اس لئے خلافت کے اندر ہر طرف ایرانی تمدن نظر آنے لگا۔ ایرانیوں کو اعلیٰ عہدے دیئے گئے۔ غرض یہ کہ تقریباً ۱۷ سال تک برامکہ خلافت پر بھرپور طور پر چھائے رہے لیکن آخر کار ان کو ابوسلمہ خلال، ابومسلم خراسانی، ابوعبداللہ اور یعقوب کی طرح افسوسناک انجام کا سامنا کرنا پڑا۔

برامکہ کا زوال:

۱۷ سال کی وزارت کے بعد ہارون نے اپنے ہاتھوں اس خاندان کو تباہ و برباد کر

دیا۔ محرم ۱۸۷ھ میں جعفر کو قتل کروا دیا۔ یحییٰ اور فضل کو قید میں ڈال دیا۔ ان کی جائیدادیں اور جاگیریں ضبط کر لیں۔ انہیں کوڑی کوڑی کا محتاج بنا دیا گیا۔ ان کی خواتین در در کی بھیک مانگنے پر مجبور کی گئیں۔

برامکہ کے زوال کے اسباب

۱۔ برامکہ کے عروج سے دوسرے سردار حسد کرنے لگے۔ وہ ہارون کو ان کے خلاف اکسانے لگے۔ شروع میں تو ہارون نے توجہ نہ دی۔ لیکن بعد میں برامکہ کے خلاف ہو گیا۔

۲۔ فضل بن ربیع ان کا جانی دشمن تھا۔ اس نے ہارون کو بہکایا کہ برامکہ کو اہل بیت سے عقیدت ہے۔ اور وہ اقتدار ان کو منتقل کرنا چاہتے ہیں۔

۳۔ برامکہ اقتدار پر مکمل طور پر چھا گئے تھے۔ خلیفہ کی حیثیت عملی طور پر ختم ہو گئی تھی۔ لوگ برامکہ کو سب کچھ سمجھنے لگے۔ اس سے بھی ہارون ان کے خلاف ہو گیا۔

۴۔ ہارون کی بیوی زبیدہ نے اپنے بیٹے امین کے لئے ولی عہدی کا پروانہ لے لیا تھا۔ زبیدہ ہارون کی چہیتی بیوی تھی۔ جعفر مامون کو ولی عہد بنانا چاہتا تھا۔ اس سے زبیدہ بھی جعفر کے سخت خلاف ہو گئی۔

۵۔ بعض مؤرخین جعفر اور ہارون کی بہن عباسہ کی شادی کا قصہ بیان کر کے اسے اس خاندان کی تباہی کا سبب قرار دیتے ہیں۔ مشہور مورخ طبری کے مطابق ''احمد بن زبیر نے مجھ سے بیان کیا اور میں گمان کرتا ہوں کہ اس نے اپنے چچا زاہر بن حرب سے سنا ہو گا کہ جعفر برمکی اور اس کے خاندان کی ہلاکت کا سبب یہ ہے۔ کہ خلیفہ ہارون الرشید کو وزیر جعفر اور اپنی بہن عباسہ کے بغیر ایک دم بھی صبر نہ آتا تھا۔ یہ دونوں رشید کی محفلوں میں

شریک ہوا کرتے تھے۔ رشید نے اس خیال سے کہ دونوں میری بزم میں ہمیشہ شریک ہوں۔ جعفر سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ عباسہ کا نکاح تمہارے ساتھ کروں تاکہ تم کو عباسہ کا دیکھنا شرعاً مباح ہو جائے اور تم دونوں بلاتکلف جمع ہوسکو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ میاں بیوی میں مقاربت نہ ہو۔ چنانچہ اس شرط پر نکاح ہوا، لیکن جب ہارون کو اپنی بیوی زبیدہ کی زبانی معلوم ہوا کہ عباسہ ایک بچے کی ماں ہے۔ جسے مکہ روانہ کر دیا گیا تھا۔ تو ہارون نے اس خاندان کو تباہ و برباد کر دیا۔ ''رئیس المورخین ابن خلدون نے اس واقعہ کی پرزور تردید کی ہے اور اسے محض افسانہ قرار دیا۔ مستند مورخ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب ''المعارف'' جعفر کے قتل کے ۸۰ سال بعد لکھی۔ ابن قتیبہ کے مطابق ''ہارون نے عباسہ کا پہلا نکاح محمد بن سلیمان سے کیا اور اس کی وفات کے بعد دوسرا نکاح ابراہیم بن صالح سے کیا (تحقیق مولانا عبدالرزاق کانپوری کتاب ''البرامکہ'') مولانا عبدالرزاق کانپوری نے بھی اپنی کتاب ''البرامکہ'' میں تحقیق سے یہ ثابت کیا کہ یہ بے بنیاد افسانہ تھا۔ رئیس احمد جعفری نے بھی اپنی کتاب ''فلسفہ ہارون الرشید'' میں اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ہارون الرشید کا شاندار دورِ حکومت

ہارون الرشید کا دورِ حکومت تاریخ اسلام کا شاندار دور کہلاتا ہے۔ اس زمانے میں خلافت اسلامیہ معاشرتی، علمی اور سیاسی لحاظ سے پورے عروج پر پہنچی۔ طاقت، دولت اور شان و شوکت میں دنیا کی کوئی دوسری مملکت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

ہارون کی خوش قسمتی یہ تھی کہ اسے ہر فن کے ماہر لوگ مل گئے۔ بغداد علم و ادب کا گہوارہ بن گیا۔ ہارون ایک ذہین اور بیدار مغز حکمران تھا۔ اس نے خلافت کے ڈھانچے کو ازسرنو منظم کیا۔ ہر شعبے سے خامیاں دور کیں۔ ہارون کو عوام کی تکالیف کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ رات کو بھیس بدل کر بغداد کی گلیوں میں گھوما کرتا تھا۔ تاکہ عوام کے حالات بذاتِ خود معلوم کر سکے۔ خلافت بظاہر اسلامی شریعت کے مطابق چل رہی تھی لیکن عملی طور پر امراء اور وزراء اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ہارون نے ان خامیوں کو دور کر کے اسلامی شریعت کو عملی طور پر نافذ کیا۔ غیر شرعی قوانین ختم کر دیئے گئے۔ اس دور میں بغداد دنیا کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور متمدن شہر تصور کیا جاتا تھا۔ شاندار محلات اور پرکشش عمارات کو دیکھ کر سیاح دنگ رہ جاتے تھے۔ قصر خلافت فن تعمیر کا بہترین نمونہ تھا۔ دجلہ کے دونوں کناروں پر خوبصورت باغات تھے۔ عظیم الشان مساجد بھی تعمیر کی گئیں۔ بغداد تجارتی لحاظ سے بھی بہت بڑا مرکز تھا۔ بری اور بحری راستوں سے تجارت ہوتی تھی۔ ہندوستان، چین، شام اور افریقہ کے تجارتی قافلے آتے رہتے تھے۔ ان کی رہائش کے لئے بہترین انتظامات موجود تھے۔ شاہراہیں محفوظ تھیں۔ ڈاکہ زنی کا نام و نشان نہ تھا۔ ہارون کے دور میں کچھ بغاوتیں بھی ہوئیں لیکن ان پر قابو پا لیا گیا۔ فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ اس سے ملکی آمدنی میں کافی اضافہ ہوا۔ بیت المال کو ازسرنو منظم کر کے محنتی اور دیانت دار لوگ بھرتی کئے گئے۔ ہارون نے مشہور عالم دین امام ابو یوسف سے ''کتاب الخراج'' لکھوائی۔ ہارون علم و فن کا بھی بڑا دلدادہ تھا۔ علماء کی بہت قدر کرتا تھا۔ ان پر لاکھوں درہم خرچ کئے جاتے تھے۔ دنیا بھر کے علماء بغداد آ کر آباد ہو گئے۔ بغداد کی درسگاہوں سے حاصل کردہ اسناد دنیا بھر میں عزت کی نگاہ

د۔ ہارون الرشید کا دور.........تھا۔ (انتشار کا، شاندار)

ہ۔ ہارون نے برامکہ کو اپنے ہاتھوں.........کیا۔ (آباد، برباد)

۶۔ مندرجہ ذیل خالی جگہیں پر کریں۔

الف۔ منصور کی وفات کے بعد.........تخت نشین ہوا۔

ب۔ مہدی نے.........کو جیلوں سے رہا کروایا۔

ج۔ زند کے معنی ہیں.........

د۔ ....کے کاتب حکم بن حاکم نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔

ہ۔ ....رومیوں کو شکست دے کر کافی مال غنیمت حاصل کیا۔

و۔ مصر کی بغاوت کو.........نے کچل دیا۔

ز۔ یعقوب بنیادی طور پر.........تھا۔

ح۔ مہدی کا دور دراصل.........کا دور تھا۔

ط۔ مہدی نے دریائے.........کے کنارے شاندار محل تعمیر کروایا۔

ی۔ عیسیٰ آباد میں نئی.........قائم کی گئی۔

گ۔ ہارون الرشید نے تقریباً.........سال حکومت کی۔

ل۔ ہارون نے اپنے اتالیق.........کو وزیر اعظم بنایا۔

م۔ قسطنطنیہ میں ملکہ.........حکمران تھی۔

ن۔ ....نے ہارون کو توہین آمیز خط لکھا۔

س۔ ہارون نے اپنی بیوی.........سے متاثر ہو کر غلط فیصلہ کیا۔

ع۔ برامکہ تقریباً.........سال تک برسر اقتدار رہے۔

ف۔ برامکہ کے.........کو قتل کر دیا گیا۔

ص۔ ....برامکہ کا جانی دشمن تھا۔

ق۔ ہارون روزانہ.........رکعت نفل پڑھتا تھا۔

ر۔ ....کے سامنے ہارون کے لئے پانی کا ایک پیالہ لایا گیا۔

محمد امین الرشید

۸۰۹ء تا ۸۱۳ء

تخت نشینی:

ہارون الرشید کی وصیت کے مطابق محمد امین خلیفہ بنا۔ امین ایک عیاش اور رنگین مزاج شخص تھا۔ ہر وقت عیش وعشرت میں ڈوبا رہتا۔ ہارون نے خراسان کا علاقہ مامون کے حوالے کر دیا تھا۔ مرتے وقت طوس میں ہارون نے وصیت بھی کی تھی۔ کہ اس کے ہمراہ جو فوج اور خزانہ ہے، مامون کے حوالے کر دیا جائے۔ فضل بن ربیع ایک چالاک اور مکار شخص تھا۔ وہ اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے عیاش اور نکمے شہزادے امین کو استعمال کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے فوج اور خزانہ خلافت وصیت امین کے حوالے کر دیا۔ دوسری طرف فضل بن سہل نے مامون کو مشورہ دیا کہ عوام کا دل ہر حالت میں جیتنا چاہیے۔ مامون نے اس مقصد کے لئے مختلف طریقے استعمال کئے اور عوام میں مقبول ہو گیا۔ فضل بن ربیع مامون سے بہت خائف تھا۔ اس نے مامون سے نجات حاصل کرنے کے لئے بہت سے منصوبے بنائے۔

ولی عہدی:

فضل بن ربیع نے امین کو مشورہ دیا کہ اپنے بھائیوں مامون اور موتمن کو ولی عہدی سے دستبردار ہونے پر مجبور کر کے اپنے بیٹے موسیٰ کی ولی عہدی کا اعلان کرے۔ موتمن

نے تو دستبرداری قبول کر لی لیکن مامون کو بہت رنج ہوا اور امین سے اپنا تعلق ختم کر لیا۔ امین نے مامون کو موسیٰ کی ولی عہدی منظور کرنے اور بغداد میں حاضر ہونے کا پیغام بھیجا، لیکن مامون نے دونوں باتوں کو مسترد کر دیا۔ اس طرح دونوں بھائیوں کے درمیان اختلاف کی خلیج بڑھتی گئی۔

امین اور مامون کے درمیان خانہ جنگی:

امین نے مامون کے خلاف اپنے جرنیل علی بن عیسیٰ کو پچاس ہزار کا لشکر دے کر خراسان روانہ کیا۔ امین کی والدہ زبیدہ نے علی بن عیسیٰ کو چاندی کی زنجیر دی تاکہ مامون کو قید کر کے اس زنجیر میں جکڑ کر لایا جائے۔ مامون نے ان کے مقابلے میں اپنے جرنیل طاہر بن حسین کو روانہ کیا۔ طاہر نے رے کے قریب ڈیرے ڈال دیئے۔ علی بن عیسیٰ بہت مغرور تھا۔ چونکہ طاہر مامون کا غلام تھا اس لئے وہ اسے کوئی اہمیت نہیں دے رہا تھا لیکن جب مقابلہ ہوا تو علی مارا گیا اور طاہر کو فتح حاصل ہوئی۔ امین نے فضل کے مشورے سے عبدالرحمان کو بیس ہزار فوج دے کر روانہ کیا لیکن اسے شکست ہوئی اور اس نے خود کو طاہر کے حوالے کیا۔ طاہر نے اسے معاف کر دیا۔ امین نے اسد بن یزید، احمد بن فرید اور عبداللہ بن قحطہ کو بیس ہزار فوج دے کر طاہر کے مقابلہ پر روانہ کیا، لیکن ان جرنیلوں میں آپس میں پھوٹ پڑ گئی اور یہ لڑے بغیر واپس ہو گئے۔ طاہر نے بعد میں محمد بن یزید کو شکست دے کر اہواز پر قبضہ کر لیا۔

بغداد کا محاصرہ:

بصرہ اور موصل فتح کرنے کے بعد طاہر مدائن کی طرف بڑھا۔ بغداد کے قریب نہر صرصر کے کنارے ڈیرے ڈال دیئے۔ بغداد کی حالت اتنی خراب ہو چکی تھی کہ

بہت سے امراء شہر چھوڑ کر طاہر سے مل گئے۔ عجمی فوج کے سردار حسین بن علی نے امین کو خلافت سے معزول کر دیا۔ لیکن اہل بغداد امین کی معزولی پر افسوس کرنے لگے۔ انہوں نے حسین کو قتل کر کے امین کو دوبارہ تخت پر بٹھایا۔ مختلف جھڑپوں میں طاہر کی فوجوں سے شکست کھانے کے بعد امین نے مامون کے جرنیل ہرثمہ سے پناہ مانگی۔ طاہر نے سوچا کہ بغداد کی فتح ہرثمہ سے منسوب ہو جائے گی۔ اس لئے اس نے مامون کو محل سے نکلتے ہی اپنے آدمیوں سے قتل کروا دیا۔ اس طرح محرم ۱۹۸ھ میں بغداد پر مامون کا مکمل قبضہ ہو گیا۔

مامون الرشید

۸۱۳ء تا ۸۳۳ء

تخت نشینی:

اپنے بھائی امین کے قتل کے بعد مامون محرم ۱۹۸ھ میں تخت نشین ہوا۔ مامون کی تربیت جعفر نے کی تھی۔ اس کو علوم سے دلی لگاؤ تھا۔ اس کے دور کی علمی ترقی خصوصی طور پر مشہور ہے۔ مامون کو تخت فضل بن سہل کی کوششوں سے ملا تھا۔ اس لئے مامون نے اسے وزیر اعظم بنا دیا۔ بلکہ حکومت کے سارے اختیارات اسی کے پاس تھے۔ فضل چاہتا تھا کہ وہ ہمیشہ برسر اقتدار رہے۔ چنانچہ اس نے خلیفہ کو مشورہ دیا کہ بغداد کی بجائے مرو کو ہی دارالخلافہ رہنے دیا جائے۔ مامون نے تجویز مان لی اور ۸۱۳ء سے ۸۱۹ء تک مرو دارالخلافہ رہا۔ اس دوران بغداد

میں مخالفین کو پھلنے پھولنے کا سنہری موقع مل گیا۔ چنانچہ جگہ جگہ بغاوتیں ہونے لگیں۔ لیکن فضل نے مامون کو ہمیشہ حقیقی صورتحال سے بے خبر رکھا۔ مامون سمجھتا رہا کہ ملک میں مکمل طور پر امن و امان ہے۔

مامون الرشید کا پہلا دور (مرو میں)

طاہر کے خلاف فوج کی بغاوت:

طاہر کی فوج نے بغداد کی فتح کے بعد تنخواہوں میں اضافہ کے لئے بغاوت کر دی لیکن جلد ہی فوج کے سرداروں نے خود ہی معافی مانگ لی اور بغاوت ختم ہو گئی۔

نصر بن شیث کی بغاوت:

امین کو عربوں کی مدد حاصل تھی۔ حلب کے عرب سردار نصر بن شیث نے دوسرے عرب سرداروں کو ملا کر بغاوت کر دی۔ فضل بن سہل نے طاہر کو اس کے مقابلے پر روانہ کیا لیکن اسے شکست ہوئی۔ نصر نے صوبہ جزیرہ کے علاقے کو فتح کر لیا۔ اہل بیت بھی نصر سے مل گئے۔ نصر تقریباً گیارہ سال باغی رہا۔ آخر طاہر کے بیٹے عبداللہ نے اسے شکست دی اور مامون کے پاس بغداد روانہ کیا۔ مامون نے اسے مدینۃ المنصور میں نظر بند کر دیا۔

محمد بن ابراہیم کی بغاوت اور قتل:

۸۱۴ء میں ایک علوی بزرگ محمد بن ابراہیم نے عباسیوں کے خلاف سرگرمیاں

شروع کر دیں۔ آپ ابن طباطبا کے نام سے مشہور تھے۔ آپ نے خلافت کا اعلان کر دیا۔ ہرثمہ کا ایک فوجی سردار ابولرایا ان کے ساتھ مل گیا۔ ابوالرایا کی مدد سے کوفہ اور دوسرے علاقوں پر ان کا قبضہ ہوگیا۔ ابوالرایا نے اسے زہر دے کر اس کے کم عمر بیٹے محمد بن محمد کو امام بنا لیا اور خود سفید و سیاہ کا مالک بن بیٹھا۔ ہرثمہ نے ابوالرایا کو شکست دے کر پکڑ لیا اور حسن بن سہل نے جلولا کے مقام پر اسے قتل کر ڈالا۔

مکہ پر اہل بیت کا قبضہ:

ابوالرایا نے اپنے دورِ اقتدار میں حسین بن حسن الافطس کو مکہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ عباسی سردار اسحاق اور ہرثمہ کے فوجی سرداروں نے حملہ کر کے اسے شکست دی اور مکہ پر عباسیوں کا قبضہ دوبارہ بحال ہوگیا۔

ہرثمہ کا قتل:

مامون کے وزیر اعظم فضل بن سہل اور اس کے بھائی حسن بن سہل عملاً حکومت کے سیاہ و سفید کے مالک بن بیٹھے تھے۔ وہ مامون سے ملک کے اصل حالات چھپا رہے تھے۔ اس کی سازشوں سے تنگ آ کر ہرثمہ نے خلیفہ کو حقیقی حالات سے مطلع کرنے کا ارادہ کیا۔ جب فضل کو پتہ چلا تو اسے مرو سے دور رکھنے کے لئے اس کے حق میں مامون سے حجاز اور شام کی گورنری کا پروانہ جاری کروا دیا، لیکن ہرثمہ خلیفہ سے ملاقات کرنے کی کوشش میں تھا۔ فضل نے مامون کو اس کے خلاف اکسایا کہ ہرثمہ اہل بیت کو خلافت دلانا چاہتا ہے۔ چنانچہ مامون نے ہرثمہ کی ایک بات نہ سنی اور اسے جیل میں ڈال دیا۔ فضل نے اسے جیل میں چپکے سے قتل کروا کر مشہور کر دیا کہ وہ فوت ہوگیا ہے۔ جب ہرثمہ کے قتل کی خبر بغداد پہنچی تو اہل بغداد نے بغاوت کر کے ابراہیم بن مہدی کو خلیفہ مقرر کر لیا۔

مامون کی حالات سے آگاہی اور بغداد روانگی:

مامون شیعان علی کے امام علی رضا سے بہت متاثر ہوا اور اپنی بیٹی کی شادی ان سے کرا دی۔ امام علی رضا نے مامون کو بغداد کی صحیح صورتحال سے آگاہ کر دیا۔ مامون نے حقیقت کو تسلیم کر لیا کہ اگر طاہر اور ہرثمہ عراق میں موجود ہوتے تو حالات اتنے بدتر نہ ہوتے۔ مامون اپنے وزیر افضل کو معزول کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ کام آسان نہ تھا۔ اس لئے مامون نے خراسان سے بغداد روانگی کا حکم دیا اور راستے میں فضل کو مروا دیا۔ طوس کے مقام پر باپ کی قبر پر فاتحہ پڑھی۔ اس مقام پر علی رضا کا انتقال ہو گیا۔ مامون طوس سے نہروان پہنچا۔ بغداد کے امراء اور فوجی سرداروں نے استقبال کیا۔ طاہر کو جزیرہ کی امارت دی گئی۔ ۱۶ صفر ۲۰۴ھ کو مامون بغداد میں داخل ہوا اور اس کے اصل دور خلافت کا آغاز ہوا۔ بغداد سے طویل عرصہ تک باہر خلیفہ رہنے کی وجہ سے یہاں مامون کے وزیر اعظم فضل بن سہل کی مدد اور حمایت سے ابراہیم بن مہدی ''خلیفہ'' بن بیٹھا تھا۔ مامون کی آمد کا سن کر ابراہیم بغداد سے روپوش ہوگیا۔

مامون کا دوسرا دور (بغداد میں)

ابراہیم کے چند ساتھیوں نے سازش کی کہ مامون کی فوج بغداد میں داخل ہونے کے لئے پل پر سے گزرے تو پل اڑا دیا جائے لیکن یہ سازش ناکام ہوگئی۔ ابراہیم بھاگنا چاہتا تھا لیکن پکڑا گیا۔ مامون نے اسے معاف کر دیا۔

بابک خرمی کی بغاوت:

زمانہ قبل از اسلام میں مزدک نامی شخص نے اشتراکت سے ملتا جلتا ایک نیا مذہب پیش کیا۔ اس کے پیروکار جاویدان نے تناسخ کو بھی اس میں شامل کر لیا۔ جاویدان کی وفات کے بعد بابک خرمی نے دعویٰ کیا کہ جاویدان کی روح اس میں در آئی ہے۔ بابک نے جاویدان کی بیوہ سے شادی کر کے سیاسی اقتدار کے لئے کوششیں شروع کر دیں۔ کافی لوگ اس کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ مامون نے کئی مہمات روانہ کیں، لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر معتصم نے بابک کو ساتھیوں سمیت سولی پر چڑھا دیا۔

دولت زیادیہ:

یمن میں شیعان علی اکثر بغاوتیں کرتے رہتے تھے۔ مامون نے محمد بن ابراہیم زیاد کو یمن کا گورنر مقرر کیا۔ اس نے امن و امان قائم کر کے دولت زیادیہ کی بنیاد ڈالی۔ یہ لوگ کئی پشتوں تک برسر اقتدار رہے۔ ان کا خلافت سے برائے نام رابطہ رہا۔

دولت طاہریہ:

طاہر مامون کا غلام تھا۔ بعد میں جرنیل بنا۔ مامون کو امین کا قتل ہمیشہ یاد رہتا تھا۔ طاہر کو خراسان کا مستقل گورنر مقرر کیا۔ طاہر نے دولت طاہریہ کی بنیاد ڈالی جو صرف زبانی جمع خرچ کے طور پر خلیفہ کی اطاعت کا دم بھرتی تھی۔

رومیوں کے ساتھ جنگیں:

ہارون نے مسلسل حملوں سے رومیوں کی طاقت کچل دی تھی، لیکن خلافت کے اندر خانہ جنگیوں سے فائدہ اٹھا کر رومیوں نے دوبارہ حملے شروع کر دیئے۔ مامون

نے اسحاق بن ابراہیم کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود رومی علاقوں پر حملے کئے اور ان کے کئی اہم قلعے فتح کئے۔ مامون جب واپس شام پہنچا تو قیصر روم نے تباہی مچا دی۔ مامون نے ۲۱۷ھ میں دوبارہ حملے کر کے لولوہ کا قلعہ بھی فتح کر لیا۔

وزارت:

مامون کا پہلا وزیر فضل بن سہل تھا۔ فضل بڑا عالم فاضل اور ایک ماہر سیاست دان تھا۔ لیکن مامون کو حالات سے بے خبر رکھ کر فضل خود اقتدار پر چھایا رہا۔ مامون نے سرخس کے مقام پر ایک حمام میں نہاتے وقت اسے قتل کروا دیا۔ فضل کے بعد اس کے بھائی حسن بن سہل کو وزیر مقرر کیا اور اس کی خوبصورت بیٹی بوران سے انتہائی دھوم دھام سے تاریخی شادی کی۔ حسن کا دماغی توازن خراب ہو گیا اور اسی حالت میں چل بسا۔ حسن کے بعد احمد وزیر مقرر ہوا لیکن اس نے ۲۱۱ھ میں وفات پائی۔ یہ بہت نیک انسان تھا۔ احمد کے بعد ابن یوسف وزیر بنے۔ ابن یوسف بڑے عالم فاضل تھے لیکن حاسد درباریوں نے اسے معزول کروا کر پٹوایا۔ اسی صدمے سے اس نے وفات پائی۔ مامون کا آخری وزیر ابن یزداد تھا جو مامون کی وفات تک اپنے عہدے پر فائز رہا۔

وفات:

۲۱۸ھ میں مامون چوتھی بار رومیوں کے خلاف حملے کیلئے روانہ ہوا لیکن راستے میں سرطوس کے مقام پر چند دن بیمار رہنے کے بعد اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔

مامون کا سنہری دور اور علمی و ادبی سرگرمیاں

اس دور میں کہانیوں کی مشہور کتاب ''کلیلہ ودمنہ'' کا فارسی سے عربی میں ترجمہ ہوا۔ یہ سبق آموز کہانیوں کی کتاب ہے۔ قیصر روم نے مامون کو کتابیں روانہ کرنے سے پہلے اپنے مذہبی پیشواؤں سے رائے لی۔ سب نے متفقہ طور پر کہا یہ کتابیں بھیجنا ثواب کا کام ہے۔ کیونکہ یہ مذہب کی بنیادیں ہلا دیتی ہیں اور کفر والحاد کو پھیلاتی ہیں۔

عباسی دور کے ابتداء میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں کا ظہور ہوا، جنہوں نے علم حدیث، علم فقہ، علم تفسیر اور اجتہاد میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ منصور نے پہلی دفعہ دارالترجمہ قائم کیا۔ یونانی فلاسفروں بقراط اور جالینوس وغیرہ کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ ہارون نے اسے بیت الحکمت میں تبدیل کر کے مستقل محکمہ بنا دیا۔ ہزاروں کتابوں کے عربی میں ترجمے کرائے۔ مامون کی تربیت جعفر جیسے عالم فاضل شخص نے کی تھی اس لئے اسے علم وفضل سے دلی لگاؤ تھا۔ مامون کو تفسیر، فقہ، ادب، شاعری، نجوم، ریاضی، فلسفہ اور منطق میں خوب مہارت حاصل تھی۔ عالموں اور فاضلوں کی بہت قدر کرتا تھا۔ اس نے قیصر روم سے متعدد کتابیں منگوائیں۔ سقراط، ارسطو، بقراط، افلاطون، جالینوس، اقلیدس اور بطلیموس کی کتابوں کے عربی میں ترجمے کرائے، گھر گھر فلسفہ اور منطق پر بحث ہونے لگی۔ مشہور مترجم درج ذیل تھے۔

ا۔ یعقوب بن اسحاق:

اسے اپنی نادر کتابوں اور اعلیٰ علم کی وجہ سے فیلسوف عرب کا خطاب دیا گیا۔

۲۔ حنین بن اسحاق:

یہ ایک عیسائی طبیب تھا۔ اسے یونانی، عربی اور شامی زبان پر عبور حاصل تھا۔ اس نے بے شمار کتابوں کا ترجمہ عربی میں کیا۔

۳۔ قسطا:

یہ بھی ایک عیسائی عالم تھا۔ جسے ریاضی، ہندسہ، منطق، طب اور نجوم پر عبور حاصل تھا۔ اس نے بھی کئی یونانی کتب کا عربی میں ترجمہ کیا۔

۴۔ عمر بن فرحان طبری:

یہ علم ہیئت اور علم نجوم کا ماہر تھا۔ فلسفیانہ مسائل کو سلجھانے میں خصوصی مہارت حاصل تھی۔ مامون کے طبیب خاص جبرائیل نے بھی علم طب پر کافی کتابیں تحریر کیں۔

رصدگاہ کا قیام:

مامون کے دور میں علم ہیئت نے بہت ترقی کی۔ مامون نے اسد بن علی، خالد بن عبدالملک اور یحییٰ بن منصور جیسے ماہرین ہیئت کو بلا کر بطلیموس کے طریقے کے مطابق شماسیہ میں دنیائے اسلام کی پہلی رصدگاہ قائم کی جس میں سورج، چاند اور سیاروں پر تحقیقات کی جاتی تھیں۔ اس کے مہتمم اعلیٰ یحییٰ بن منصور تھے۔ یہ رصد مامونی کے نام سے مشہور تھی۔

کرہ ارض کی پیمائش اور دوربین کی ایجاد:

مامون کو ہیئت سے دلچسپی تھی۔ اس نے پڑھا تھا کہ زمین کا محیط ۲۴ ہزار میل

ہے۔ اس نے ماہرین سے اس کی تصدیق کروائی۔ ابوالحسن نامی ہیئت دان نے دُوربین ایجاد کی جو اس دور میں ہیئت کا بڑا کارنامہ تھا۔

سیرتِ مامون:

مامون کو علم و فضل، تدبر، انصاف، بہادری، سادگی میں اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ مامون کو قرآن، تفسیر، فلسفہ، طب، ریاضی، نجوم، ادب و شعر میں کمال حاصل تھا۔

عدل و انصاف:

مامون عدل و انصاف کا مجسمہ تھا۔ مامون کا دور عدل کے لئے بہت مشہور تھا۔ انصاف کے سلسلے میں کسی کے عہدے، رتبے، نسب، دولت اور رسوخ وغیرہ کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا تھا۔ شاہی خاندان کے افراد اور عام آدمی میں کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا تھا۔ ایک دفعہ ایک بڑھیا نے مامون کے بیٹے کے خلاف شکایت کی۔ مامون نے بڑھیا کے حق میں فیصلہ دیا۔ مامون عمال اور حکام پر کڑی نظر رکھتا تھا۔ اگر کوئی عوام کے ساتھ زیادتی کرتا تو اسے سخت سزا دی جاتی تھی۔

تحمل و عفو:

مامون نرم مزاج اور متحمل مزاج حکمران تھا۔ اپنے دشمن کو بھی معاف کر دیتا تھا۔ ابراہیم بن مہدی اور حسن بن ضحاک کو معاف کر دیا۔

سادگی اور عاجزی:

مامون کی طبیعت میں سادگی اور عاجزی تھی۔ اگر کوئی غلام سویا ہوا ہوتا تو اسے جگاتا نہیں تھا۔ بلکہ کام اپنے ہاتھوں سے کر دیتا تھا۔

سخاوت:

مامون سخاوت کے لئے بہت مشہور تھا۔ کوئی سوالی اس کے در سے خالی نہیں جاتا تھا۔ محتاجوں اور غریبوں میں اشرفیاں تقسیم کرتا تھا۔

ذاتی زندگی:

ایک طرف مامون عیش و عشرت کی محفلوں میں ڈوبا رہتا تھا۔ رقص و سرور کی محفلیں گرم رہتی تھیں۔ حسین و جمیل دوشیزائیں محفل کی رونق بڑھاتی تھیں۔ دوسری طرف مامون حافظ قرآن تھا۔ رمضان میں تیس مرتبہ قرآن پاک کا ختم کرتا تھا۔ ہر وقت عبادت میں مصروف رہتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے انتہائی عقیدت تھی۔ فلسفے نے اس کے عقائد پر گہرے نقوش چھوڑے تھے۔

مشقی سوالات

۱۔ خلیفہ مامون کے عہد میں مسلمانوں کی علمی و ادبی سرگرمیوں کا مفصل حال لکھیں۔

۲۔ مامون کے دور کے چیدہ چیدہ واقعات تحریر کریں۔

۳۔ خالی جگہیں پر کریں۔

الف: ہارون الرشید کی وصیت کے مطابق ...... کی تخت نشینی ہوئی۔

ب: فضل بن ربیع ایک ...... شخص تھا۔

ج: امین نے مامون کے خلاف اپنے جرنیل ...... کا لشکر دے کر روانہ کیا۔

د: مامون اپنے بھائی ...... کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔

۴۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگایئے۔

الف: مامون نے اپنا وزیر اعظم .... کو بنایا۔
(فضل بن ربیع، فضل بن سہل، عبدالبرہان)

ب: .... اپنی نادر کتابوں اور اعلیٰ علم کی وجہ سے فیلسوف عرب کہلاتا ہے۔
(یعقوب بن اسحاق، حسین بن اسحاق، قسطا

ج: .... نے امین کو مشورہ دیا کہ مامون اور موتمن کو دستبردار کرے۔
(طاہر بن حسین، فضل بن ربیع، علی بن عیسیٰ)

د: .... مامون کا غلام تھا۔ (طاہر، علی، عیسیٰ)

ہ: اہل بغداد نے .... کا قتل کر دیا۔ (احمد، برہان، حسین)

و: .... نے مامون کی تربیت کی تھی۔ (فضل، یحییٰ، جعفر)

ز: .... کو مامون نے جیل میں ڈال دیا۔ (ہرثمہ، طاہر، اسحاق)

ح: مامون نے اپنی بیٹی کی شادی .... کرا دی۔ (امام رضا سے، فضل سے، ابراہیم سے

باب 4:

ابو اسحاق محمد بن ہارون معتصم باللہ

۸۳۳ء تا ۸۴۲ء

مامون نے مرتے وقت اپنے بھائی محمد بن ہارون کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ اگرچہ اس کا اپنا بیٹا عباس بن مامون اعلیٰ درجہ کا فوجی جرنیل تھا، لیکن مامون نے حکومت کے لئے محمد کو ہی منتخب کیا۔ فوج نے بھی عباس کو ولی عہد بنانا چاہا، لیکن عباس نے باپ کی وصیت کا لحاظ رکھتے ہوئے معتصم باللہ کی بیعت کر لی۔

بابک خرمی کا خاتمہ:

بابک کی سرگرمیاں مامون کے دور سے شروع ہو چکی تھیں۔ معتصم کے جرنیل افشین نے اسے گرفتار کر کے خلیفہ کے سامنے پیش کیا۔ خلیفہ نے اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر قتل کروا دیا۔ اس کے بھائی عبداللہ کو بھی بغداد میں پھانسی دی گئی۔

بغاوتیں:

مازیار والی طبرستان نے بغاوت کی۔ مسعودی کے بیان کے مطابق معتصم کے جرنیل افشین جو کہ اس کا ہم مذہب تھا نے اسے بغاوت پر اکسایا تھا۔ اس کے اپنے ہی رشتہ داروں نے اسے معتصم کے حوالے کیا۔ معتصم نے اسے کوڑوں کی سزا دی۔ وہ اسی صدمے سے مر گیا۔ اس کے آدمیوں نے اس کے بھائی نوہیار کو بھی قتل کر دیا۔

منکجور کی بغاوت:

آذربائیجان کے قائم مقام حاکم منکجور نے بغاوت کی۔ منکجور کی فوجوں نے اسے شکست دی اور اس کے اپنے ساتھیوں نے اسے گرفتار کر کے خلیفہ کے حوالے کر دیا۔ خلیفہ نے اسے قید کر لیا۔

افشین کا قتل:

مسعودی کے بیان کے مطابق معتصم کی مخالفت کی ایک وجہ اس کا قومی تعصب بھی تھا۔ کیونکہ وہ اپنے آبائی مذہب پر قائم تھا۔ افشین نے جب دیکھا کہ خلیفہ اس کے خلاف ہو گیا۔ تو اس نے خلیفہ کو ساتھیوں سمیت زہر دینے کا منصوبہ بنایا لیکن وقت سے پہلے ہی راز فاش ہو گیا۔ خلیفہ نے افشین کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور جیل میں ہی ۲۲۶ھ میں قتل کروا دیا۔

ترکوں کا فوج میں شامل ہونا:

معتصم نے ترکوں کو ان کی بے مثال بہادری کی وجہ سے اپنی فوج میں شامل کیا۔ ان کے لئے علیحدہ چھاؤنی تعمیر کروائی اور کئی ترک سرداروں کو فوج میں سپہ سالار بنایا۔ ان میں افشین، ایتاخ اور اشناس وغیرہ شامل تھے۔

عموریہ کی فتح:

توفیل بے میخائل نے مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے۔ ان میں خواتین بھی شامل تھیں۔ ان عورتوں میں ایک ہاشمی خاتون بھی تھی۔ اس نے کہا ''اے معتصم ہماری مدد کر''، معتصم کو یہ خبر اس وقت ملی جب وہ دربار میں بیٹھا تھا۔ اس نے

فوراً تیاری کا حکم دیا۔ عموریہ رومیوں کا سب سے بڑا شہر تھا۔ اس کا قلعہ بہت مضبوط تھا۔ قیصر روم نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ انگولا فتح کرنے کے بعد معتصم عموریہ کی طرف بڑھا اور سخت مقابلے کے بعد کامیابی حاصل کی۔ اپنی فوج کو قتل عام سے سختی سے منع کیا۔ کافی مال غنیمت حاصل ہوا۔

وزارت:

معتصم کو لکھنے پڑھنے کا شوق نہیں تھا۔ اس کے وزیر بھی ایسے ہی تھے۔ پہلا وزیر فضل بن مروان عیاش اور نااہل تھا۔ خلیفہ نے اُسے معزول کر کے احمد بن عمار کو وزارت سونپی، وہ بھی وزارت کے لئے نااہل ثابت ہوا۔ اس کو برطرف کر کے محمد بن عبدالملک الذیات کو وزیر بنایا گیا۔ وہ واثق کے دور میں بھی وزیر رہا تھا۔ لیکن متوکل نے ناراض ہو کر اسے تنور میں ڈال کر ہلاک کر دیا۔

وفات:

چند دن بیمار رہنے کے بعد معتصم نے محرم ۲۲۷ھ میں وفات پائی۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا واثق باللہ تخت نشین ہوا۔

ابوجعفر ہارون واثق باللہ

۸۴۲ء تا ۸۴۷ء

معتصم کی وفات کے بعد اس کا بیٹا واثق باللہ تخت نشین ہوا۔ اسے علم و فن سے بہت لگاؤ تھا۔ شاعری خطابت اور موسیقی میں کافی مہارت حاصل تھی۔ اس نے ترکوں کو بڑے بڑے عہدے دینے شروع کر دیئے۔ اشناس کو نائب السلطنت

بنا دیا۔ نیابت سلطانی کا عہدہ قائم کیا۔

احمد بن نصر کا قتل:

واثق معتزلہ عقائد کا حامی تھا۔ احمد بن نصر نے امام مالک سے تعلیم حاصل کی تھی۔ اس نے واثق کی مخالفت شروع کر دی۔ خلیفہ نے اسے دربار میں بلا کر اس کے عقائد پر بحث کی اور پھر تلوار سے احمد بن نصر کا سر قلم کر دیا۔

بغاوتیں:

واثق کے دور میں خوارج اور دوسرے عرب قبائل نے بغاوتیں کیں لیکن اُس نے ترکوں کے ذریعے ان بغاوتوں کو کچل دیا۔

وفات:

واثق باللہ نے ۲۳۳ھ میں وفات پائی۔

جعفر معتصم بن متوکل علی اللہ

۸۴۷ء تا ۸۶۱ء

واثق نے کسی کو اپنا ولی عہد مقرر نہیں کیا تھا۔ وزیر اعظم محمد بن زیارت کا خیال تھا کہ واثق کے بیٹے محمد کو جانشین بنایا جائے لیکن وزراء، امراء اور فوجی جرنیلوں نے سخت مخالفت کی۔ چنانچہ واثق کے بھائی متوکل کو خلیفہ بنایا گیا۔ متوکل کا دور خوشحالی اور امن و امان کا دور تھا۔ متوکل ذاتی طور پر بہت عیاش تھا۔ عیش و عشرت کی محفلوں میں شامل ہونا اس کا معمول تھا، لیکن اس کا بڑا کارنامہ خلق قرآن کے فتنے کو ختم کرنا

ہے۔ اس نے مباحثوں اور مناظروں پر سخت پابندی لگا دی۔ لوگوں نے اسے محافظ سنت کہنا شروع کر دیا۔

محمد بن عبدالملک الزیات کا قتل:

واثق کے دور حکومت میں ابن زیات نے متوکل پر کافی زیادتیاں کی تھیں۔ اس کے ساتھ کئی بار توہین آمیز سلوک بھی کیا۔ چنانچہ متوکل نے خلیفہ بنتے ہی اسے قید کروا دیا اور بعد میں اسے لوہے کے اسی تنور میں ڈال دیا جس میں وہ لوگوں کو سزا دیا کرتا تھا۔ اسی تنور میں اس نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔

ایتاخ کا قتل:

متوکل ترکوں کے اقتدار سے تنگ آ چکا تھا۔ اس نے ان کے اقتدار کو ختم کرنا چاہا۔ چنانچہ ایتاخ اور اس کے بیٹوں کو قید کروا کر قتل کر دیا۔

بغاوتیں:

ابن بعث نے بغاوت کی۔ اس کے خلاف کئی سرداروں کو فوج دے کر روانہ کیا، لیکن کامیابی نہ ہوئی آخر ترک سردار بغا نے اسے گرفتار کر لیا۔ ابن بعث ایک ماہ بعد مر گیا۔ آرمینیا میں بھی بغاوت ہوئی لیکن اسے دبا دیا گیا۔

مدعی نبوت:

محمود بن فرج نیشا پوری نے نبوت کا دعویٰ کیا وہ اپنے آپ کو ذوالقرنین کہتا تھا۔ اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔

فتوحات:

رومی حملوں کے جواب میں متوکل نے کئی مہمات روانہ کیں۔ عیسائیوں کے سرحدی مقامات پر حملے کئے گئے۔ قصریانہ فتح کیا گیا۔

زوال کا آغاز:

متوکل کے دورِ حکومت میں بظاہر حالات اچھے نظر آتے تھے، لیکن درحقیقت زوال کا آغاز شروع ہو گیا تھا۔ اس کی بڑی وجہ ترکوں کا اقتدار تھا۔ خلیفہ مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔ نتیجتاً ان کا اثر دوسرے لوگوں پر بھی پڑنے لگا۔ اس طرح عباسی حکومت دن بدن کمزور سے کمزور ہوتی گئی۔ خودمختار ریاستوں کی ابتداء بھی اس کے دور میں شروع ہوئی۔

متوکل کا قتل:

متوکل نے اپنے تین بیٹوں منتصر، معتز اور معتمد کو یکے بعد دیگرے اپنا جانشین مقرر کیا۔ لیکن متوکل معتز کی ماں سے بہت محبت کرتا تھا۔ چنانچہ نامزدگی کے بعد اس نے معتز کو پہلا نمبر دینا چاہا۔ متوکل نے منتصر اور اس کے حمایتی ترک سرداروں کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ لیکن یہ سازش ناکام ہو گئی۔ چنانچہ ترک سردار بغا نے قصرِ خلافت میں داخل ہو کر متوکل کو قتل کر دیا۔ اس کا قتل ۴ شوال ۲۴۷ھ میں ہوا۔

مشقی سوالات

۱۔ محمد بن ہارون کے دورِ حکومت کے چیدہ چیدہ واقعات سپردِ قلم کریں۔

۲۔ متوکل کے دورِ حکومت پر مختصر نوٹ لکھیں۔

۳۔ درست جواب پر (✓) نشان لگائیے:

الف: مامون نے مرتے وقت ولی عہد مقرر کیا۔ (عباس بن مامون، محمد بن ہارون)

ب: افشین ان کے دورِ حکومت کا فوجی جرنیل تھا۔ (محمد بن ہارون، متوکل)

ج: بابک خرمی کو قتل کروا دیا۔ (واثق باللہ نے، محمد بن ہارون نے)

د: محمد بن ہارون کو زہر دینے کا منصوبہ بنایا۔ (منکجور، افشین)

ہ: احمد بن نصر کا سر قلم کر دیا گیا۔ (واثق باللہ کے دور میں، متوکل کے دور میں)

و: ترک سردار بغا نے قتل کر دیا۔ (واثق باللہ کو، متوکل کو)

باب:5

محمد بن جعفر منتصر باللہ

۸۶۱ء تا ۸۶۲ء

متوکل کے قتل کے بعد ترکوں نے اپنی مرضی کے مطابق منتصر باللہ کو خلیفہ بنا دیا۔ امراء، وزراء اور دوسرے لوگوں سے بیعت لی گئی۔ اس کا دور خلافت بہت مختصر تھا۔ وہ تقریباً چھ ماہ برسر اقتدار رہا لیکن اس کے دور میں کچھ فتوحات بھی ہوئیں۔

وفات:

برسر اقتدار آنے کے چھ ماہ بعد منتصر بیمار ہو گیا، اور اس بیماری میں تین دن مبتلا رہنے کے بعد وفات پائی۔

منتصر کے بعد معتصم کا پوتا مستعین باللہ تخت نشین ہوا۔ وہ ۸۶۲ء تا ۸۶۵ء تک حکمران رہا۔ اس نے ترکوں کی سرپرستی قبول کر لی تھی۔ معتز اور موید کو نظر بند کر دیا گیا۔ بغداد میں بغاوت ہوئی لیکن ترک سرداروں بغا، آتاش اور وصیف نے اس بغاوت کو سختی سے کچل ڈالا۔ بعد میں ان ترک سرداروں میں بھی آپس میں پھوٹ پڑ گئی۔ اتامش اور بغا قتل کر دیئے گئے۔

مستعین اور معتز کے درمیان کشمکش:

مستعین سامرا سے بغداد آ چکا تھا۔ ترکوں نے معتز کو آزاد کر کے اس کی بیعت شروع کر دی۔ آخر کار مستعین خلافت سے دستبردار ہو گیا۔ یہ واقعہ محرم ۲۵۲ھ میں ہوا۔

مستعین کو نظر بند کر دیا گیا، اور وہ اس نظر بندی میں فوت ہو گیا۔ بعض روایات کے مطابق اسے قتل کر دیا گیا۔

ابو عبداللہ محمد بن جعفر معتز باللہ

۸۶۵ء تا ۸۶۹ء

معاہدے کے مطابق معتز باللہ تخت نشین ہوا اور اس کی بیعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ اکثریت نے اس کی بیعت کر لی لیکن کئی والیوں نے بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ ان کے ساتھ جھڑپیں ہوتی رہیں۔ ان میں فلسطین، مصر، شام اور اصفہان کے والی سرفہرست تھے۔

بغداد میں فوج کی بغاوت:

ملک کی سیاسی حالت خراب ہونے کی وجہ سے خزانہ خالی ہو گیا تھا۔ اس لئے فوج کو کئی ماہ تک تنخواہ نہ دی جا سکی۔ فوج نے بغاوت کر دی لیکن آخر کار ان کو منتشر کر دیا گیا۔ اور حالات پر قابو پا لیا گیا۔

خارجی سردار مسادر کی بغاوت:

خارجی سردار مسادر نے بغاوت کر دی۔ اس کے مقابلے کے لئے مہمات روانہ کی گئیں لیکن کامیابی نہ ہوئی اور مسادر مزید کامیابیاں حاصل کرتا گیا۔

صفاری حکومت کا قیام:

خلیفہ ترکوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ ترک اقتدار پر چھائے ہوئے تھے۔ صفاریوں نے سیستان اور ایران کے علاقوں پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔

بغا کا قتل:

معتز اور بغا کے درمیان کشیدگی دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کو ختم کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ آخر کار بغا خفیہ طور پر بغداد چلا گیا۔ لیکن وہاں پہرہ داروں نے اسے پکڑ لیا اور معتز نے اسے قتل کروا دیا۔

معتز کی معزولی:

انتشار کی وجہ سے حکومت کا خزانہ خالی ہو چکا تھا۔ فوج کو تنخواہ نہیں مل رہی تھی۔ ترک فوج نے بغاوت کر دی۔ خلیفہ کو محل سے نکال کر رسوا کیا گیا۔ باغی ترکوں نے معتز کو معزول کر کے محمد بن واثق کو خلیفہ بنا دیا۔ معتز رجب ۲۵۵ھ میں خلافت سے باقاعدہ دستبردار ہو گیا۔ اس کے بعد ابو عبداللہ بن محمد بن واثق مہتدی باللہ تخت نشین ہوا۔ خلیفہ چاہتا تھا۔ کہ حکومت کو ازسرِ نو منظم کیا جائے، لیکن خود غرض اور لالچی امراء اور وزراء کی وجہ سے ایسا کرنا ناممکن تھا۔ اس کشمکش کا نتیجہ یہ نکلا کہ ترکوں نے اسے ۲۵۶ھ میں تخت سے اتار کر قتل کر دیا۔

ابو العباس احمد بن متوکل معتمد علی اللہ

۸۶۹ء تا ۸۹۲ء

معتمد ۲۵۶ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس کی عمر ۲۵ سال تھی۔ اس نے تقریباً ۲۳ سال حکومت کی لیکن حکومت درحقیقت اس کے بھائی موفق باللہ کے ہاتھوں میں تھی۔ معتمد صرف نام کا حکمران تھا۔

ملکی انتشار اور شورشیں:

معتمد تخت نشین ہوا تو ملک میں ہنگامے شروع ہو گئے۔ تمام ملک انتشار اور بغاوتوں کی لپیٹ میں آ چکا تھا۔ صفاریہ نے سجستان، کرمان، فارس اور خراسان پر قبضہ کر لیا تھا۔ ابن صوفی (مصر) کا طوفان آندھی کی طرح بڑھ رہا تھا۔ عباسی فوجیں ناکام ہو رہی تھیں۔ عباسی حکومت کا اقتدار ڈھل رہا تھا۔ سیوطی کے مطابق اس نے بصرہ پر قبضہ کر کے اسے تباہ کر دیا۔ آس پاس کی بستیاں خس و خاشاک کی طرح بہا دیں۔ یعقوب صفار نے حکومت طاہریہ کا خاتمہ کر دیا۔ آخر کار صفار کا مقابلہ معتمد سے ہوا۔ معتمد زخمی ہوا اور شکست کھائی۔ وہ اپنی بے بسی سے تنگ آ چکا تھا کیونکہ تمام اختیارات موفق کے پاس تھے۔ اس نے امیر ابن طولون کے پاس پناہ حاصل کرنے کی کوشش کی کیونکہ صرف وہی اتنا مضبوط تھا کہ خلیفہ کی مدد کر سکے۔ معتمد مصر روانہ ہوا لیکن موفق نے اسے راستے سے واپس کرا دیا۔ ابن طولون نے موفق کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔

وفات:

رجب ۲۷۹ھ میں معتمد فوت ہو گیا۔

مشقی سوالات

ا۔ محمد بن جعفر کے دورِ حکومت پر جامع نوٹ لکھیں۔

۲۔ ''احمد بن متوکل معتمد صرف نام کا حکمران تھا'' بحث کریں۔

۳۔ درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان اور غلط کے سامنے (✗) لگائیں۔

الف: متوکل کے قتل کے بعد ترکوں نے اپنی مرضی کے مطابق محمد بن جعفر کو خلیفہ بنایا۔

ب: صفاریوں نے سیستان اور ایران میں معتز باللہ کے دور میں صفاری حکومت قائم کر لی۔

ج: احمد بن متوکل معتمد نے تقریباً ۱۰ سال حکومت کی۔

۴۔ خالی جگہیں پر کریں۔

الف: ترکوں نے .... کو آزاد کر کے اس کی بیعت شروع کر دی۔

ب: آخر کار .... دستبردار ہو گیا۔

ج: کئی ماہ تک تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے فوج نے .... کر دی۔

د: تخت نشینی کے وقت معتمد کی عمر .... تھی۔

ہ: .... نے حکومت طاہریہ کا خاتمہ کر دیا۔

و: معتمد نے .... کے پاس پناہ لی۔

باب:6

ابوالعباس احمد بن موفق معتضد باللہ

۸۹۲ء تا ۹۰۲ء

معتمد نے اپنے بھتیجے معتضد باللہ کو اپنا ولی عہد نامزد کیا تھا۔ چنانچہ اس کی وفات کے بعد معتضد تخت نشین ہوا۔ اس کی تخت نشینی ربیع الاوّل ۲۷۹ھ میں ہوئی۔ اس نے عبید اللہ بن سلیمان کو اپنا وزیر بنایا۔ معتضد کی عمر تقریباً ۳۷ سال تھی۔ یہ اپنے پیش رو خلفاء سے بالکل مختلف تھا۔ اس نے ترکوں کے پنجوں سے نکلنے کی کوشش کی اور دوسرے امراء کو بھی قابو کیا۔ عباسی حکومت کی مردہ لاش کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کی۔ عباسی حکومت کی تباہی کا بڑا سبب خودغرض اور مغرور امراء تھے۔ معتضد نے ان کی طاقت کو ختم کرنے کے لئے ان کو آپس میں لڑانا شروع کیا۔ سب سے پہلے رافع بن ہرثمہ کو قتل کر دیا۔ بعد میں خارجیوں کی سرگرمیوں کو بھی ختم کر دیا۔

وفات:

ربیع الاوّل ۲۸۹ھ بمطابق ۹۰۲ء میں معتضد فوت ہوا۔ مسعودی کے مطابق معتضد کے تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی فتنہ و فساد میں سکون پیدا ہو گیا تھا۔ ملک کی حالت بہتر ہو گئی تھی۔ جنگ ختم ہو گئی تھی۔ سیوطی نے لکھا ہے کہ معتضد بڑا زیرک، شجاع اور بہادر تھا۔ اس نے خلافت کا وقار بحال کیا۔ اسے سفاح ثانی کہا جاتا ہے۔

ابو محمد علی بن معتضد مکتفی باللہ

۹۰۲ء تا ۹۰۸ء

معتضد کی وفات کے بعد اس کا بیٹا مکتفی باللہ تخت نشین ہوا۔ اس وقت وہ رقہ میں تھا۔ معتضد کے وزیر نے بیعت لی۔ ۱۵ دن بعد مکتفی بغداد پہنچا اور جمادی الاوّل ۲۸۹ھ میں حکومت سنبھالی۔

ابوالنجم بدر کا قتل:

بدر کا شمار معتضد کے خاص امراء میں ہوتا تھا۔ وزیر قاسم نے خلیفہ کے خلاف سازش بنائی، اس لئے قاسم اس کے خلاف ہو گیا۔ معتضد کے مرتے ہی قاسم نے مکتفی کو قابو کرنا شروع کر دیا۔ بدر چونکہ قاسم کی سازش میں شریک نہ ہوا تھا، اس لئے قاسم نے اپنے آدمیوں کے ذریعے بدر کو قتل کر دیا۔

قرامطہ کے مظالم:

قرامطہ نے ایک دفعہ پھر مسلمانوں پر مظالم ڈھانا شروع کر دیئے۔ قرمطی سردار شیخ یحییٰ اور اس کی جماعت کو قتل کر دیا گیا۔ قرامطہ کا مرکز بنی کلب میں تھا۔ بنی کلب کے زیب بن قاسم نے قرمطی سردار نصر کو قتل کر کے اس کا سر مکتفی باللہ کے دربار میں پیش کر دیا۔

وفات:

مکتفی باللہ ذوالقعد ۲۹۵ھ میں فوت ہوا۔

ابوالفضل جعفر بن معتضد مقتدر باللہ

۹۰۸ء تا ۹۳۲ء

مکتفی نے اپنے چھوٹے بھائی جعفر کو اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ اس کی عمر صرف ۱۳ سال تھی۔ امراء اور دوسرے عباسی سرداروں نے مخالفت کی لیکن وزیر عباس بن حسن نے اس کی حمایت کی کیونکہ اس کے ساتھ اس کا ذاتی مفاد وابستہ تھا۔ جعفر کی بیعت ہوئی لیکن سرکردہ عباسی سردار اب بھی اس کے خلاف تھے۔ ان میں سرفہرست امیر حسین بن حمدان والئ موصل تھا۔ حسین نے عباس کو قتل کر کے ابن معتز کو مسند خلافت حوالہ کی۔ ابن معتز مرتضیٰ باللہ کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ اسی دوران ابن حمدان بغداد سے موصل چلا گیا۔ اس کی غیر حاضری میں مقتدر کی خلافت بحال ہو گئی۔ اس نے انتقامی کارروائیوں کا آغاز کیا۔ ان تمام امراء کو جنہوں نے مقتدر کی مخالفت کی تھی، قید یا قتل کر دیا گیا۔ ۳۰۵ھ میں حسین بن حمدان کو بھی قتل کر دیا گیا۔

بغاوتیں اور بدنظمی:

آرمینیا اور آذربائیجان کے حاکم امیر ابن ابی الساج نے دوسرے علاقوں پر زبردستی سے قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ مقتدر نے فوج بھیج کر شکست دی اور اسے گرفتار کر لیا گیا۔ رے میں بدنظمی بڑھ رہی تھی۔ مقتدر نے اس پر قابو پا لیا۔ صفاری حکومت کافی کمزور ہو چکی تھی۔ چنانچہ ۲۹۸ھ میں اس کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اسی دوران قرامطہ نے پھر لوٹ مار شروع کر دی۔ عباسی فوجیں اس کے خوف سے بھاگ رہی تھیں۔ لیکن دریا حائل ہونے کی وجہ سے قرمطی واپس ہو گئے۔

دولت فاطمیہ کا قیام:

اب تک جو حکومتیں قائم ہوئی تھیں وہ عباسی خلافت کی سرپرستی قبول کر رہی تھیں۔ ان میں سفاری و طاہری، سامانی اور طوفانی وغیرہ شامل تھیں۔ یہ سب خلیفہ بغداد کو اپنا مذہبی پیشوا مانتی تھیں۔ لیکن مصر میں جس فاطمی حکومت کی بنیاد پڑی وہ ہر لحاظ سے خودمختار حکومت تھی۔ اس نے کسی کی سرپرستی قبول نہ کی۔ اس حکومت کا بانی ابو محمد عبید اللہ المہدی تھا۔ اس کے علاوہ مشرق میں جرجان کے علاقے میں زیاری حکومت بھی قائم ہوئی۔

رومیوں کے خلاف مہمات:

مقتدر کے دور میں رومی مہمات بھی جاری رہیں کیونکہ رومی موقع کی تلاش میں رہتے تھے۔ ۲۹۶ھ میں مونس مظفر نے اناطولیہ پر چڑھائی کی۔ عطیہ کی طرف بڑھے، کافی مال غنیمت حاصل کیا۔ بہت سے رومی قید بھی ہوئے۔ مقتدر نے خاص اہتمام سے دربار میں ان سے ملاقات کی۔ یہ سلسلہ کافی عرصہ جاری رہا کیونکہ رومی اکثر عباسی علاقوں میں مداخلت کرتے رہتے تھے۔

مقتدر اور مونس کے اختلافات:

مونس، مقتدر کا معمولی ملازم تھا۔ لیکن اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے ترقی کرتا گیا۔ مقتدر نے اسے امیر الامراء بنا دیا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان کے درمیان اختلافات بڑھتے گئے۔ آخرکار دونوں ایک دوسرے کے مقابلے پر آ گئے۔ ۳۲۰ھ میں مقتدر مونس کے مقابلے کے لئے روانہ ہوا۔ دونوں کی فوجوں میں سخت جنگ ہوئی۔ محمد بن یاقوت نے بڑی بہادری سے مونس کا مقابلہ کیا لیکن

شکست ہوئی اور مقتدر کو قتل کر دیا گیا۔ مقتدر کے قتل کے بعد مونس نے اس کے بیٹے احمد کو خلیفہ بنانا چاہا لیکن دوسرے امراء نے مخالفت کی۔ ان میں ابو یعقوب اور اسحاق شامل تھے۔ آخر محمد بن معتضد قاہر اللہ شوال ۳۲۱ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس نے خلافت کو دوبارہ بحال کر کے خلیفہ کو با اختیار بنانا چاہا لیکن ناکام رہا۔

مونس کی خلیفہ کے خلاف سازش:

مونس نے علی اور بلیق سے مل کر خلیفہ کو معزول کرنا چاہا لیکن خلیفہ نے ان تینوں کو قتل کروا دیا۔ مونس کی جگہ محمد بن قاسم کو وزیر مقرر کیا گیا۔

ویلمی حکومت کا معرض وجود میں آنا:

قاہر کے دور حکومت کا مشہور واقعہ ویلمی یا بویہ حکومت کا قائم کرنا ہے کیونکہ اس حکومت نے آگے جا کر خلافت عباسیہ کی سرپرستی حاصل کر لی تھی۔ اس حکومت کا مورث اعلیٰ ابو شجاع بویہ بن فنا تھا۔ اس لئے یہ حکومت ویلمی یا بویہ حکومت کہلاتی ہے۔ علی بن بویہ اور اس کے بھائیوں نے یہ حکومت قائم کی تھی۔

معزولی:

قاہر اللہ صرف ڈیڑھ سال برسر اقتدار رہا۔ اس نے امراء کی طاقت کو ختم کر کے خلیفہ کو با اختیار بنانا چاہا لیکن ترک سپہ سالار سیما کی فوجوں نے محل کا محاصرہ کر کے قاہر اللہ کو گرفتار کر کے اس کی دونوں آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دیں۔ قاہر اللہ مستقل مزاج نہ تھا۔ ایک طرف تو مذہبی اصلاحات نافذ کیں۔ ناچ گانے پر پابندی لگا دی۔ شراب کی ممانعت کی۔ گویوں اور

ہیجڑوں کو جلاوطن کر دیا۔ لیکن دوسری طرف خود شراب میں ہر وقت مخمور رہتا تھا۔ قاہر کے بعد امراء نے احمد بن مقتدر راضی باللہ کو خلیفہ منتخب کیا۔ اس کی تخت نشینی ۳۲۲ھ میں ہوئی۔ اس کا دورِ حکومت ۹۳۴ء تا ۹۴۰ء ہے۔ اس کا دور بھی تنزل کا دور تھا۔ بغاوتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ہارون بن غریب نے بغاوت کی لیکن اپنے غلام کے ہاتھوں مارا گیا۔ مرادویج ترکوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ علی بن بویہ کی حکومت کو تسلیم کیا گیا۔

وفات:

راضی نے ۳۲۹ھ میں وفات پائی۔ اس کی وفات کے بعد امراء نے اس کے بھائی ابراہیم متقی باللہ کو خلیفہ منتخب کیا۔ اس کا دورِ حکومت ۹۴۱ء تا ۹۴۴ء ہے۔ امیر الامراء بجکم متولی تھا۔ علامہ طوطونی حاجب اور سلیمان بن وہب وزیر تھا۔ ابراہیم کا دور بھی تنزل کا دور تھا۔ فارس، عراق اور خوزستان میں امراء کی کشمکش جاری رہی۔ بجکم ایک شاگرد کے ہاتھوں مارا گیا۔ امیر الامراء تورون نے اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دیں اور تخت سے معزول کر دیا۔ متقی کے دور میں عباسی حکومت کا وقار مزید خراب ہو گیا۔ ظاہری شان و شوکت بھی ختم ہو گئی۔ اس کے بعد عبداللہ بن مکتفی کو خلیفہ بنایا گیا۔ وہ ۹۴۴ء تا ۹۵۵ء حکمران رہا۔ تورون نے اسے اپنے مفاد کے لئے خلیفہ بنایا تھا۔ اس کے دورِ حکومت کی خاص بات یہ ہے کہ خلافت عباسیہ پر بویہ/ دیلمی حکمرانوں نے قبضہ کر کے خلیفہ کو مزید مفلوج کر دیا اور اس کا وظیفہ مقرر کر کے خلافت سے علیحدہ کر دیا۔ صرف خطبے میں خلیفہ کا نام لیا جاتا تھا۔ بعد میں معزالدولہ نے خلیفہ کو قید کر لیا۔

مشقی سوالات

۱۔ محمد بن جعفر باللہ کے دورِ حکومت کے مشہور واقعات لکھیں۔

۲۔ جعفر بن معتضد مقتدر باللہ کے دور کے چیدہ چیدہ واقعات قلمبند کریں۔

۳۔ ہاں یا نہیں میں جواب دیں:

الف: بابک کی سرگرمیاں مامون کے دور سے شروع ہو چکی تھیں۔ (ہاں/نہیں)

ب: منکجور کو افشین کی فوجوں نے شکست دی۔ (ہاں/نہیں)

ج: معتمد نے اپنے بھتیجے معتضد کو اپنا ولی عہد نامزد کیا۔ (ہاں/نہیں)

د: بدر کا شمار معتضد کے خاص امراء میں ہوتا تھا۔ (ہاں/نہیں)

۴۔ خالی جگہیں پر کریں۔

الف: معتضد باللہ نے .... کو اپنا وزیر مقرر کیا۔

ب: سیوطی کے مطابق ابوالعباس احمد بن موفق معتضد باللہ بڑا ....

ج: معتضد کو .... کہا جاتا ہے۔

د: معتضد کے بعد .... تخت نشین ہوا۔

ہ: قرامطہ نے ایک دفعہ پھر مسلمانوں پر .... ڈھانا شروع کر دیئے۔

و: .... ہجری میں حسین بن حمدان کو قتل کر دیا گیا۔

ز: مصر میں .... حکومت قائم ہو گئی۔

ح: .... مقتدر کا معمولی غلام تھا۔

ط: مقتدر نے مونس کو .... بنا دیا۔

ی: مونس کی جگہ محمد بن علی کو وزیر مقرر کیا گیا۔

ک: سیما کی فوجوں نے .... کو گرفتار کرلیا۔

ل: راضی کے بعد ابراہیم خلیفہ منتخب ہوا۔

م: بجکم ایک کرد کے ہاتھوں مارا گیا۔

ن: صرف خطبے میں خلیفہ کا نام لیا جاتا تھا۔

باب: 7

ابوالقاسم فضل بن مقتدر مطیع اللہ

۹۴۵ء تا ۹۷۴ء

(۱) بنو بویہ شیعہ تھے۔ ان کی ہمدردیاں اہل بیت کے ساتھ تھیں، چنانچہ مکتفی کو معزول کرنے کے بعد معزالدولہ نے عباسی حکومت ختم کر کے علوی حکومت قائم کرنا چاہی۔ لیکن سیاسی مصلحت کے تحت وہ اس خیال سے باز رہا اور خاندان عباسیہ کے فضل بن مقتدر کو ڈھونڈ کر ۳۳۴ھ میں خلیفہ بنا دیا۔ اس کی عمر ۳۴ سال تھی۔ مستکفی کو بھی اندھا کر دیا گیا۔ اب بغداد میں تین اندھے معزول خلفاء تھے۔

(قاہر، متقی، مستکفی)

بنی بویہ (شیعہ) اور بنی ہمدان (سنی) کے درمیان کافی عرصہ تک اختلافات اور معرکہ آرائی کا سلسلہ جاری رہا اور خونریز جھڑپیں ہوتی رہیں۔ آخرکار صلح ہوگئی۔ اسی دوران ۳۳۸ھ میں عمران بن شاہین نے بطیحہ میں شاہی ریاست قائم کر لی۔ ۳۵۶ھ میں معزالدولہ عمران کے مقابلے کے لئے روانہ ہوا لیکن بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا بختیار تخت نشین ہوا۔ وہ بڑا عیاش تھا۔ عورت اور شراب کا دلدادہ تھا۔ حکومت کے کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتا تھا۔ عباس بن حسین کو وزیر بنایا لیکن بعد میں اس کی جائیداد ضبط کر کے اسے معزول کیا اور محمد کو وزیر بنا لیا۔

رومی حملے:

مسلمان حکمران جب تک طاقتور رہے تو رومیوں نے خاموشی اختیار کئے رکھی۔

جب بھی کبھی انہیں موقع ملتا تو وہ سرحدی علاقوں پر حملے کرتے رہتے۔ جب خلفاء کی حالت مزید کمزور ہوگئی اور دیلمی برسرِاقتدار آ گئے تو پھر معزالدولہ کے دور میں یہ آگے نہ بڑھے۔ جب دیلمیوں میں بھی خانہ جنگی شروع ہوگئی تو انہوں نے سرحدی علاقوں میں تباہی مچادی اور جزیرہ، شام، آرمینیا اور آذربائیجان پر حملے شروع کر دیئے۔ یہ سلسلہ برسوں جاری رہا۔

سرحدی علاقوں پر سیف الدولہ کی حکومت تھی۔ اس نے خوب مقابلہ کیا۔ ۳۳۶ھ سے ۳۶۳ھ تک خونریز جنگیں جاری رہیں۔ کئی شہر ویران ہوگئے۔ سیف کی وفات کے بعد رومیوں نے مزید تباہی مچادی۔ بختیار نے جہاد کے لئے کافی رقم اکٹھی کی لیکن بعد میں یہ رقم عیاشیوں میں اڑادی۔ حمدانی خاندان نے مسلمانوں کو رومیوں کے مظالم سے نجات دلائی۔

دست برداری:

سبکتگین نے مطیع اللہ کو زبردستی اپنے بیٹے کے حق میں خلافت سے ۳۶۳ھ میں دست بردار کرادیا۔ مطیع واسط چلا آیا اور یہیں پر فوت ہوگیا۔ بختیار کے دور میں ہر طرف تباہی پھیل چکی تھی۔ ملک میں قحط پڑ گیا۔ لوگ بھوک سے مرنے لگے۔ جگہ جگہ لاشیں پڑی نظر آتی تھیں![1]

ابوالفضل عبدالکریم بن مطیع طائع اللہ

۹۷۴ء تا ۹۹۱ء

مطیع کی دست برداری کے بعد عبدالکریم ۳۶۳ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس کی

حالت بھی اپنے پیش رو خلفاء کی طرح تھی۔ تمام اختیارات دیلمیوں کے پاس رہے اور عباسی حکومت برائے نام رہی۔ بختیار کے چچازاد بھائی عضدالدولہ نے بغداد پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح خلیفہ کے آقا بدلتے رہے۔ بعد میں اس نے بختیار کو قتل کردیا اور اپنے نام کا خطبہ جاری کیا۔ عضدالدولہ نے ابوتغلب والی موصل کا تعاقب جاری رکھا۔ عضدالدولہ ۳۷۲ھ میں فوت ہوگیا۔ اس کی وفات کے بعد امراء نے اس کے بیٹے صمصام الدولہ کو تخت نشین کردیا۔ طائع نے بھی تسلیم کرلیا لیکن اس کے بھائی شرف الدولہ نے اسے قید کرلیا۔

غزنوی حکومت کا قیام:

عبدالکریم کے دور کا سب سے اہم واقعہ غزنوی حکومت کا قیام ہے۔ اس کا بانی سبکتگین تھا۔ یہ الپتگین کا غلام تھا۔ لیکن ترقی کرتے ہوئے سپہ سالار بن گیا اور بعد میں اس نے افغانستان کے علاقے میں اپنی حکومت قائم کرلی۔ اس خاندان کا مشہور حکمران سلطان محمود غزنوی تھا۔

گرفتاری:

شرف الدولہ کی وفات کے بعد اس کا بھائی بہاؤالدولہ تخت نشین ہوا۔ اس کے دور میں خزانہ خالی ہوگیا تھا۔ دولت حاصل کرنے کے لئے اس نے خلیفہ کو گرفتار کر کے نظربند کردیا جہاں ۴۱۳ھ میں اس کا انتقال ہوگیا۔

ابوالعباس احمد بن مقتدر قادر باللہ

عبدالکریم کے بعد اس کا بیٹا احمد تخت نشین ہوا۔ وہ چاہتا تھا کہ خلافت میں دوبارہ

جان ڈالی جائے۔ اعلیٰ درجے کا مدبر اور بارعب خلیفہ تھا، لیکن بدقسمتی سے ویلمیوں سے چھٹکارا حاصل نہ کر سکا اور اس کے دور میں بھی وہ چھائے رہے۔ اس کے دور میں غزنوی حکومت نے خوب ترقی کی۔ لیکن بقول مشہور مورخ فرشتہ محمود غزنوی اور قادر باللہ کے تعلقات کشیدہ تھے۔ ۳۸۰ھ میں صمصام الدولہ قتل ہو گیا۔ ۴۰۲ھ میں بہاؤالدولہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کا بیٹا سلطان الدولہ ابول القاسم تخت نشین ہوا۔ ۴۱۵ھ میں سلطان الدولہ فوت ہو گیا اور ۴۱۶ھ میں شرف الدولہ انتقال کر گیا۔ شرف الدولہ کے بعد جلال الدولہ تخت نشین ہوا۔ ۴۲۱ھ میں محمود غزنوی انتقال کر گیا۔ ۴۲۱ھ میں قادر سخت بیمار ہوا۔ اپنے بیٹے عبداللہ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ قادر ۴۲۲ھ میں فوت ہو گیا۔

ابو جعفر عبداللہ بن قادر قائم بامر اللہ

۱۰۳۱ء تا ۱۰۷۴ء

عبداللہ ۴۲۲ھ میں تخت نشین ہوا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر ۳۱ سال تھی۔ ویلمی اقتدار بدستور قائم تھا۔ حقیقی خلافت جلال الدولہ کے پاس تھی۔ حکومت کی آمدنی فوجی افسروں کے ہاتھوں میں تھی۔ سپاہیوں کو تنخواہیں باقاعدہ نہیں ملتی تھیں۔ اس لئے فوج نے جلال الدولہ کے خلاف بغاوت کر دی۔ لیکن جلال الدولہ نے اسے دبا لیا۔ ۴۳۵ھ میں جلال الدولہ کا انتقال ہو گیا۔

سلجوقی یا سلاجقہ حکومت کا قیام:

قائم بامر اللہ کی حکومت کی خاص بات یہ تھی کہ ویلمی خانہ جنگی کا شکار ہو گئے۔ سلاجقہ نے آہستہ آہستہ اپنی حکومت کو مضبوط کرنا شروع کر دیا اور آخر کار خلافت عباسیہ

پر قابض ہو گئے۔ ان میں طغرل بیگ، الپ ارسلان قابل ذکر ہیں۔

وفات:

قائم نے ۴۶۷ھ میں وفات پائی۔

قائم کی وفات کے بعد اس کا پوتا عبداللہ بن محمد مقتدی بامر اللہ تخت نشین ہوا۔ اس کا دور حکومت درحقیقت سلاجقہ کا دور تھا۔ حکومت پر سلاجقہ کا قبضہ تھا۔ اس نے خلافت کو بحال کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ اس کا دور ۱۰۷۴ء تا ۱۰۹۴ء رہا۔ لیکن یہ بھی برائے نام خلیفہ رہا۔ اقتدار سلجوقی حکمران ملک شاہ کے پاس رہا۔ انہوں نے دمشق اور شام پر قبضہ کر لیا۔ ترکستان کو بھی سلجوقی حکومت میں شامل کر دیا گیا۔ ملک شاہ نے نظام الملک کو سفید و سیاہ کا مالک بنا دیا۔ نظام الملک نے تمام کلیدی عہدے اپنے رشتہ داروں کو دے دیئے۔ سلجوقی سردار اس کے خلاف ہو گئے۔ آخر کار اسے معزول کرا دیا اور ۴۸۵ھ میں قتل ہو گیا۔ اسی دوران فتنہ باطنیہ کے بانی حسن بن صبا کی سرگرمیاں عروج کو پہنچ گئیں۔ اس نے لوٹ مار کا سلسلہ شروع کر دیا۔ تمام سرکردہ لیڈر قتل کر دیئے گئے۔

مقتدی کی وفات:

مقتدی نے ۴۸۷ھ میں وفات پائی۔

مقتدی کی وفات کے بعد ۴۸۷ھ میں اس کا بیٹا احمد بن مقتدی تخت نشین ہوا۔ اس کا دور بھی تنزل کا دور تھا۔ اس کے دور میں سلاجقہ میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ اس کی خلافت میں کوئی نمایاں واقعہ نہیں ہوا۔ لیکن کچھ واقعات ایسے رونما ہوئے جن کا براہ راست خلافت عباسیہ سے تعلق تو نہیں تھا۔ لیکن ان تمام

واقعات سے دنیائے اسلام متاثر ہوئی۔
شمالی افریقہ میں مرابطین ایک طاقت بن کر ابھرے۔ سپین کے مسلمانوں کو عیسائی حکمرانوں کے مظالم سے نجات دلائی۔ جنگ زلاقہ میں عیسائیوں کو تاریخی شکست دی۔ الفانسو دوم زخمی ہوا۔ یوسف بن تاشفین واپس چلا گیا۔ لیکن جب مسلمان حکمرانوں میں پھر جنگیں شروع ہوگئیں تو وہ واپس سپین آگیا اور تمام اسلامی حکومتوں کو ختم کر کے متحدہ حکومت قائم کرلی۔
احمد کے دور کا سب سے اہم واقعہ پہلی صلیبی جنگ ہے۔ جس میں تمام یورپ مسلمانوں کے خلاف امڈ آیا تھا۔ سلجوقیوں نے بڑی بہادری سے اس طوفان کو روکنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوسکی۔ بیت المقدس پہلے سلجوقیوں کے قبضے میں تھا لیکن اس وقت فاطمین مصر نے قبضہ کرلیا تھا۔ یہ بیت المقدس کو عیسائیوں کی یلغار سے نہ بچا سکے۔ عیسائیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے مسلمانوں پر وہ مظالم ڈھائے کہ انسانیت لرز اٹھی۔

وفات:

احمد بن مقتدی نے ۵۱۲ھ میں وفات پائی۔ اس کی عمر ۴۲ سال تھی۔ اس کی وفات سے ایک سال قبل ۵۱۱ھ میں سلجوقی حکمران سلطان محمد کا انتقال ہوا۔

مشقی سوالات

۱۔ ابوالقاسم فضل بن مقتدر مطیع اللہ کون تھا؟ خاص خاص واقعات بیان کریں۔
۲۔ عبداللہ بن قادر قائم بامر اللہ کی سیرت اور کارنامے لکھیں۔
۳۔ درست جواب پر (✓) نشان لگائیں:
الف: بویہ یا ویلمی عقیدہ کے لحاظ سے............ تھے۔ (شیعہ/سنی)
ب: مطیع .... چلا گیا اور وہاں پر ہی فوت ہوگیا۔ (کوفہ/بصرہ/واسطہ)
ج: محمود غزنوی کا سن............ میں انتقال ہوا۔ (۴۱۵ھ/۴۱۶ھ/۴۲۱ھ)
۴۔ خالی جگہیں پر کریں:
الف: بغداد کی گلیوں میں تین .... خلیفہ گھوم رہے تھے۔
ب: .... اور بنی حمدان کے درمیان اختلافات رہے۔
ج: بنی حمدان بھی عقیدہ کے لحاظ سے .... تھے۔
د: دیلمیوں میں .... کا آغاز ہوا۔
ہ: سرحدی علاقوں پر .... کی حکومت قائم تھی۔
و: .... نے جہاد کے لئے رقم اکٹھی کی۔
ز: .... نے مسلمانوں کو رومیوں کے مظالم سے نجات دلائی۔
ح: مطیع کی دستبرداری کے بعد .... تخت نشین ہوا۔
ط: بختیار کے چچازاد بھائی .... نے بغداد پر قبضہ کرلیا۔
ی: .... نے غزنوی حکومت قائم کی۔

ک: شرف الدولہ کے بعد.......تخت نشین ہوا۔

ل: ....میں بہاؤالدولہ کا انتقال ہو گیا۔

م: عبداللہ.......ہجری میں تخت نشین ہوا۔

ن: عبداللہ کی عمر.......سال تھی۔

س: دیلمی خانہ جنگی کا شکار ہو گئے اور.......حکومت قائم ہوئی۔

ع: ملک شاہ کے بعد.......خانہ جنگی کا شکار ہوئے۔

باب:8

ابو منصور فضل بن مستظہر مسترشد باللہ

۱۱۱۸ء تا ۱۱۳۴ء

مستظہر نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے ابو منصور کو اپنا ولی نامزد کیا تھا۔ ۵۱۲ھ میں ابو منصور تخت نشین ہوا۔ اس وقت اس کی عمر ۲۷ سال تھی۔ عباسی خاندان کے لوگوں نے اس کی بیعت کر لی۔ مستظہر مسترشد باللہ ایک ذہین، باہمت اور حوصلہ مند خلیفہ تھا۔ اس نے سلجوقی پھندے سے نکلنے کی کوشش کی اور خلافت کو ایک بار پھر باوقار اور بااختیار بنانا چاہا۔ ابو منصور جنگوں میں خود شامل ہوتا تھا۔ سلجوقی نہیں چاہتے تھے کہ خلیفہ اپنی حیثیت بحال کرے۔ سلطان اور مسترشد کے درمیان اختلافات بڑھتے گئے۔ آخرکار دونوں کے درمیان جنگ کی نوبت آ گئی لیکن بعد میں دونوں کے درمیان صلح ہو گئی۔ ۵۲۵ھ میں سلطان محمود کا انتقال ہو گیا۔ سلطان کی وفات کے بعد سلجوقیوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ آخرکار سلطان مسعود برسراقتدار آیا لیکن ان کے درمیان کشیدگی برقرار رہی اور آخرکار جنگ تک نوبت پہنچی۔ سلطان سنجر نے مسعود کو ہدایت کی کہ مسترشد کو باعزت طریقے سے واپس کیا جائے لیکن بدقسمتی سے اسی دوران فرقہ باطنیہ کے پیروکاروں نے اسے ۵۲۹ھ میں قتل کر دیا۔ اس کی عمر ۴۳ سال تھی۔ سیوطی کے مطابق مسترشد ایک عالی ہمت، بہادر اور جری خلیفہ تھا۔ ابن اثیر نے بھی یہی لکھا ہے۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ابوجعفر منصور بن مسترشد راشد باللہ ۵۲۹ھ میں تخت پر بیٹھا۔ وہ تقریباً ۱۱ ماہ برسراقتدار رہا۔ سلطان مسعود سلجوقی اور اس کے

Not For Sale

درمیان مخالفت بڑھتی گئی۔ آخرکار ۵۳۰ھ میں اسے معزول کر دیا گیا اور اس کے چچا ابو عبداللہ محمد بن مستظہر مقتفی الامر اللہ کو خلیفہ بنا دیا گیا۔ اس کی عمر چالیس سال تھی۔ وہ بھی ایک بہادر، شجاع اور دلیر حکمران تھا۔ اس کے دور حکومت کا اہم واقعہ خوارزمی حکومت کا قیام ہے۔ اس کا بانی خوارزم شاہ تھا۔ یہ حکومت صوبہ خوارزم میں قائم ہوئی۔ خوارزم شاہ نے سلطان سجر کو ۵۳۶ھ میں شکست دی۔ سلطان مسعود ۵۴۷ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کی وفات کے ساتھ ہی سلجوقی خاندان کا چراغ بجھنے لگا۔ اس کے بھائی سلیمان شاہ نے تخت پر قبضہ کر لیا۔

وفات:

مقتفی ۵۵۵ھ میں اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔ مقتفی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا یوسف تخت نشین ہوا۔ اس دور میں سلجوقی حکومت کافی کمزور ہو چکی تھی، اس لئے ان کی طرف سے مداخلت کافی کم ہو گئی۔ یوسف کے دور میں نورالدین زنگی عیسائیوں کے خلاف لڑتا رہا۔ فاطمی خلفاء بھی امراء اور وزراء کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن چکے تھے۔ خلفاء کی حیثیت برائے نام تھی۔ سارے اختیارات وزراء کے پاس تھے۔ آخرکار مصر میں صلاح الدین ایوبی کو اقتدار حاصل ہو گیا۔

وفات:

۵۶۶ھ میں یوسف کو زبردستی حمام میں بند کر دیا گیا۔ جہاں پر دم گھٹنے سے وہ فوت ہو گیا۔ اس قتل کے بعد امیر عضدالدین نے ابو محمد حسن بن مستنجد مستضی بامر اللہ کو خلیفہ بنایا اور وزارت اپنے بیٹے کو دلا دی۔ قطب الدین کو سپہ سالار بنا دیا۔ اس کے دور کا مشہور واقعہ صلاح الدین ایوبی کا مصر پر قبضہ کرنا ہے۔ ۵۶۷ھ میں خلیفہ عاضد کی

Not For Sale

وفات کے ساتھ ہی فاطمی خلفاء کا خاتمہ ہو گیا۔ مصر میں ایوبی حکومت قائم ہو گئی ۵۷۵ھ میں ابو محمد کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت اس کی عمر ۳۹ سال تھی۔

ابوالعباس احمد بن مستضی ناصر الدین اللہ

۱۱۷۹ء تا ۱۲۲۵ء

مستضی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا احمد تخت نشین ہوا۔ اس دور کا مشہور واقعہ صلاح الدین ایوبی کا بیت المقدس پر قبضہ کرنا ہے۔ بیت المقدس ستمبر ۱۱۸۷ء میں مسلمانوں کے حوالے کیا گیا۔ صلاح الدین ایوبی نے اپنے آپ کو خوب مستحکم کر لیا تھا۔ یہاں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ جب عیسائیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کیا تھا۔ تو اس وقت انہوں نے وہاں انسانیت سوز مظالم ڈھائے تھے۔ لیکن جب صلاح الدین ایوبی نے قبضہ کیا تو اس کے حسن سلوک کا عیسائی مورخین نے بھی اعتراف کیا ہے۔ بقول لین پول ”جب یروشلم مسلمانوں کے حوالے کیا گیا تو ایوبی کے سپاہ اور ذمہ دار افسروں نے گلی کوچوں میں ایسا انتظام کیا کہ کسی عیسائی کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہ ہو۔ نہایت معتبر امیر باب داؤد نگرانی کر رہا تھا۔ تاکہ جو لوگ فدیہ ادا کر چکے ہوں وہ پرامن طریقے سے جا سکیں۔ کئی امیر مسلمانوں نے غریب عیسائیوں کا فدیہ ادا کیا لیکن خودغرض اور لالچی عیسائی امراء سب کچھ سمیٹ کر اپنے ساتھ لے گئے۔ چالیس دن تک مفلس عیسائیوں کی رہائی کا سلسلہ جاری رہا۔ سلطان کے بھائی الملک العادل نے ایک ہزار عیسائیوں کو آزاد کیا۔ ابن اثیر کے مطابق سلطان نے پادریوں اور دوسرے رہا شدہ

عیسائیوں کو صور تک بحفاظت پہنچایا۔ سلطان نے عیسائی خواتین کے ساتھ بھی بہت اچھا سلوک کیا۔ ان کو ان کی مرضی کے مطابق بڑی عزت کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ ناصر کی حکومت کے دور کا اہم واقعہ سلجوقی حکومت کا خاتمہ ہے۔ اس خاندان کا آخری حکمران طغرل بن ارسلان بڑا شجاع، بہادر اور قابل حکمران تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ خلیفہ صرف امامت، خطبہ اور دوسرے مذہبی فرائض سرانجام دے اور باقی انتظام سلجوقیوں کے حوالے کیا جائے۔ لیکن ناصر نے اس کی کوشش ناکام بنا دی۔ سلجوقیوں میں خانہ جنگی عروج پر پہنچ گئی۔ اس سے طغرل کی حکومت کمزور ہو گئی اور وہ قزل کے ہاتھوں شکست کھا کر تخت و تاج سے محروم ہو گیا۔ اور سلجوقی اقتدار کا سورج ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ طغرل بعد میں خوارزمی فوج کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قتل ہو گیا۔ ۵۹۰ھ میں سلجوقی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور ان کے علاقوں پر خوارزم شاہ نے قبضہ کر لیا۔

تاتاری یلغار:

اسی دور میں تاتاری طوفان اُٹھا جس نے اسلامی مملکتوں کو اپنی لپیٹ میں لے کر نیست و نابود کر دیا۔ لہلہاتے کھیت بنجر ہو گئے۔ بربادی لوگوں کا مقدر بن گئی۔ انسانی خون پانی کی طرح بہایا گیا۔ مسلمانوں کی تباہی درحقیقت خوارزم شاہ کی عاقبت نااندیشی کی وجہ سے ہوئی۔ چنگیز خان اور اس کے بیٹوں نے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی۔

وفات:

ناصر نے ۶۲۲ھ میں وفات پائی۔ اس میں کافی صلاحیتیں تھیں۔ اس نے خلافت عباسیہ کے وقار کو کافی حد تک دوبارہ بحال کیا۔ وہ آخری خلیفہ تھا جس میں اپنے

آباؤاجداد کی کچھ خوبیاں موجود تھیں۔ اس نے خلافت کا رعب و دبدبہ دوبارہ قائم کیا۔ تمام باغی مطیع ہو گئے۔

ناصر کی وفات کے بعد ۶۲۲ھ میں اس کا بیٹا ابونصر محمد بن ناصر ظاہر بامر اللہ تخت نشین ہوا لیکن گیارہ ماہ بعد ۶۲۳ھ میں انتقال کر گیا۔ اس نے اپنے دور حکومت میں عمر بن عبدالعزیز کی طرح کافی نیک کام کئے، اس نے عدل و انصاف قائم کیا، ضبط شدہ جائیدادیں واپس کیں، ناجائز ٹیکس ختم کر دیئے، لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے مخبر مقرر کئے۔

Not For Sale

مشقی سوالات

۱۔ فضل بن مستظہر پر مختصر نوٹ تحریر کریں۔

۲۔ احمد بن مستضی کی خدمات بیان کریں۔

۳۔ خالی جگہیں پر کریں۔

الف: مستظہر نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے ....کو ولی عہد نامزد کیا تھا۔

ب: ....نہیں چاہتے تھے کہ خلیفہ اپنی حیثیت بحال کرے۔

ج: ....بھی امراء اور وزراء کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے۔

د: اسی دور میں ....اٹھا جس نے اسلامی مملکتوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

۴۔ ہاں/نہیں میں جواب دیں۔

الف: ۵۱۲ھ میں ابو منصور تخت نشین ہوا۔ (ہاں/نہیں)

ب: ابو منصور کی عمر ۲۷ سال تھی۔ (ہاں/نہیں)

ج: ابو منصور سلجوقی پھندے سے نکلنا چاہتا تھا۔ (ہاں/نہیں)

د: ۵۲۵ھ میں سلطان محمود کا انتقال ہو گیا۔ (ہاں/نہیں)

ہ: خوارزمی حکومت کا بانی خوارزم شاہ تھا۔ (ہاں/نہیں)

و: خوارزم شاہ نے ۵۳۶ء میں سلطان سنجر کو شکست دی۔ (ہاں/نہیں)

ز: نور الدین زنگی عیسائیوں کے خلاف لڑتا رہا۔ (ہاں/نہیں)

ح: مقتفی کے بعد اس کا بیٹا یوسف تخت نشین ہوا۔ (ہاں/نہیں)

ط: فاطمی خلفاء بھی امراء اور وزراء کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن گئے تھے۔ (ہاں/نہیں)

Not For Sale

ی: مصر میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے حکومت قائم کر لی۔ (ہاں/نہیں)

ک: مستضی کے بعد اس کا بیٹا احمد تخت نشین ہوا۔ (ہاں/نہیں)

ل: ستمبر ۱۱۸۷ء میں بیت المقدس مسلمانوں کے حوالے کیا گیا۔ (ہاں/نہیں)

م: مسلمان امراء نے غریب عیسائیوں کا فدیہ ادا کیا۔ (ہاں/نہیں)

ن: چنگیز خان اور اس کے بیٹوں نے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی۔ (ہاں/نہیں)

باب:9

ابو جعفر مستنصر باللہ

۱۲۲۶ء تا ۱۲۴۳ء

ظاہر کی وفات کے بعد اس کا بیٹا منصور ۶۲۳ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس نے عباسی خلافت میں جان ڈالنے کی کوشش کی۔ ملک میں ترقی کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کے دور میں دو اہم واقعات رونما ہوئے۔ جن سے دنیائے اسلام متاثر ہوئی۔ بیت المقدس پر عیسائیوں نے عارضی طور پر قبضہ کر لیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کی وفات کے بعد اس کے بیٹوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ جس سے عیسائیوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ دوسرا اہم واقعہ خوارزمی حکومت کا خاتمہ ہے۔ جلال الدین تاتاریوں سے بچتا ہوا ایک کرد کے پاس پناہ گزین ہوا، لیکن ایک دوسرے کرد نے نیزہ مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ اس کی وفات کے ساتھ ہی خوارزمی حکومت اپنے اختتام کو پہنچی۔

وفات:

مستنصر ۶۴۰ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ مدرسہ مستنصریہ کا قیام ہے۔ اس نے یہ مدرسہ بغداد میں قائم کیا۔ اس سے پہلے نظام الملک طوسی کا یادگار مدرسہ نظامیہ تھا لیکن مدرسہ مستنصریہ کے سامنے ہی ماند پڑ گیا۔ اس میں چاروں مذاہب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ تقریباً ۲۴۸ طلبہ کو مفت خوراک، رہائش کے علاوہ وظیفہ بھی دیا جاتا تھا۔ مدرسہ کے ساتھ حمام بھی تھا۔

ابو احمد عبداللہ بن مستنصر المستعصم باللہ

۱۲۴۳ء تا ۱۲۵۷ء (آخری حکمران)

خلافت کا حقدار مستنصر کا بھائی تھا لیکن امراء اور دوسرے سردار کے حق میں نہیں تھے۔ اراکین دولت بھی اس کے خلاف تھے کیونکہ ان کے مفادات متاثر ہو رہے تھے۔ انہوں نے مستنصر کے بیٹے ابو احمد عبداللہ کو ۶۴۰ھ میں تخت نشین کیا۔ مستعصم ذاتی طور پر تو ایک شریف انسان تھا لیکن حکومت چلانا اس کے بس کا روگ نہیں تھا۔ اس کے دور حکومت میں دو ایسے واقعات پیش آئے جنہوں نے دنیائے اسلام کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ پہلا واقعہ صلاح الدین ایوبی کی حکومت کا خاتمہ تھا اور دوسرا بغداد کی تباہی، جس کا نتیجہ خلیفہ کے قتل کی صورت میں نکلا۔ بغداد کی ویرانی اور بربادی کا تجزیہ کیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ "اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے" بغداد میں شیعہ سنی اختلافات اپنے عروج کو پہنچ چکے تھے۔ ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کی جا رہی تھیں۔ خلیفہ کا وزیر ابن علقمی شیعہ تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ عباسی حکومت ختم کر کے علوی حکومت قائم کرے۔ انہی دنوں خلیفہ نے اپنے بیٹے ابوبکر اور امیر نورالدین کو بھیج کر کرخ کا شیعہ محلہ لٹوا دیا۔ ان واقعات سے اختلافات کی خلیج بڑھتی گئی۔ ابن علقمی نے ایک منصوبے کے تحت فوج کا کافی حصہ برخاست کر دیا۔ ابن خلدون کے مطابق علقمی نے فوج کو الگ کرنے کے بعد ابن صلایا والی اربل کے ذریعے تاتاریوں کو بغداد پر حملہ کرنے پر آمادہ کیا۔ ابو الفداء کے مطابق ابن علقمی نے تاتاریوں کو اپنے بھائی کے ذریعے پیغام بھیجا۔

ہلاکو خان خلیفہ کو مذہبی پیشوا سمجھتا تھا اس لئے حملہ کرنے سے کتراتا تھا۔ اس کے دل میں مس کی خلافت کا خوف تھا کہ ان کو چھیڑنے سے کسی عذاب میں پھنس جائے لیکن بدقسمتی سے خواجہ نصیر الدین طوسی کے مشورے سے بغداد پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ ہوگیا۔ ۶۵۶ھ میں ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کیا۔ فوج کا بڑا حصہ برخاست کیا جا چکا تھا۔ لیکن جو فوج موجود تھی اس نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور تاتاریوں کے ابتدائی حملوں کو پسپا کیا لیکن تاتاریوں نے جب دوبارہ حملہ کیا تو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی سے بغداد کی تباہی کا آغاز ہوا۔ یہی اس کا مقدر تھا۔ دنیا کی تہذیب و تمدن کا گہوارہ وحشی تاتاریوں کے ہاتھوں لٹ گیا۔ تاتاری مسلمانوں کے لئے عذاب بن کر آئے۔ اس تباہی سے مسلمانوں کا کوئی فرقہ بھی محفوظ نہ رہا۔ سب کو ذلیل و رسوا ہونا پڑا کیونکہ یہی وقت کا فیصلہ تھا۔ آپس میں نفرت کی دیواریں کھڑی کرنے والوں کا انجام تباہی ہوتا ہے۔ اس تباہی سے مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے کوئی بھی نہ بچ سکا۔ چالیس دن تک قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم رہا۔ ابن خلدون کے مطابق شاہی محلات سے بے حساب دولت حاصل کی گئی، عباسی کتب خانے کی تمام کتابوں کو دجلہ میں ڈبو دیا گیا۔ ایک اندازے کے مطابق سولہ لاکھ انسانوں کا خون بہایا گیا۔ ابن علقمی نے ہلاکو خان سے اپنی جان بخشی کروائی اور خلیفہ مستعصم کو علماء، فقہاء اور دیگر اکابرین کے ساتھ قتل کروا دیا۔ یہ واقعہ محرم ۶۵۶ھ میں ظہور پذیر ہوا۔ بعد میں ابن علقمی کو بھی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا اور چند دنوں بعد فوت ہوگیا۔

بغداد کی تباہی سے مسلمانوں کی مرکزیت ختم ہوگئی۔ عباسی حکومت مصر میں قائم ہوئی لیکن یہ خلفاء بھی برائے نام حکمران تھے۔

مشقی سوالات

۱۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ تحریر کریں۔

الف: ابوجعفر منصور مستنصر باللہ۔

ب: ابواحمد عبداللہ بن مستنصر مستعصم باللہ

۲۔ خالی جگہیں پر کریں۔

الف: ظاہر کی وفات کے بعد اس کا بیٹا...... تخت نشین ہوا۔

ب: جلال الدین کی وفات کے ساتھ ہی...... حکومت ختم ہوگئی۔

ج: مستنصر...... ھ میں فوت ہوگیا۔

د: مستنصر کا سب سے بڑا کارنامہ مدرسہ...... کا قیام تھا۔

ہ: نظام الملک طوسی کا مدرسہ...... کہلاتا تھا۔

و: مدرسے میں طلباء کو...... بھی دیئے جاتے تھے۔

ز: مدرسے میں طلباء کی تعداد تقریباً...... تھی۔

ح: مستعصم باللہ بنو عباس کا...... حکمران تھا۔

ط: مستعصم کے دور میں ایوبی حکومت کا...... ہوا۔

ی: مستعصم کا وزیر...... تھا۔

ک: ...... نے بغداد پر حملہ کیا۔

ل: تاتاری مسلمانوں کے لئے عذاب بن گئے اور کوئی...... بھی محفوظ نہ رہا۔

م: ہلاکو خان نے تقریباً...... انسانوں کا خون بہایا۔

باب: 10

فرقہ معتزلہ-فرقہ قرامطہ-خاندان بویہ /ویلمی-سلجوقی صلیبی جنگیں

فرقہ معتزلہ:

بنواُمیہ کے آخری دور میں ایک ایسا فرقہ نمودار ہوا جو دینی عقائد کو عقلی اصولوں کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتا تھا۔ اس عقل پرست گروہ کو فرقہ معتزلہ کا نام دیا گیا۔ ایک اور روایت کے مطابق مشہور عالم دین خواجہ حسن بصری کے شاگرد واصل بن عطا گناہ کبیرہ کے کسی مسئلے پر اپنے استاد سے مسجد میں الگ جا بیٹھے۔ اس نسبت سے بھی یہ معتزلہ (الگ ہونے والے) کہلائے۔ ان کے بڑے بڑے عقائد درج ذیل تھے۔

۱:- انسان اپنی حرکات واعمال کے سلسلے میں مختار کل ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو جزا اور سزا کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔

۲:- قرآن مخلوق ہے۔ یعنی قرآن پاک کے خیالات نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم پر القا ہوئے اور انہوں نے ان کو اپنی طرف سے الفاظ کا جامہ پہنایا۔

۳:- ان کا تیسرا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی وجود نہیں ہے بلکہ انسان صرف روحانی طور پر محسوس کر سکے گا۔ انسانی آنکھ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتی۔

۴:- ان کا چوتھا عقیدہ یہ تھا کہ انسانی افعال سے متعلق قوانین وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں بھی اختلافات موجود تھے۔ لیکن بنیادی اختلاف کوئی نہ تھا۔ ان سب نے معتزلہ عقائد کی پرزور مخالفت کی۔ منصور ان عقائد کا حامی تھا۔ اس نے واصل بن عطا کو اپنے دربار میں اہم عہدہ دیا۔ اس نے ان عقائد کو اپنی ذات تک محدود رکھا۔ مامون خلق قرآن کا بہت بڑا حامی تھا۔ اس نے حاکم بغداد کو فرمان بھیجا تھا کہ جو لوگ خلق قرآن کی مخالفت کریں انہیں گرفتار کر کے دربار میں پیش کیا جائے۔ معتصم نے بھی حوصلہ افزائی کی۔ متوکل کے دور میں یہ فتنہ ختم ہوا۔

فرقہ قرامطہ:

اس فرقے کا بانی حمدان تھا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ شخص چھوٹے چھوٹے قدم لے کر چلتا تھا۔ ایسے شخص کو عربی میں قرمطی کہتے ہیں اس نسبت سے یہ فرقہ قرامطہ کہلانے لگا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حمدان کوفہ کے قریب آکر تبلیغ کرنے لگا۔ یہ اسماعیلیہ کا زبردست پیروکار تھا۔ اچانک بیمار ہو گیا۔ ایک سرخ آنکھوں والا شخص تیمارداری کرنے لگا۔ اس وجہ سے لوگ اسے بھی کرمتیہ کہنے لگے جو بعد میں قرامطہ ہو گیا۔ اس تحریک کا مرکز جنوبی عراق رہا۔

قرامطہ دراصل اسماعیلیہ فرقہ باطنیہ کی ایک شاخ تھی۔ اختلافات کی وجہ سے لوگوں نے اسے الگ فرقہ بنا لیا۔ یہ اشتراکیت سے ملتا جلتا فرقہ تھا۔ ان کے عقائد کے مطابق امام اسماعیل روپوش ہو چکے تھے۔ عنقریب وہ ظاہر ہو کر غریب اور مفلس کاشتکاروں کو زمینداروں اور جاگیرداروں سے نجات دلائیں گے۔ ان کے ظلم وستم کو ختم کر دیں گے۔ جب اس تحریک نے خوب زور پکڑا تو کوفہ کے عباسی حاکم نے اسے گرفتار کر لیا۔ ایک لونڈی کے ذریعے جیل سے بھاگ گیا۔ لوگ اس کو اس کی

کرامت سمجھنے لگے۔ حمدان شام چلا گیا۔ ابو سعید جنابی اپنے ساتھیوں سمیت اس تحریک میں شامل ہو گیا۔ یہ تحریک مزید زور پکڑتی گئی۔ بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ بحرین میں قرامطی حکومت قائم ہو گئی۔ جنابی شاہی فوجوں کے مقابلے میں مارا گیا۔ اس کے بیٹے ابوطاہر نے حکومت سنبھالی۔ اس نے لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔ خانہ کعبہ پر حملہ کر کے ہزاروں بے گناہ اور معصوم شہریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ خانہ کعبہ کا غلاف پھاڑ ڈالا۔ حجر اسود کو اُٹھا لایا جو تقریباً بیس سال اس کے پاس رہا۔ قرمطی پیشوا عبداللہ مہدی نے اس کی پرزور مذمت کی اور اسے خانہ کعبہ کی تمام چیزیں واپس کرنے پر مجبور کیا۔ اس نے حجر اسود سمیت سب چیزیں واپس کر دیں۔ یہ ان کے عروج کا زمانہ تھا۔ آخر فاطمین مصر کے خلیفہ العزیز کو اپنا امام تسلیم کر لیا اور اسی کی اطاعت قبول کر لی اور خراج بھی ادا کرنے لگے۔ (۶)

(۵) خاندان بویہ یا ویلمی

بنو عباس کے آخری دور میں مرکزی حکومت دن بدن کمزور سے کمزور ہوتی گئی۔ تمام خلفاء نااہل اور رنگینیوں کے دلدادہ تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ بغداد کے محافظ سپاہی بغداد کے حکمران بن بیٹھے۔ جسے چاہتے خلیفہ بنا دیتے اور جسے چاہتے قتل کروا دیتے۔ ان سازشوں میں خلفاء کو بھی ایک دوسرے کے خلاف شامل کرتے تھے۔ متوکل نے دسمبر ۸۶۱ء میں باپ کو قتل کروا دیا۔ خلیفہ معتز بھی قتل کر دیا گیا۔ تقریباً دوسو سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ دارالخلافہ کو سامرا منتقل کیا گیا لیکن وہاں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس لئے واپس بغداد آنا پڑا۔ اسی طرح وزراء کے قتل بھی ہوتے رہے۔

اسی دور میں عبید اللہ نے مصر میں فاطمی حکومت قائم کر لی۔ خلیفہ مقتدر نے امیر الامراء کا نیا عہدہ بنا کر محافظ فوج کے سردار مونس المظفر کو اس پر مامور کیا۔ امیر الامراء مظفر نے خلیفہ کو معزول کر دیا اور بعد میں قتل کر دیا گیا۔ خلیفہ قاہر کو اندھا کر دیا گیا۔ متقی کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا۔ فوج نے خلیفہ راضی کو بھی قتل کروا دیا۔ مکتفی خلیفہ بنا۔ مکتفی کے دور میں ویلم کے علاقہ میں سردار بویہ نے مستقل حکومت قائم کر لی تھی۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ علی، حسن اور احمد۔ سب سے چھوٹا بیٹا احمد تھا۔ اس نے کافی فتوحات کیں اور عظیم الشان سلطنت قائم کر لی۔ ۹۴۵ء میں بغداد میں داخل ہوا۔ خلیفہ مکتفی نے اس کا استقبال کیا۔ جنوری ۹۴۶ء میں احمد نے مکتفی کو معزول کر کے اندھا کر دیا۔ اب بغداد کی گلیوں میں قاہر، متقی اور مکتفی تینوں خلفاء بھیک مانگتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ مطیع کو برائے نام خلیفہ بنا دیا گیا۔

بویہ خاندان نے تقریباً ۹۴۵ء تا ۱۰۵۵ء ایک سو دس سال تک خلفاء بنو عباس کو دبائے رکھا۔ ان کا دارالخلافہ شیراز تھا۔ عراق کو صوبے کی حیثیت حاصل تھی۔ بویہ سلطانوں میں عضد الدولہ نے نمایاں کارنامے سرانجام دیئے۔ فتوحات سلطنت ہارون الرشید کے دور تک پہنچا دیں۔ اس نے خلیفہ الطائع کی بیٹی سے شادی کی اور اپنی بیٹی طائع کو نکاح میں دے دی تاکہ خلافت کا رشتہ قائم رہے۔ یہ پہلا حکمران تھا جو ملک الملوک یا شہنشاہ کہلایا۔ اس نے بغداد میں رفاہ عامہ کے کاموں پر بہت بڑی رقم خرچ کی۔ عالی شان عمارتیں، مساجد اور ہسپتال تعمیر کروائے، نہریں صاف کروائیں، ہسپتالوں میں ماہر جراح اور طبیب موجود رہتے تھے۔ سلطان عالموں کی بہت قدر کرتا تھا۔ علی القاسمی نے اس کے لئے ''کتاب الایضاح'' لکھی۔ ان کاموں میں اس کا عیسائی وزیر نصر بن ہارون اس کے ساتھ

شامل رہا۔ کلیساؤں کی مرمت کی گئی۔ پادریوں کے لئے خوبصورت رہائشیں تعمیر کی گئیں۔ عض الدولہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا شرف الدولہ تخت نشین ہوا یہ بھی علماء کا بہت قدردان تھا۔ مشہور رصد گاہ قائم کی۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا بہاء الدولہ (۹۸۹ء سے ۱۰۱۲ء) تخت پر بیٹھا۔ جس نے بغداد میں دارالعلوم قائم کیا۔ اس کا ایرانی وزیر سابور ابن اردشیر بہت روشن خیال تھا۔ اخوان الصفا کی جماعت کو بھی ان کے دور حکومت میں عروج حاصل ہوا۔ لیکن یہ خاندان بھی خانہ جنگی کی وجہ سے تباہ ہو گیا۔ بنو عباس کے چھبیس خلیفہ ان کے زیر سایہ رہے۔ خلیفہ کو سلجوقیوں نے ان سے نجات دلائی۔

سلاجقہ (سلجوق)

بنو عباس کے زوال کے دور میں سلجوق ۹۵۶ء میں ترکستان سے نکل کر بخارا کے قریب رہائش پذیر ہوا۔ سلجوق اغز ترکمان قبیلے کا سردار تھا۔ یہ پکا سنی مسلمان تھا۔ سلجوق کا ایک پوتا طغرل اپنے بھائی کے ساتھ خراسان چلا گیا۔ طغرل میکائل کا بیٹا تھا۔ دونوں بھائیوں نے غزنوی حکمرانوں کی ملازمت اختیار کر لی۔ جب محمود غزنوی کے بعد یہ حکومت کمزور ہو گئی تو طغرل اور اس کے بھائی نے نیشاپور اور مرو پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد مزید فتوحات کر کے خوارزم، طبرستان، ہمدان، رے، اصفہان، خرمان اور بلخ کے علاقوں پر قبضہ کر لیا اس طرح سلجوقی سلطنت قائم ہو گئی۔ خلیفہ قائم کی درخواست پر طغرل نے بغداد کا رخ کیا۔ ۱۸ دسمبر ۱۰۵۵ء کو بغداد میں داخل ہوا۔ بغداد کا ویلمی گورنر اور سپہ سالار بھاگ گیا۔ سلجوقوں کے مشہور

حکمران طغرل، الپ ارسلان اور ملک شاہ تھے۔ سلجوقی ترکوں نے پہلی دفعہ ایشیائے کوچک پر قبضہ کیا۔ یہاں پر ترک زبان اور ترک تہذیب وتمدن نظر آنے لگی۔ سلجوقوں نے سلیمان بن مطلمس کو یہاں کا حاکم مقرر کیا۔ یہ ارسلان کے رشتے کا بھائی تھا۔ اس نے ۱۰۷۷ء میں روم کے سلجوقیوں کی سلطنت قائم کی۔ دارالحکومت قونیہ تھا۔ صلیبی جنگوں کے دوران اس کے بیٹے قلیج ارسلان کو یہاں سے نکلنا پڑا۔ اس کے بعد قونیہ کو دارالخلافہ بنا دیا۔ یہ بہت خوبصورت شہر تھا۔ شروع میں سلجوقی بغداد میں نہیں رہتے تھے۔ الپ ارسلان کبھی بغداد نہیں آیا۔

سلجوقی دارالخلافہ مرو سے اصفہان منتقل ہو چکا تھا۔ صرف سلجوقی فوجی گورنر بغداد کی نگرانی کرتا تھا۔ ملک شاہ کے آخری دور میں سلجوقی بغداد منتقل ہوئے۔ ۱۰۸۷ء میں خلیفہ مقتدی نے ملک شاہ کی ایک بیٹی سے نکاح کیا۔ خلیفہ کے نام کے ساتھ سلجوقی سلطان کا نام بھی خطبہ میں شامل کیا گیا۔ قدیم سومیریوں نے دوسر والے عقاب کا تصور پیش کیا تھا۔ بغداد میں اہل بابل نے اسے اپنا قومی نشان قرار دیا تھا۔ سلجوقیوں نے بھی اس نشان کو اپنے خاندان کے لئے مخصوص کر لیا تھا۔ ان کے بعد بازنطینی آسٹریا اور روس کے شہنشاہوں نے اس نشان کو اپنا لیا۔ بغداد پر سلجوقی اقتدار ۱۰۵۵ء سے ۱۲۲۵ء تک قائم رہا۔ ان لوگوں نے خلفاء کو اذیتیں دینے کے بجائے احترام کیا۔ اسی دوران صلیبی جنگوں کا سیلاب امڈ آیا تھا۔ اس کو روکنے میں سلجوقی اور عباسی خلفاء نے کوئی خاص نمایاں کردار ادا نہ کیا۔ محض تماشائی بنے رہے۔ آخر کار یہ فریضہ عماد الدین زنگی اور اس کے بیٹے نور الدین زنگی نے انجام دیا۔ انہوں نے صلیب کے اس سیلاب کو روکنے کی متعدد کوششیں کیں۔ کافی حد تک کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ بیت المقدس کو عیسائیوں سے واپس لینے کا اعزاز سلطان

صلاح الدین ایوبی کو حاصل ہوا۔ ایوبی نے اس طوفان کا رخ ہی موڑ دیا۔

عباسی خاندان کے آخری دور میں مرکز کی کمزوری کی وجہ سے کئی خودمختار حکومتوں نے جنم لیا۔ محمود غزنوی نے مضبوط حکومت قائم کی۔ اسی دوران وسط ایشیا کی ایک بہادر قوم سلاجقہ نے ترکستان اور خراسان کے علاقے پر قبضہ کر کے عالی شان حکومت کی بنیاد ڈالی۔ محمود کی وفات کے بعد مشہور ترکی سردار طغرل سلجوقی نے نیشاپور، جرجان، طبرستان اور خوارزم کے علاقے فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لئے۔ طغرل نے رے کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔ ہمدان، عراق اور آرمینیا کو بھی سلجوقی سلطنت میں شامل کر لیا گیا۔ سلجوقی عقیدہ کے لحاظ سے سنی تھے۔ عباسی خلفاء کا بہت احترام کرتے تھے۔ ویلمی چاہتے تھے کہ مصر کی فاطمی حکومت میں عباسی خلافت کو بھی شامل کر لیا جائے۔ خلیفہ ان کی سازشوں سے تنگ آ چکا تھا۔ چنانچہ خلیفہ قائم نے مدد کے لئے طغرل سے درخواست کی۔ طغرل نے خوشی سے اس درخواست کو قبول کر لیا اور ویلمیوں کو ۱۰۵۵ء میں بغداد سے نکال کر خلیفہ کو نجات دلائی۔ خلیفہ نے خوش ہو کر طغرل کو سلطنت کا خطاب دیا۔ طغرل بغداد میں حالات درست کر کے واپس آ گیا۔ طغرل کے دور میں سلجوقیوں نے خوب ترقی کی۔

الپ ارسلان

۱۰۶۳ء تا ۱۰۷۲ء

طغرل ۱۰۶۳ء میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھتیجا الپ ارسلان بہادر تخت نشین ہوا۔ الپ ارسلان بہادر اور نڈر حکمران تھا۔ اس کے دور میں شاندار فتوحات ہوئیں۔ اس نے قیصر روم کو ملاذگرد کے مقام پر قید کر کے دس لاکھ دینار تاوان

اور سات ہزار دینار سالانہ خراج وصول کیا۔ ایشیائے کوچک کے علاقے کو اسلامی سلطنت میں شامل کر لیا۔ قیصر نے اپنی بیٹیوں کو سلطان کے بیٹوں کے نکاح میں دے کر رشتہ داری کی بنیاد ڈالی۔ الپ نے آرمینیا کے دارالخلافہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ الپ متقی و پرہیزگار اور قابل حکمران تھا۔ الپ نے ۱۰۷۲ء میں وفات پائی۔

ملک شاہ

۱۰۷۲ء تا ۱۰۹۲ء

الپ ارسلان کے بعد اس کا بیٹا ملک شاہ تخت نشین ہوا۔ اس کے دور میں بھی کافی فتوحات ہوئیں۔ سلجوقی سلطنت بحیرہ روم سے چین تک پھیل گئی۔ یہ دور سلجوقیوں کے عروج کا دور تھا۔ خلیفہ قائم فوت ہو گیا۔ اس کی جگہ اس کا پوتا المقتدی تخت نشین ہوا۔ الپ ارسلان اور ملک شاہ کے دور میں نظام الملک طوسی وزارت کے عہدے پر مامور رہا۔ ملک شاہ کا دور امن و امان کا دور تھا۔

نظام الملک طوسی:

الپ ارسلان اور ملک شاہ کے دور کی علمی ترقی اور شان و شوکت کا انحصار نظام الملک پر تھا۔ نظام الملک کی کتاب ''سیاست نامہ'' کو تاریخ میں عظیم مقام حاصل ہے۔ نظام الملک کو اتابک کا خطاب بھی دیا گیا۔ سیّد امیر علی کے مطابق یحییٰ کے بعد نظام الملک بہترین وزیر تھا جس نے انتظام سلطنت میں عظیم کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ نظام الملک نے رفاہ عامہ کے کاموں پر خصوصی توجہ دی۔ ملک میں سڑکوں کا جال بچھا دیا۔ مسافروں کے آرام و آسائش کے لئے جگہ جگہ مہمان خانے

اور سرائیں، مسجدیں اور ہسپتال تعمیر کئے گئے۔ بغداد میں مدرسہ نظامیہ قائم کیا گیا۔ جس میں امام غزالی اور شیخ ابو اسحاق شیرازی جیسی مشہور شخصیات درس دیتی تھیں۔ اسی دور میں قلعہ الموت کے حسن بن صباح کی سرگرمیاں عروج کو پہنچ چکی تھیں۔ وہ اپنے مریدوں کو حشیش پلا کر مصنوعی جنت دکھاتا اور اپنے مخالفین کو قتل کروا دیتا۔ اسی کے مریدوں نے نظام الملک طوسی کو قتل کر دیا۔ حسن بن صباح آخری دور میں سچا مسلمان بن گیا اور مریدوں کو قرآنی تعلیم دینے لگا۔ حسن کے بعد اس کے بیٹے طویل عرصے تک برسراقتدار رہے۔ لیکن آخرکار خلافت عباسیہ کے ساتھ ہلاکو خان کے ہاتھوں برباد ہوئے سلجوق کا آخری حکمران سفیر تھا۔ اس کے بعد خانہ جنگیوں کا دور شروع ہو گیا۔ سلجوقی سلطنت چھوٹے چھوٹے حصوں میں بٹ کر ختم ہو گئی۔ اسی دوران مغربی ایشیا میں صلیبی جنگوں کا آغاز ہو چکا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے نہ تو سلجوقیوں نے ان جنگوں میں حصہ لیا اور نہ عباسیوں نے۔

صلیبی جنگیں

عباسیوں کی کمزوری کی وجہ سے چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستیں معرض وجود میں آئیں۔ شمالی افریقہ اور مصر میں فاطمین مصر کی حکومت قائم ہو گئی۔ انہوں نے بڑھتے بڑھتے شام اور فلسطین پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ فاطمیوں نے عیسائیوں کو پہلے سے زیادہ مراعات دیں۔ لیکن ان کے دلوں سے نفرت کم نہ ہو سکی۔ جس کے نتیجے میں ۱۰۹۶ء سے ۱۲۷۳ء تک مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان جنگوں کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ جنگیں عیسائی صلیب کے نام پر لڑ رہے تھے۔ اس لئے یہ جنگیں صلیبی جنگوں کے نام سے مشہور ہیں۔ ان جنگوں کے چیدہ چیدہ اسباب درج ذیل ہیں۔

اسباب

۱۔ برتری حاصل کرنے کی خواہش:

عیسائی چاہتے تھے کہ وہ مسلمانوں پر ہر لحاظ سے برتری حاصل کر لیں۔ بنیادی طور پر وہ مسلمانوں سے نفرت کرتے تھے۔ حسد کی آگ میں جلتے رہتے تھے۔ ہر وقت مسلمانوں کو بیت المقدس سے نکالنے کے لئے سازشیں بناتے رہتے تھے۔

۲۔ عیسائی زائرین:

ان دنوں عیسائیوں کی کافی بڑی تعداد بیت المقدس کی زیارت کے لئے آتی تھی۔ اگر راستے میں ڈاکے وغیرہ پڑ جاتے یا کسی کی چوری ہو جاتی تو اسے مسلمانوں سے منسوب کر کے خوب پراپیگنڈہ کیا جاتا اور مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کے دلوں میں نفرت کا بیج بویا جاتا۔

۳۔ عیسائی حکمران اور خانہ جنگیاں:

اندرون خانہ جنگی کا دور دورہ تھا۔ تمام حکمران ایک دوسرے کے خلاف لڑتے رہتے تھے۔ بہادری کا خوب چرچا ہوتا تھا۔ پادریوں نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ تمام حکمرانوں کی توجہ مقدس شہر کی طرف مبذول کر دی تاکہ ان کی فوجی طاقت سے خوب فائدہ اٹھایا جا سکے۔

۴۔ تجارتی مفادات:

بحیرہ روم پر مسلمان قابض ہو چکے تھے۔ جس سے عیسائیوں کی تجارت براہ

راست متاثر ہو رہی تھی۔ تجارتی مفادات نے بھی ان کی جنگوں میں نمایاں کردار ادا کیا۔

۵۔ عباسیوں کی کمزوریاں اور خانہ جنگیاں:

یہ دور عباسیوں کے تنزل کا دور تھا۔ خانہ جنگیوں نے حکومت کو کمزور کر دیا تھا۔ عیسائی اس صورت حال سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔

۶۔ فوری وجہ:

سلجوقیوں نے کامنینس کے چند ایشیائی مقبوضات پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس نے پوپ سے درخواست کی۔ پوپ نے ۲۶ نومبر ۱۰۹۵ء میں فرانس میں اجلاس منعقد کیا اور لوگوں سے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شامل ہونے کی اپیل کی اور اس طرح صلیبی جنگوں کا آغاز ہوا۔

واقعات

۱۔ پہلی صلیبی جنگ:

عیسائی پادریوں نے تقریباً تیرہ لاکھ فوج جمع کر لی۔ فوج کے بڑے حصے کا سردار پیٹر راہب خود تھا۔ فوج راستے میں آپس میں لڑنے لگی۔ کچھ وبا اور قحط کا شکار ہو گئی۔ صرف بیس ہزار کا لشکر بیت المقدس پہنچا۔ بیت المقدس مصر کے پاس تھا۔ یہ اس قابل نہ تھے کہ ان کا مقابلہ کر سکیں بلکہ کسی دوسرے مسلمان حکمران نے بھی ان کو روکنے کی کوشش نہ کی۔ اس کا نتیجہ بیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ اور شہریوں کے قتل عام کی صورت میں نکلا۔ عیسائیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے خوب قتل عام کیا۔

گاڈ فرائے کو یہاں کا حکمران بنایا گیا۔ اس کے جانشین نااہل اور عیاش تھے۔ ملک تباہی کے کنارے پہنچ گیا۔

۲۔ دوسری صلیبی جنگ:

بیت المقدس پر عیسائی قبضے اور مسلمانوں کے قتل عام نے مسلمان حکمرانوں کو وقتی طور پر بیدار کیا۔ آپس میں اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ خلیفہ بغداد نے بھی دلچسپی لی۔ لیکن کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی۔ اسی دوران عظیم مجاہد نور الدین زنگی سامنے آئے۔ نور الدین زنگی بہادر مجاہد عماد الدین زنگی کا بیٹا تھا۔ عماد الدین زنگی سلجوقی ملک شاہ کے سردار کا بیٹا تھا۔ اس نے سلجوقی حکمران سلطان محمد سے واسط کا شہر حاصل کیا۔ بعد میں اسے موصل اور شمالی عراق کا کافی علاقہ دیا گیا۔ خلیفہ بغداد نے اسے اتابک کا خطاب دیا عماد الدین نے ملک کا نظم و نسق بہتر بنایا اور فوج کو از سر نو منظم کر کے الپو اور حما پر قبضہ کر لیا۔ اس نے عیسائیوں کے مشہور شہر اڑیسہ پر قبضہ کر لیا۔ یہ قبضہ ۱۱۴۴ء میں ہوا۔ عماد الدین زنگی کے بعد اس کا بہادر بیٹا نور الدین زنگی تخت نشین ہوا۔ اڑیسہ کی فتح سے عیسائیوں کو شدید صدمہ ہوا۔ تمام یورپ ایک دفعہ پھر مسلمانوں کے خلاف اٹھ آیا۔ ہانیٹ برنارڈ نے لوگوں کو خوب بھڑکایا۔ برنارڈ شاہ جرمنی اور لوئی ہفتم شاہ فرانس کثیر فوج لے کر بڑھے۔ نور الدین زنگی نے اس فوج کو جگہ جگہ شکستیں دیں۔ اس فوج کا کافی حصہ تباہ و برباد ہو گیا۔ مصر کے خلیفہ نے نور الدین سے مدد مانگی۔ نور الدین نے اپنے مشہور جرنیل شیر کوہ کو مصر روانہ کیا۔ مصر کے لوگوں اور خلیفہ نے اس کا پرجوش استقبال کیا۔ اسے اپنا وزیر مقرر کیا۔ لیکن دو ماہ بعد یہ فوت ہو گیا۔ اس نے اپنے بھتیجے صلاح الدین ایوبی کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

تھوڑے ہی عرصہ میں صلاح الدین ایوبی کو خوب شہرت ملی۔ فاطمی خلیفہ کی وفات کے بعد صلاح الدین مصر کا حکمران بن گیا۔ اور عباسی خطبہ کا آغاز کیا۔ نور الدین زنگی کے وائسرائے کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ جب نور الدین زنگی کا انتقال ہو گیا تو اس نے حجاز، یمن کے علاقوں کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ نور الدین زنگی کے جانشینوں نے بھی صلاح الدین کی سرپرستی قبول کر لی۔ صلاح الدین عیسائیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ چند شرائط پیش کیں۔ جنہیں عیسائیوں نے مسترد کر دیا۔ صلاح الدین نے شہر کا محاصرہ کیا اور ساتھ ہی مسلمانوں کے قتل عام کا بدلہ لینے کا مصمم ارادہ کیا۔ تھوڑے دنوں بعد شہر والوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور رحم کی درخواست کی۔ صلاح الدین کا دل نرم ہو گیا اس نے خونی انتقام لینے کا ارادہ ترک کر دیا۔ صلیبی فوج کو چالیس دن کی مہلت دی۔ دس ہزار سپاہیوں کا فدیہ اپنی جیب سے ادا کیا۔ ۱۱۸۷ء میں بیت المقدس دوبارہ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا اور صدیوں ان کے پاس رہا۔ لیکن بدقسمتی سے پچھلی صدی میں اسرائیل نے اس پر قبضہ کر لیا۔

۳۔ تیسری صلیبی جنگ:

سلطان صلاح الدین ایوبی کے قبضے سے پادریوں اور حکمرانوں نے اس کے خلاف پورے یورپ میں آگ لگا دی۔ بیت المقدس کو واپس لینے کے لئے عیسائیوں نے وسیع پیمانے پر تیاریاں شروع کر دیں۔ اس جنگ میں یورپ کے تین بڑے شہنشاہ شامل ہوئے۔ انگلستان کا شیر دل رچرڈ، جرمنی کا فریڈرک اور فرانس کا فلپ، ان سب کی فوجیں عکہ کے قریب جمع ہونے لگیں۔ صلاح الدین نے اس نازک موقع پر مسلمان حکمرانوں سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن

ناکام رہا۔ آخر کار اکیلے ہی میدان جنگ میں آنا پڑا۔ ۱۱۸۹ء تا ۱۱۹۲ء تک عکہ اور سلان کے قریب دونوں فوجوں کے درمیان سخت جنگیں ہوئیں۔ جرمنی کا شہنشاہ فریڈرک دریا عبور کرتے ہوئے ہلاک ہو گیا۔ رچرڈ اور فلپ بیمار پڑ گئے۔ صلاح الدین نے ان کے لئے دوائیں اور پھل وغیرہ بھیجے۔ آخر کار رچرڈ نے مجبور ہو کر صلح کر لی اور اعلان کیا گیا کہ ''مسلمانوں اور عیسائیوں میں صلح ہو گئی ہے۔ لوگوں کو مکمل آزادی حاصل ہو گئی ہے۔ وہ ایک دوسرے کے علاقے میں جا سکیں گے''۔ اس سے دونوں طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی اور لوگ بہت خوش ہوئے۔ صلاح الدین کچھ دن بیت المقدس میں گزارنے کے بعد دمشق چلا گیا اور قریباً چھ ماہ بعد اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔

صلاح الدین کی وفات کے بعد چوتھی صلیبی جنگ، پانچویں صلیبی جنگ، چھٹی صلیبی جنگ، ساتویں صلیبی جنگ اور آٹھویں صلیبی جنگ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان لڑی گئی۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے کچھ علاقوں پر قبضہ کرتے رہتے لیکن ان کو تاریخی لحاظ سے کوئی خاص اہمیت نہیں۔

صلیبی جنگوں کے نتائج

ا۔ یورپ میں علمی ترقی:

صلیبی جنگوں سے یورپ کو علمی ترقی میں خوب فائدہ ہوا۔ مشرق اور مغرب کے ملاپ سے علوم کا بہاؤ اس طرف مڑ گیا۔ عیسائی دانشوروں نے مسلمانوں کے علمی خزانے سے خوب استفادہ کیا۔

۲۔ تجارتی منڈیاں:

صلیبی جنگوں سے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان میل جول بڑھتا گیا۔ عیسائیوں نے یورپ واپس جا کر ایشیائی مال کی تجارتی منڈیاں قائم کر لیں۔ تجارتی تعلقات بڑھتے گئے اور سامان کی خرید و فروخت شروع ہوئی۔

۳۔ زراعت سے استفادہ:

صلیبی جنگوں کے دوران عیسائیوں نے مسلمانوں کی زرعی ترقی پر خوب غور کیا۔ عیسائی، مسلمانوں کی زرعی ترقی سے بے حد متاثر ہوئے۔ کھیتی باڑی اور آبپاشی کے جدید طریقے یورپ میں رائج کیے۔

مشقی سوالات

۱۔ صلیبی جنگوں کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟ ان کے اسباب و نتائج بیان کریں۔

۲۔ سلجوق کون تھے؟ ان پر ایک نوٹ لکھیں۔

۳۔ پہلی تین صلیبی جنگوں کا ذکر کریں۔ اس ضمن میں سلطان صلاح الدین ایوبی کی خدمات تحریر کریں۔

۴۔ مندرجہ ذیل پر مفصل نوٹ تحریر کریں۔ (الف) فرقہ معتزلہ (ب) فرقہ قرامطہ

۵۔ خاندان بویہ یا ویلمی کون تھے؟ مفصل طور پر بیان کریں۔

۶۔ خالی جگہیں پر کریں:

الف: فرقہ معتزلہ کے عقیدے کے مطابق قرآن............ ہے۔

ب: فرقہ معتزلہ کا بانی............ تھا۔

ج: فرقہ قرامطہ کا بانی............ تھا

د: قرامطہ دراصل............ فرقہ باطنیت کی شاخ تھی۔

ہ: بویہ/ویلمی خاندان نے بنو عباس کو تقریباً............ سال تک دبائے رکھا۔

و: بویہ سلطانوں میں............ پہلا حکمران تھا جو ملک الملوک یا شہنشاہ کہلایا۔

ز: ۱۸ دسمبر ۱۰۵۵ء کو سلجوقی حکمران............ بغداد میں داخل ہوا۔

ح: سلجوقی دارالخلافہ مرو سے............ منتقل ہو چکا تھا۔

ط: سلجوق عقیدہ کے لحاظ سے............ اور بویہ/ویلمی تھے۔

ی: مصر میں............ کی حکومت قائم کی گئی

Not For Sale

ک: صلیبی جنگیں............ کے نام پر لڑی گئیں۔

ل: پوپ نے مسلمانوں کے خلاف............ میں اجلاس بلایا۔

م: پہلی صلیبی جنگ میں عیسائیوں نے............ پر قبضہ کرلیا۔

ن: دوسری صلیبی جنگ میں............ نے بیت المقدس پر قبضہ کرلیا۔

س: تیسری صلیبی جنگ میں انگلستان کا .... جرمنی کا............ اور فرانس کا .... مسلمانوں کے خلاف شامل ہوئے۔

ع: صلاح الدین ایوبی نے دس ہزار عیسائی سپاہیوں کا...... اپنی جیب سے ادا کیا۔

ف: صلاح الدین ایوبی نے مسلمان حکمرانوں سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن............ رہا۔

ص: تیسری صلیبی جنگ کے بعد عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان .... ہوگئی۔

ق: صلاح الدین ایوبی نے رچرڈ اور فلپ کے لئے............ اور............ بھیجے۔

آخری خلفاء......خاندان عباسیہ کا زوال

انتظام سلطنت، فوجی نظام

بنو عباس کے آخری خلفاء

(ایک جائزہ)

مامون الرشید نے اپنی بیماری کے دوران اپنے بھائی معتصم باللہ کو ولی عہد نامزد کر دیا تھا۔ مامون کی وفات کے بعد معتصم تخت نشین ہوا۔ اس نے ۸۳۳ء سے ۸۴۵ء تک حکومت کی۔ وہ علمی لحاظ سے بالکل کورا تھا، البتہ بہت بہادر اور دلیر تھا۔ اسی وجہ سے مورخ اسے ''سپاہی خلیفہ'' بھی کہتے ہیں۔ اُس کے دور کی خاص بات یہ ہے کہ اس نے ایرانیوں کو دبانے کے لئے ترکوں کو مراعات دینی شروع کیں جو بعد میں بہت مہنگی پڑیں۔ ترکوں کے ہاتھوں میں خلفاء کٹھ پتلی بن کر رہ گئے۔ معتصم نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پر بہت ظلم کیا۔ انہیں کوڑے لگوائے کیونکہ وہ معتزلی عقائد کے سخت خلاف تھے۔ معتصم ۲۲۷ھ میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا واثق تخت نشین ہوا۔ وہ ایک عالم فاضل حکمران تھا۔ شاعری اور خطابت میں بہت مشہور تھا۔ اس نے ۲۳۲ھ میں وفات پائی۔ واثق نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا۔ امراء نے اس کے بھائی متوکل علی اللہ کو خلیفہ منتخب کرلیا۔ متوکل کا دور امن اور خوشحالی کا دور تھا۔ وہ خود انتہائی عیاش اور رنگین مزاج تھا۔ اس کا دور ''سرور کا دور'' کہلاتا ہے۔ اس

کا سب سے بڑا کارنامہ معتزلہ عقائد کی بیخ کنی ہے۔ اس نے مناظروں کا سلسلہ بند کروا دیا۔ اپنے وزیر الزیات کو قتل کروا دیا اور علویوں پر بھی کافی سختیاں کیں۔ ترکوں کا اقتدار ختم کرنے کی کوششیں کرنے لگا۔ متوکل نے اپنے بیٹوں معتز اور معتقد کو یکے بعد دیگرے ولی عہد مقرر کیا۔ معتز کی ماں کا متوکل پر کافی اثر تھا اس لئے اس نے معتز کو پہلا نمبر دینا چاہا۔ اسی کشمکش میں متوکل قتل ہوگیا اور عباسیوں کے زوال کا دور شروع ہوا۔ خودمختار ریاستیں قائم ہونے لگیں۔ متوکل، ترکوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اب اقتدار ترکوں کے ہاتھوں میں تھا۔ متوکل کے چار جانشینوں منتصر، مستعین، معتز اور مہتدی مختصر عرصہ تک حکومت کرتے رہے۔ مہتدی کے بعد معتمد ۲۳ سال تک حکمران رہا۔ وہ نااہل اور نکما تھا۔ اس کے دور میں عباسی حکومت کا زوال بڑھتا گیا۔ اس کی وفات کے بعد معتضد اور مکتفی خلیفہ بنے، لیکن کوئی بھی بگڑتی ہوئی حالت کو سنوار نہ سکا۔ ان کے بعد مقتدر نے پچیس سال حکومت کی۔ وہ بھی عیاش تھا۔ خودمختار ریاستوں میں اضافہ ہونے لگا۔ خلفاء، امراء کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنے رہتے اور آخر کار مستعصم تخت پر بیٹھا۔ اسے ہلاکو خان نے قتل کروا دیا۔ اس کے قتل سے عباسی خلافت ختم ہوگئی۔

ہلاکو خان کا حملہ اور بغداد کی تباہی:

ترکستان کے شمال میں فرغانہ سے لے کر دریائے آمو تک منگولیا کا وسیع صحرا پھیلا ہوا ہے۔ یہ علاقہ تاتار بھی کہلاتا ہے۔ چنگیز خان کا تعلق اسی علاقے سے تھا۔ اس نے قراقرم کو اپنا پایہ تخت بنا کر تاتاری سلطنت کی بنیاد رکھی۔ ترکستان پر علاؤالدین خوارزم شاہ حکمران تھا۔ چنگیز خان نے اس کے ساتھ تجارتی معاہدہ کیا اور اپنا ایلچی اس کے پاس بھیجا، لیکن علاؤالدین نے ایلچی کو قتل کروا دیا۔ علاؤالدین کا بیٹا جلال الدین

خوارزم شاہ تخت نشین ہوا تو چنگیزیوں کے سیلاب کو ٹالتا رہا۔ چنگیز خان کی وفات کے بعد اس کا پوتا منگو خان تخت نشین ہوا۔ منگو خان نے اپنے بھائی ہلاکو خان کو اسلامی علاقے فتح کرنے کی ہدایت کی۔ بدقسمتی سے اُن دنوں بغداد میں شیعہ سنی دشمنی زوروں پر تھی۔ ابن خلدون اور دوسرے معتبر مورخین کے مطابق شیعہ وزیر ابن علقمی نے ہلاکو خان کو بغداد پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ ہلاکو خان نے اس سنہرے موقع سے خوب فائدہ اُٹھایا۔ اس نے بغداد پر بھرپور حملہ کر دیا۔ چالیس دن تک شہر کا محاصرہ جاری رہا۔ خلیفہ معتصم نے ہتھیار ڈال دیئے۔ خلیفہ اور اس کے بیٹوں کو قتل کر دیا گیا۔ علوم وفنون اور تہذیب وتمدن کے مرکز بغداد کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ دجلہ کا پانی پہلے انسانی خون سے سرخ تھا، پھر کتابوں کی سیاہی سے سیاہ ہوگیا۔ اس حملے سے بنوعباس کی خلافت کا خاتمہ ہوگیا۔ وزیر ابن علقمی، علوی حکومت بنانا چاہتا تھا لیکن بری طرح ناکام ہوکر اپنے بھیانک انجام کو پہنچا۔

بنوعباس کے زوال کے اسباب

بادشاہوں اور تہذیب وتمدن کے عروج وزوال کی کہانی بہت پرانی ہے۔ دنیا کی جو چیز بھی اپنے عروج کو پہنچ جاتی ہے۔ اس کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ بنوعباس کے زوال کے اثرات درحقیقت اس کی بنیاد ہی میں موجود تھے۔ بنوامیہ کے خلاف جو تحریک چلی تھی۔ وہ صرف بنوہاشم کے لئے تھی۔ بنوعباس بھی اس مقصد کے لئے اس میں شامل رہے تھے۔ تحریک کا مقصد اقتدار کو بنوہاشم میں منتقل کرنا تھا۔ لیکن جب بنوعباس نے اقتدار حاصل کرلیا تو وہ اپنے وعدوں سے پھر گئے۔ اس کا ردعمل بغاوتوں کی

صورت میں سامنے آیا۔ بنو عباس کے ابتداء سے ہی اس کی مخالفت شروع ہو گئی۔ بنو عباس نے تقریباً پانچ سو سال حکومت کی۔ بغداد دنیائے اسلام کا مرکز بنا۔ علم و تہذیب کا گہوارہ قرار دیا گیا لیکن آخر کار ہلاکو خان کے ہاتھوں ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہو گیا۔

بنو عباس کے زوال کے چیدہ چیدہ اسباب درج ذیل ہیں۔

۱۔ عیاش حکمران:

بنو عباس کے ابتدائی دور میں صرف چند خلفاء اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ انہوں نے مسلسل محنت سے حکومت کو استحکام بخشا۔ بعد میں خلفاء عیش و عشرت میں پڑ گئے۔ وہ حکومت کے معاملات میں کسی قسم کی دلچسپی نہ لیتے بلکہ ان کے شب و روز شراب نوشی، موسیقی اور دوشیزاؤں کی محفلوں میں بسر ہوتے۔ عوام کی حالت سے غافل ہوتے گئے۔ اس طرح عوام اور ان کے درمیان فاصلے دن بہ دن بڑھتے گئے۔ خلفاء عوام کا اعتماد کھو بیٹھے جس کا نتیجہ تباہی کی صورت میں سامنے آیا۔

۲۔ شیعان علی کے ساتھ سلوک:

ابتداء میں عباسیوں نے شیعان علی کے ساتھ مل کر بنو امیہ کے خلاف تحریک چلائی تھی۔ لیکن اقتدار پر خود قابض ہو گئے۔ اگرچہ بعد میں وہ شیعان علی کو ساتھ ملانے کی کوشش کرتے رہے، لیکن ان کے درمیان فاصلے بڑھتے ہی گئے۔ منصور کے دور میں ان کی بغاوتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اب انہوں نے ان کی سرگرمیوں پر نظر رکھنی شروع کر دی۔ عوام کی ہمدردیاں اب بھی زیادہ تر شیعان علی کے ساتھ تھیں۔ طبرستان اور مصر میں شیعوں کی حکومتیں قائم ہو گئیں۔ ان کے اختلافات اتنے بڑھے کہ ابن علقمی نے ہلاکو کو دعوت دے کر بغداد کو تباہ و برباد کرنے کا موقع فراہم کیا۔

۳۔ عجمیوں کیساتھ سلوک:

بنو امیہ کی حکومت کا دارومدار عربوں پر تھا۔ ہر طرف عربیت کا غلبہ تھا۔ تمام کلیدی اسامیاں عربوں کے پاس تھیں۔ جب بنو عباس برسر اقتدار آئے تو انہوں نے ایرانیوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ ہر طرف ایرانی تمدن نظر آنے لگا۔ ایرانی اقتدار پر چھا گئے، لیکن ساتھ ساتھ عباسی خلفاء ان سے خائف بھی تھے۔ وہ ایرانیوں کو شکوک کی نظروں سے دیکھنے لگے۔ اسی شک کے نتیجے میں منصور نے ابو مسلم خراسانی کو قتل کروا دیا اور ہارون الرشید نے برامکہ خاندان کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ اس سے ایرانی بدظن ہو گئے اور ان کی ہمدردیاں بھی دوسروں کے ساتھ ہو گئیں۔ اس طرح بنو عباس کے اقتدار کے محل کی بنیادیں دن بہ دن کھوکھلی ہوتی گئیں۔

۴۔ ترکوں کا اقتدار میں شامل ہونا اور صوبوں کی خودمختاری:

بنو عباس، عربوں سے پہلے ہی نفرت کرتے تھے۔ اب وہ ایرانیوں سے بھی بیزار ہو گئے۔ حکومت چلانے کے لئے نئے لوگوں کی تلاش شروع ہوئی۔ اس خلا کو پر کرنے کے لئے معتصم نے ترکوں کو بڑے بڑے عہدے دے کر اقتدار میں شامل کرا لیا۔ عباسیوں کی یہ خطرناک غلطی تھی۔ ترک اقتدار نے عباسی خلفاء کو آخرکار مفلوج کر کے رکھ دیا اور بنو عباس کی تباہی کا سبب بنے۔ ترکوں نے صرف مرکز پر توجہ دی جسے وہ اپنے مقصد کے لئے کافی سمجھتے تھے۔ صوبے دن بہ دن خودمختار ہوتے گئے صوبائی گورنر آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے۔ جو جیت جاتا وہ خلیفہ سے سند حاصل کر لیتا۔

۵۔ نسلی تعصب:

عباسیوں کے دور میں نسلی تعصب اپنے عروج کو پہنچ چکا تھا۔ عرب قبائل غیر عرب

سے نفرت کرتے تھے۔ مسلمان فرقے غیر مسلموں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے۔ ایرانی عام طور پر عربوں سے بیزار رہتے۔ یہ سب ایک دوسرے کو گرانے کی کوششوں میں مصروف رہتے۔ خلفاء بے بس تھے۔ وہ ان کے اختلافات ختم کرنے میں بری طرح ناکام رہے۔ اس کا نتیجہ بنو عباس کی تباہی کی صورت میں سامنے آیا۔

۶۔ خلفاء کی فوج سے غفلت اور عدم توجہی:

بنو عباس کے آخری دور کے خلفاء کو عیاشیوں نے اندھا کر دیا تھا۔ انہوں نے فوج پر کوئی توجہ نہ دی۔ وہ صرف رنگینیوں میں ڈوبے رہے۔ فوج دن بہ دن بے کار ہوتی گئی اور اس میں بھی عیاشیوں نے جنم لے لیا۔ اب فوجی سپاہی کم اور عیاش زیادہ تھے۔ فوج اب رنگین مزاجوں کا جمگھٹا بن چکی تھی۔ فوجی جذبہ سسکیاں لے لے کر دم توڑ رہا تھا۔ اس میں بیرونی حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کی سکت کہاں تھی۔ جو بھی آتا ان کو بڑی آسانی سے دبا لیتا تھا۔

۷۔ عباسیوں کا طرز حکومت:

عباسیوں کا طرز حکومت شخصی اور استبدادی تھا ایسے طرز حکومت کا محور صرف سربراہ مملکت ہوتا ہے۔ اگر وہ قابل، دانشمند اور مضبوط ہو تو حکومت ترقی کرتی ہے۔ سلطنت پھیلتی رہتی ہے۔ لوگ خوشحال اور آسودہ ہوتے ہیں۔ لیکن اگر سربراہ نااہل اور عیاش ہو تو وہ اپنے ساتھ ملک کو بھی ڈبو لیتا ہے۔ عباسی خلفاء خود بھی تباہ ہوئے اور سلطنت بھی ختم ہوئی۔

۸۔ اقتصادی بدحالی:

بنو عباس کے زوال میں اقتصادی بدحالی نے بھی نمایاں کردار ادا کیا۔

خلفاء نے اپنی فضول خرچیوں کو پورا کرنے کے لئے عوام پر مختلف قسم کے ٹیکس لگانا شروع کر دیئے۔ جس نے مزدوروں اور کاشتکاروں کی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔ سیلابوں اور قحط نے صورتحال کو مزید خراب کر دیا۔ آخرکار اقتصادی بدحالی بھی بنو عباس کے زوال کا سبب بنی۔

۹۔ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے تعلقات:

بدقسمتی سے بنو عباس کے دور حکومت میں مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے تعلقات خوشگوار نہ رہے، صوبائی گورنر ہمیشہ باہمی جوڑ توڑ اور سازشوں میں مصروف رہتے۔ مرکزی حکومت کو کمزور کر کے چھٹکارا حاصل کرنے کے منصوبے بناتے رہتے۔ اس طرح صوبوں اور مرکز کی کشمکش آخرکار اس خاندان کی تباہی کا سبب بنی۔

۱۰۔ ہلاکو خان کا حملہ:

اس خاندان کی تباہی میں فیصلہ کن کردار ہلاکو خان کے حملے نے ادا کیا۔ ہلاکو خان کا طوفانی حملہ بنو عباس کی صدیوں پرانی حکومت اور تہذیب و تمدن کے خزینوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گیا۔ علمی خزانے دریاؤں کی نذر کر دیئے گئے۔ دریائے دجلہ کا پانی جو پہلے انسانی خون سے سرخ تھا پھر کتابوں کی سیاہی سے سیاہ پڑ گیا۔ عباسیوں کا یہ المناک انجام رہتی دنیا کے لئے یہ سبق ضرور چھوڑ گیا کہ جو قومیں اپنے حقیقی مقاصد کو پس پشت ڈال کر عیاشیوں اور رنگینیوں میں ڈوب جاتی ہیں ان سے جینے کا حق بھی چھین لیا جاتا ہے۔ ذلت اور رسوائی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

انتظام سلطنت

(الف) مرکزی حکومت:

بنو عباس کے دور حکومت میں بھی انتظام سلطنت تقریباً اسی طرح سے چلایا گیا جیسے بنو اُمیہ کے دور میں تھا۔ صرف وزارت اور حاجب کے لئے عہدے قائم کئے گئے اور چند دوسرے شعبوں کا اضافہ کیا گیا۔

۱۔ خلیفہ کی حیثیت:

بنو عباس کے خلفاء حکومت کے سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو مذہبی پیشوا بھی سمجھتے تھے۔ ان کے دور میں بھی بنو امیہ کی طرح مجلس شوریٰ کا وجود نہیں تھا۔ خلیفہ کی حیثیت ایک مطلق العنان حکمران کی تھی۔ اس پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہوتی تھی۔ خلیفہ فوجوں کا سپہ سالار بھی ہوتا تھا۔

۲۔ وزارت:

عباسی خلفاء نے اپنی آسانی کے لئے وزارت کا باقاعدہ عہدہ قائم کیا۔ وزارت کا عہدہ ایرانیوں کی حکومتوں میں ہوتا تھا۔ وزیر دو قسم کے ہوتے تھے۔

(الف) وزیر تفویض یا مدار المہام:

وزیر تفویض کے پاس لامحدود اختیارات ہوا کرتے تھے۔ حکومت میں خلیفہ کے بعد دوسری پوزیشن اس کی ہوا کرتی تھی۔ وہ امیر الامراء بھی کہلاتا تھا۔ وہ خلیفہ کے اختیارات کو بھی استعمال کرسکتا تھا۔ خلیفہ کو صرف اطلاع دی جاتی تھی۔ کئی معاملات میں خلیفہ کو نظرانداز بھی

کر دیا جاتا تھا۔ اس کو خلیفہ کی پیشگی اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ عباسیوں کے آخری دور میں تو خلفاء بے بس ہو کر رہ گئے تھے۔ اقتدار وزراء کے ہاتھوں میں تھا۔

(ب) وزیر تنفیذ:

ان وزیروں کے پاس اختیارات بہت کم ہوتے تھے۔ اس قسم کے وزیر خلیفہ اور عوام کے درمیان رابطے کا کام دیتے تھے۔ ان کا کام خلیفہ اور وزیر اعلیٰ کے احکامات پر عمل کروانا ہوتا تھا۔ ان کی اپنی مرضی کا کسی معاملے میں دخل نہیں ہوتا تھا۔ ان وزیروں کا فرض تھا کہ وہ اپنے آپ کو صوبائی معاملات اور مقامی حالات سے ہر وقت باخبر رکھیں۔

۳۔ (الف) حاجب:

وزیر کے بعد دوسری پوزیشن حاجب کی ہوتی تھی۔ حجابت کا عہدہ بھی عباسیوں کی ایجاد ہے۔ حاجب کے لفظی معنی تو دربان کے ہیں۔ لیکن عباسی دور میں یہ اہم ترین عہدہ تھا۔ بعض اوقات ایک ہی شخص کو وزارت اور حجابت کے عہدے دیئے جاتے تھے۔ حاجب کی اجازت کے بغیر کوئی شخص بھی خلیفہ سے ملاقات نہیں کرسکتا تھا۔ حاجب، خلیفہ کے مشیر کے فرائض بھی سرانجام دیتا تھا۔

(ب) شاہی جلاد:

یہ بادشاہ کے ساتھ ساتھ رہتا تھا اور جہاں بادشاہ کسی شخص کا سر قلم کرنے کا حکم صادر کرتا جلاد فوراً تعمیل کرتا تھا۔

۴۔ مرکزی حکومت کے شعبہ جات:

مرکزی حکومت کے مشہور شعبے مندرجہ ذیل تھے۔

(الف) دیوان العزیز:

اس کا سربراہ وزیر اعلیٰ ہوتا تھا۔ ان محکمے کا کام دوسرے محکموں کی نگرانی کرنا تھا۔

(ب) دیوان الخراج:

اس محکمے کا کام حکومت کی آمدن اور خرچ کا حساب رکھنا ہوتا تھا۔ خراج، زکوٰۃ، جزیہ، عشر اور دوسرے ٹیکسوں کی نگرانی بھی یہی محکمہ کرتا تھا۔ ان کا حساب رکھنا بھی اس محکمے کے ذمے تھا۔

(ج) دیوان رسائل یا کتابت:

بنو عباس کے دور میں اس محکمے کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ شاہی فرمان، معاہدے اور غیر ملکی حکمرانوں کے خطوط کے جوابات یہ محکمہ تحریر کرتا تھا۔ اس محکمے میں ذہین، قابل اور خوشنویس لوگوں کو بھرتی کیا جاتا تھا۔

(د) دیوان برید:

یہ ڈاک کا محکمہ تھا۔ ڈاک تیز رفتار گھوڑوں کے ذریعے بھیجی جاتی تھی۔ کبوتر بھی استعمال کئے جاتے تھے۔ اس محکمے کے افسر اعلیٰ کو صاحب البرید کہا جاتا تھا۔ یہ محکمہ خلیفہ کو صوبائی معاملات سے بھی باخبر رکھتا تھا۔

(ہ) دیوان احداث:

یہ پولیس کا محکمہ تھا۔ اس کا کام ملک میں امن و امان قائم رکھنا تھا۔ اس محکمے کا سربراہ صاحب الشرط کہلاتا تھا۔ بعد میں اسے وزیر کی حیثیت دی گئی۔

(و) دیوان العرض:

اس محکمے کے ذمے فوجی انتظامات تھے۔ فوج کے لئے اسلحہ بنانے والے کارخانے بھی اس محکمے کے ماتحت ہوتے تھے۔

(ز) دیوان الغامام:

یہ محکمہ غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی نگرانی کرتا تھا۔

(ح) دیوان توقیع:

اس محکمے کے ذمے خلیفہ کے نام آئی ہوئی درخواستوں کے جوابات تحریر کرنا ہوتا تھا۔ شاہی فرمانوں کی نقول محفوظ کرنا بھی اس محکمے کی ذمہ داری تھی۔

(ط) دیوان الغباع:

اس محکمے کے ذمے شاہی املاک کی نگرانی تھی۔

(ی) دیوان العطاء:

سرکاری عطیات کا حساب رکھتا تھا۔

(ک) دیوان الموالی:

غلاموں کے حقوق کی نگرانی کرتا تھا۔

(ل) دیوان الاقرحہ:

نہروں کا انتظام اس محکمے کے سپرد تھا۔

لیکن یہ پالیسی آخر میں انتہائی خطرناک ثابت ہوئی کیونکہ ان حصوں (ڈویژنوں) میں اقتدار کی کشمکش شروع ہو گئی۔ اسلامی لشکر دو قسم کی فوجوں پر مشتمل تھا۔

(الف) باقاعدہ فوج (ب) رضا کار فوج

(الف) باقاعدہ فوج:

باقاعدہ فوج کو نقد تنخواہ دی جاتی تھی۔ فوجیوں کی تنخواہوں میں بنو امیہ کے مقابلے میں کافی کمی کی گئی۔ فوجی عہدوں کی تقسیم وہی تھی جو بنو امیہ کے دور میں تھی۔ ۱۰ سپاہیوں کے افسر کو عارف، ۱۰ عارفوں (۱۰۰ سپاہیوں) کے افسر کو نقیب کہا جاتا تھا۔ ۱۰ نقیبوں (۱۰۰۰ سپاہیوں) کے افسر کو قائد، اور دس قائدوں (یعنی دس ہزار سپاہیوں) کے افسر کو سپہ سالار (جرنیل) کہا جاتا تھا۔

(ب) رضا کار فوج:

یہ فوج کا وہ حصہ تھا جو جہاد کے جذبے کے تحت جنگ کے وقت فوج میں شامل ہوتا۔ ان کو باقاعدہ تنخواہیں نہیں دی جاتی تھیں۔ جنگ کے دوران ان کے لئے اسلحہ اور خوراک کا انتظام کیا جاتا تھا۔ ان کی بیویوں اور بچوں کے لئے وظائف مقرر کئے جاتے تھے۔

فوجی ہتھیار:

فوج میں عام طور پر مندرجہ ذیل ہتھیار استعمال کئے جاتے تھے۔

پیادہ فوج:

نیزے، تیر و کمان، تلواریں، کلہاڑیاں اور زرہ وغیرہ۔

فوجی رسالے:

نیزے، لمبی سیدھی تلواریں اور تیر و کمان وغیرہ، عباسیوں کے دور میں تیراندازی کو خوب فروغ حاصل ہوا۔

حملے کے وقت فوجی ترتیب:

حملے کے وقت فوجی ترتیب مندرجہ ذیل طرح کی ہوتی تھی:

سب سے آگے رسالہ چلتا تھا۔ اس کے دونوں اطراف خراسان اور شمالی ایران کے تیرانداز ہوتے تھے۔ رسالے کے پیچھے پیادہ دستے ہوتے تھے، جو قطاروں میں آگے بڑھتے جاتے، ان کے پیچھے کھانے پینے کا سامان جانوروں پر لادا ہوا ہوتا۔ آخر میں توپ خانہ ہوتا جس میں بھاری منجنیقیں اور قلعہ شکن توپیں چھکڑوں پر لادی ہوئی ہوتیں، انہیں اونٹ کھینچتے چلتے فوج کے ساتھ شفاخانے بھی ہوتے۔ دواؤں کے ذخیرے موجود رہتے۔ زخمیوں کو اٹھانے کے لئے خاص قسم کی آرام دہ پالکی استعمال کی جاتی تھی۔ (3)

مشقی سوالات

۱۔ خاندان بنو عباس کے زوال کے اسباب بیان کریں۔
۲۔ عباسیہ دور کے انتظام سلطنت پر مفصل نوٹ تحریر کریں۔
۳۔ بنو عباس کے فوجی نظام پر تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

(ب) صوبائی نظام

بنوعباس کے خلفاء نے انتظامی سہولت کے لئے سلطنت کو کئی صوبوں میں تقسیم کیا۔ بنوامیہ کے دور کے صوبوں میں کافی تبدیلیاں کی گئیں۔ صوبے کے سربراہ کو امیر، والی یا عامل کہا جاتا تھا۔ امیروں کا تقرر خلیفہ خود کرتا تھا۔ شروع میں امیروں کو جلدی جلدی تبدیل کیا جاتا تھا۔ لیکن بعد میں امیر مستقل ہوتے گئے۔ بلکہ اپنی خودمختاری کا اعلان کر کے خلیفہ سے اس کی سند حاصل کر لیتے۔

صوبائی حکام کا تقرر امیر خود کرتا تھا۔ بنوعباس کے دور حکومت میں تقریباً چوبیس صوبے تھے۔ جن میں بڑے بڑے صوبے مندرجہ ذیل تھے۔

۱۔ مصر	۲۔ شمالی افریقہ
۳۔ جزیرہ آزربائیجان اور آرمینیا	۴۔ حجاز (مکہ، مدینہ اور وسطی عرب)
۵۔ یمن، کوفہ، سواد	۶۔ بصرہ، بحرین اور شمالی عراق
۷۔ فارس، خراسان	۸۔ ماوراء النہر
۹۔ اہواز	۱۰۔ سندھ، پنجاب
۱۱۔ شام	۱۲۔ جنوبی ایران اور موصل

محکمہ انصاف:

ہر قصبے کا اپنا نائب قاضی ہوتا تھا۔ بڑے شہروں میں قاضی ہوتے تھے۔ شروع میں صوبائی امیر ان کا تقرر کرتا تھا۔ لیکن بعد میں بغداد کا قاضی القضاۃ براہ راست ان کا تقرر کرتا۔ انصاف کے سلسلے میں کسی قسم کی رعایت نہیں دی جاتی تھی۔ سب کے ساتھ

یکساں سلوک کیا جاتا تھا۔ نائب قاضی، عادل بھی کہلاتے تھے۔ غیر مسلموں کے جھگڑوں کے فیصلے ان کے اپنے مذہبی پیشوا کیا کرتے تھے۔ ملک کی سب سے بڑی عدالت دارالعدل کہلاتی تھی۔ اس کا سربراہ قاضی القضاۃ یا خلیفہ ہوتا تھا۔ حاجب اور وزیر بھی ججوں کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ ملک کی تمام عدالتیں قاضی القضاۃ کے ماتحت کام کرتی تھیں۔

محکمہ جاسوسی:

بنوعباس کے دور میں محکمہ جاسوسی بہتر طور پر منظم کیا گیا۔ سرکاری جاسوس سوداگروں اور واعظوں کے بھیسوں میں ملک کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے تھے۔ وہ خلیفہ کو تمام اہم واقعات سے باخبر رکھتے تھے۔

(ج) فوجی نظام

بنوعباس کی فوج کا شمار دنیا کی بہترین فوجوں میں ہوتا تھا۔ بنوامیہ کی فوج صرف عربوں پر مشتمل تھی۔ بنوعباس کے دور میں فوج کے مختلف حصے تھے۔ ان میں مملکت کے تمام لوگ بھرتی ہو سکتے تھے۔ تمام لوگوں کے ساتھ مساوی سلوک کیا جاتا تھا۔ تنخواہوں میں بھی کسی قسم کا فرق نہیں تھا۔ منصور کے دور میں فوج کے تین بڑے حصے یا ڈویژن تھے۔

۱۔ شمالی عرب حصہ (مضری)	۲۔ جنوبی عرب حصہ (یمنی)

۳۔ خراسانی حصہ معتصم کے دور میں فوج میں مزید حصوں کا اضافہ کیا گیا۔

۴۔ ترک حصہ	۵۔ افریقی حصہ

Not For Sale

اہم سوالات

۱۔ خلیفہ منصور کو عباسی خاندان کا حقیقی بانی کیوں کہا جاتا ہے؟ دلائل دیں۔

۲۔ "ہارون الرشید کا دور تاریخ اسلام کا زرین باب ہے" بحث کریں۔

۳۔ مامون کے دور حکومت کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ اس دور کی علمی اور ادبی ترقی کا خاص طور پر ذکر کریں۔

۴۔ صلیبی جنگوں کے اسباب، واقعات اور نتائج لکھیں۔

۵۔ عباسیہ دور کے مرکزی نظام حکومت پر مفصل نوٹ تحریر کریں۔

۶۔ برامکہ خاندان کے عروج و زوال پر تبصرہ کریں۔

۷۔ سلجوقی کون تھے؟ ان کے کارنامے سپرد قلم کریں۔

۸۔ ویلمی یا بویہ کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟ تفصیل سے جائزہ لیں۔

۹۔ ۱۲۵۸ء میں بغداد کی تباہی کے اسباب اور نتائج بیان کریں۔

۱۰۔ خلافت عباسیہ کے زوال کے اسباب کیا تھے؟

۱۱۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیں۔

فرقہ معتزلہ، فرقہ قرامطہ، ابو مسلم خراسانی

۱۲۔ خالی جگہیں پر کریں۔

الف: معتصم باللہ کو مورخ .... خلیفہ بھی کہتے ہیں۔

ب: معتصم نے امام .... پر بہت ظلم کیا۔

ج: متوکل کا سب سے بڑا کارنامہ .... عقائد کی بیخ کنی ہے۔

د: چنگیز خان کا تعلق .... تھا۔

Not For Sale

ہ: چنگیز خان کے بعد .... تخت نشین ہوا۔

و: ابن علقمی عقیدہ کے لحاظ سے .... تھا۔

ز: ابتداء میں عباسیوں نے .... کے ساتھ بنوامیہ کے خلاف تحریک چلائی۔

ح: منصور نے .... خراسانی کو قتل کروا دیا۔

ط: مستعصم نے .... کو بڑے بڑے عہدے دیئے۔

ی: عباسیوں کے دور میں .... تعصب اپنے عروج کو پہنچ گیا۔

ک: .... نے بغداد کو تباہ و برباد کر ڈالا۔

ل: عباسیوں نے اپنی سہولت کے لئے .... کا عہدہ قائم کیا۔

م: وزیر .... بھی کہلاتے تھے۔

ن: وزیر کے بعد دوسری پوزیشن .... کی تھی۔

س: پولیس کا سربراہ .... کہلاتا تھا۔

ع: صوبائی سربراہ .... کہلاتے تھے۔

ف: بنو عباس کے دور میں تقریباً .... صوبے تھے۔

ص: اسلامی لشکر .... قسم کی فوجوں پر مشتمل تھا۔

ق: .... پولیس کے افسر کو قائد کہتے تھے۔

باب: 12

علمائے عباسیہ

۱۔ حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت

حضرت امام ابوحنیفہ کا شمار اسلامی فقہ کے درخشاں ستاروں میں ہوتا ہے۔ آپ نے زندگی کا زیادہ حصہ کوفہ میں گزارا۔ آپ کو استحسان کی وجہ سے شہرت ملی۔ آپ کا نام نعمان بن ثابت تھا۔ آپ ۸۰ ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ امام ابوحنیفہ اپنے علم اور علمی کمالات کی وجہ سے امام اعظم کہلاتے ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں امام جعفر صادق، حماد اور عبدالرحمان بن ہرمز شامل ہیں۔ کوفہ علم حدیث اور فقہ کا مرکز تھا۔ آپ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔ آزادانہ طور پر درس وتدریس کا کام کرتے رہے۔ اپنے شاگردوں کی مالی امداد بھی کرتے تھے۔ آپ کا دور منصور کا دور تھا۔ آپ کے شاگردوں میں ابو یوسف اور محمد بن الحسن شامل ہیں۔ امام ابو یوسف خلیفہ ہارون الرشید کے قاضی القضاۃ تھے۔

وفات:

آپ ۱۵۰ھ میں بغداد میں فوت ہوئے۔

۲۔ امام مالک بن انس

حضرت امام مالک ۹۲ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ مہاجرین انصار کا مرکز ہونے کی وجہ سے علمی مرکز رہا۔ آپ عبداللہ بن عمر کے شاگرد تھے۔ امام جعفر صادق

اور ابوحازم جیسے بزرگوں سے استفادہ کیا۔ آپ کے درس میں تین خلفاء خلیفہ ہارون الرشید اور اس کے دو بیٹے امین اور مامون شریک ہوتے اور موطا (حضرت امام مالک کا جمع کردہ احادیث کا مجموعہ) سیکھتے۔ ہارون چاہتا تھا کہ اس فقہ کو عملی طور پر نافذ کرے لیکن امام صاحب نے منع کر دیا۔ امام مالک کے شاگردوں میں امام شافعی بھی تھے۔ مالکی فقہ حجاز، مصر، بصرہ، اندلس اور سوڈان میں غالب رہا۔ آپ کی موطا نے عالمگیر شہرت حاصل کی۔

وفات:

آپ نے ۱۷۹ھ میں وفات پائی۔

۳۔ امام محمد بن ادریس شافعی قرشی

آپ غزہ میں ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ محمد بن الحسن اور امام مالک کے شاگرد تھے۔ علم کے لئے عرب، مصر، عراق اور یمن کا سفر کیا۔ آپ نعت، فقہ اور حدیث کے امام تھے۔ تحریر، تقریر اور فصاحت و بلاغت میں ملکہ حاصل تھا۔ اپنے مشہور رسالے میں اصول فقہ پر کھل کر بحث کی۔ آپ کی مشہور ترین کتاب "کتاب الام" ہے۔ جس میں عبادات، معاملات اور تعزیرات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ آپ کے پیروکار مصر، فلسطین، اردن، شام، لبنان، عراق، پاکستان، بھارت اور انڈونیشیا میں ہیں۔

وفات:

۲۰۴ھ میں مصر میں وفات پائی۔

۴۔ امام احمد بن حنبل شیبانی

امام احمد ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں امام ابو

یوسف اور محمد بن الحسن شیبانی شامل ہیں۔ آپ نے امام شافعی سے بھی استفادہ کیا۔ علم حاصل کرنے کے لئے شام، عراق، حجاز اور یمن کا سفر کیا۔ آپ کے شاگردوں میں بخاری، مسلم اور ابوداؤد جیسے محدثین شامل ہیں۔ آپ کے فقہی مسلک کی بنیاد پانچ اصولوں پر ہے۔ آپ کی کتابوں میں مسند احمد کتاب الصلوٰۃ، کتاب الفرائض، کتاب اطاعت رسول اور کتاب التفسیر وغیرہ شامل ہیں۔ شروع میں یہ مذہب عراق تک محدود رہا۔ بعد میں مصر اور شام میں بھی پھیل گیا۔

وفات:

بغداد میں ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔ آپ خلق قرآن کے مسئلے پر عباسی خلفاء کے سامنے ڈٹے رہے۔ شہنشاہان عباسیہ اس مردِ آہن کو اپنے اصولوں سے نہ ہٹا سکے۔

۵۔ شیخ الرئیس ابوعلی الحسین ابن سینا

علم و حکمت میں آپ کو عظیم مقام حاصل ہے۔ آپ کو علم طب میں بھی دسترس حاصل تھی۔ ۹۸۰ء میں بخارا کے ایک گاؤں خرمیش میں پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا۔ ۱۴ سال تک کافی علوم حاصل کر لئے۔ ارسطو اور ابونصر الفارابی کے بعد آپ کا نام آتا ہے۔ ایک مغربی محقق کے مطابق ''تفاوت کو دیکھنے کے لئے جالینوس کے بعد ابن سینا کی تصنیفات پڑھ لینا کافی ہے''۔ علمی اور فنی کمالات کی وجہ سے درباروں میں اعلیٰ مقام حاصل ہوا۔ طب کے علاوہ آپ نے ادب، منطق، طبیعات اور ریاضیات میں بھی مہارت حاصل کر لی تھی۔ آپ کو زیادہ شہرت ''القانون فی الطب'' کی وجہ سے ملی۔ یہ کتاب ۱۵۹۳ء میں روم میں شائع ہوئی۔ آپ کی کتابیں مغرب کی یونیورسٹیوں میں کافی عرصے تک پڑھائی جاتی رہیں۔ ۱۰۳۷ء میں فوت ہوئے۔

۶۔ ابوبکر محمد ابن ذکریا الرازی

رازی کو ''جالینوس العرب'' کا لقب دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ جالینوس کا پیروکار تھا۔ اس نے جالینوس کی تصنیفات سے استفادہ کیا۔ امراض کی ماہیت معلوم کرنے تک جالینوس کے تجربات سے فائدہ اٹھاتا رہا اور جہاں تک علاج کا تعلق ہے اس نے بقراط سے مدد لی۔ رازی بغداد کے مشہور ہسپتال کا طبیب اعلیٰ تھا۔ علم کیمیا پر بھی اسے دسترس حاصل تھی۔ اس کی کتاب ''کتاب الاسرار'' نے کافی شہرت حاصل کی۔ فن طب میں اس کی کتاب ''الحاوی'' ان تمام علوم پر حاوی ہے جو یونانی، ایرانی، اور سندھی طب کے سلسلے میں عربوں کو حاصل تھا۔ رازی نے جدری اور حبہ پر تحقیق کی۔ اس نے المصوری'' امیر منصور بن اسماعیل حاکم خراسان کے لئے لکھی۔ آخر میں رازی کی آنکھوں کی بصارت ضائع ہوگئی اور اندھا ہو گیا۔ ابوریحان البیرونی نے بھی اپنی کتابوں میں رازی کا ذکر کیا ہے۔ ۹۲۳ء میں وفات پائی۔

۷۔ ابو یوسف یعقوب بن اسحاق الکندی

کندی کوفہ میں پیدا ہوئے۔ یہ خالص عرب نژاد تھے۔ اس کا تعلق مشہور قبیلے کندہ سے تھا۔ اس لئے کندی مشہور ہوا۔ اس نے تقریباً ۲۶۳ رسالے اور کتابیں لکھیں۔ لیکن اب چند ہی موجود ہیں جن کا ترجمہ یورپ میں لاطینی زبان میں کیا گیا ہے۔ اس نے افلاطون اور ارسطو کے تصورات کو ملانے کی کوشش کی۔ فلسفہ کے علاوہ اسے طب، ریاضی، جغرافیہ اور فلکیات میں بھی مہارت تھی۔ ۸۷۳ء میں وفات پائی۔

۸۔ ابونصر محمد بن محمد الفارابی

فارابی ترک تھا۔ ۸۷۰ء میں فاراب (مفد) میں پیدا ہوا۔ ۹۵۰ء میں دمشق میں

فوت ہوا۔ علم حاصل کرنے کے لئے بغداد چلا آیا۔ ابوالبش مطابن یونس کے شاگردوں میں شامل ہو گیا۔ اس نے ارسطو کی تصنیفات کا مطالعہ کیا۔ شام کا سفر کیا اور آخر میں دمشق میں مقیم ہو گیا۔ بحیثیت چوکیدار کام کر کے باغات کی روشنیوں میں رات کو پڑھتا رہتا، بعد میں شہزادہ سیف الدولہ نے معمولی وظیفہ مقرر کیا۔ اس نے تقریباً ایک سو کتابیں لکھیں۔ ان میں ارسطو اور دوسرے فلاسفروں کی تصنیفات کی تشریحات شامل ہیں۔ اس نے افلاطون اور ارسطو کے خیالات کو صوفی ازم کے ساتھ ملانے کی کوشش کی۔ اس نے موسیقی پر بھی کتاب لکھی۔

۹۔ ابوجعفر محمد ابن جریری الطبری

ابوجعفر طبرستان میں پیدا ہوا۔ اس کی تاریخ پیدائش ۸۳۸ء ہے۔ تحصیل علم کے لئے بغداد چلا آیا اور یہاں پر ہی ۹۲۳ء میں وفات پائی۔ اس نے قرآن مجید کی تفسیر اور اپنی مشہور کتاب ''تاریخ الرسل والملوک'' لکھی۔ یہ تاریخ کی مکمل کتاب ہے۔ دنیا کی تخلیق سے لے کر ۹۱۵ء تک کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ اس نے تحقیق کے بعد واقعات تحریر کئے ہیں۔ اس مقصد کے لئے طویل سفر بھی کئے۔ اس کی یہ کتاب کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔

۱۰۔ ابوالحسن علی المسعودی

نویں صدی کے آخر میں بغداد میں پیدا ہوا۔ اس نے تحصیل علم کے لئے ہندوستان سے آگے دکن، سیلون اور مشرقی افریقہ تک سفر کئے۔ مسعودی چین بھی گیا۔ آخری دنوں میں شام اور مصر میں رہائش پذیر ہو گیا۔ ۹۵۶ء میں فسطاط میں وفات پائی۔ اس نے ۳۰ جلدوں پر مشتمل اپنی مشہور کتاب ''مروج الذہب و

معدون الجواہر'' لکھی، جو تاریخی اور جغرافیائی واقعات کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اس نے کتاب مراۃ الزمان بھی لکھی۔

۱۱۔ عزالدین ابن الاثیر

بنوعباس کا آخری مشہور مورخ ابن الاثیر تھا۔ اس کا تعلق موصل عراق سے تھا۔ اس کے دو شاہکار ہیں۔ (۱) ''الکامل فی التاریخ'' اس میں طبری کی تاریخ کو جاری رکھا ہے۔ صرف صلیبی جنگیں شامل کی گئی ہیں اور ۱۲۳۱ء تک کے واقعات درج کئے گئے ہیں۔ (۲) ''اسد الغابۃ'' اس میں حضور خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے حالات درج ہیں۔ ابن الاثیر ۱۱۶۰ء میں پیدا ہوا اور ۱۲۲۴ء میں وفات پائی۔

مشقی سوالات

۱۔ حضرت امام ابوحنیفہ کے کارناموں پر روشنی ڈالئے۔

۲۔ امام مالک کے مجموعہ احادیث (موطا) پر مختصر نوٹ لکھیں۔

۳۔ امام شافعی کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں۔

۴۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ تحریر کریں۔

الف: امام احمد بن حنبل، ب۔ بوعلی سینا، ج۔ طبری، د۔ مسعودی، ہ۔ ابن الاثیر

۵۔ درج میں سے (درست) اور (غلط) کا انتخاب کریں۔

الف: امام ابوحنیفہ علمی کمالات کی وجہ سے امام اعظم کہلاتے ہیں۔ (درست/غلط)

ب: امام ابوحنیفہ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔ (درست/غلط)

ج: امام مالک مدینہ میں پیدا ہوئے۔ (درست/غلط)

د: امام مالک امام جعفر صادق کے شاگرد تھے۔ (درست/غلط)

ہ: امام شافعی امام مالک کے شاگرد تھے۔ (درست/غلط)

و: امام شافعی کی مشہور کتاب ''کتاب الام'' ہے۔ (درست/غلط)

ز: امام احمد مدینہ میں پیدا ہوئے۔ (درست/غلط)

ح: امام احمد، امام شافعی کے شاگرد تھے۔ (درست/غلط)

ط: بوعلی سینا علم طب پر دسترس رکھتے تھے۔ (درست/غلط)

ی: بوعلی سینا کی کتابیں یورپ کی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی تھیں۔
(درست/غلط)

ک: یعقوب بن اسحاق کندی کوفہ میں پیدا ہوئے۔ (درست/غلط)

ل: فارابی عرب تھا۔ (درست/غلط)

م: طبری علم کے حصول کے لئے ہندوستان آیا۔ (درست/غلط)

ن: مسعودی کوفہ میں پیدا ہوا۔ (درست/غلط)

امیرانِ اُندلس

نام		عرصہ حکومت
طارق بن زیاد، موسیٰ بن نصیر	◄	۷۱۲ء تا ۷۱۴ء
عبدالعزیز بن موسیٰ	◄	۷۱۴ء تا ۷۱۶ء
حرب بن عبدالرحمان	◄	۷۱۶ء تا ۷۱۸ء
امیر سمع بن مالک فولانی	◄	۷۱۸ء تا ۷۲۱ء
امیر عنبیہ بن شجیم کلبی	◄	۷۲۱ء تا ۷۲۵ء

عتبہ بن حجاج سلولی	◄	
عبدالملک بن بلیخ بن بشر	◄	۷۲۵ء تا ۷۵۶ء
ابوالخطاب خام بن خرار	◄	
ثعبہ بن سلام جذامی	◄	
امیر عبدالرحمان الداخل	◄	۷۵۶ء تا ۷۸۸ء
اشام بن عبدالرحمان	◄	۷۸۸ء تا ۷۹۶ء
الحکم اول بن ہشام	◄	۷۹۶ء تا ۸۲۲ء
عبدالرحمان ثانی الاوسط	◄	۸۲۲ء تا ۸۴۲ء
محمد اول بن عبدالرحمان الاوسط	◄	۸۴۲ء تا ۸۷۶ء
المنذر بن محمد	◄	۸۷۶ء تا ۸۷۸ء
عبداللہ بن محمد	◄	۸۷۸ء تا ۹۰۳ء
عبدالرحمان ناصر	◄	۹۰۳ء تا ۹۵۳ء
الحکم ثانی	◄	۹۵۳ء تا ۹۶۹ء
ہشام ثانی	◄	۹۶۹ء تا ۱۰۰۰ء

طوائف الملوکی

عبدالرحمان بن ہشام	◄	۱۰۰۰ء تا ۱۲۳۲ء
محمد بن عبدالرحمان معتمد		
آخری خاندان	◄	۱۲۳۲ء تا ۱۴۹۲ء

باب 1:

Nosheen Ali

مسلمان اُندلس میں

اُندلس کی وجہ تسمیہ:

اندلس کو سب سے پہلے سلٹ قوم نے اپنا وطن بنایا۔ اس کے بعد آئی بیری، لگوری اور فنیقی قوموں کا ذکر آتا ہے۔ ان کے بعد قرطاجنہ والوں نے وہاں اپنی حکومت قائم کی۔ ان کا دور ۲۴۷ ق م کا ہے۔ ان کے بعد یونانی وارد ہوئے اور پھر رومن آئے۔ رومنوں نے اندلس میں شاندار اصلاحات کیں۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں ترقی ہوئی۔ ان کے مشہور حکمران ٹریجن اور تھیوڈوسس تھے۔ میکیا نے فلسفہ میں اور لوشن نے مکالمہ نگاری میں نام پیدا کئے۔ مارشل اس دور کا مشہور شاعر تھا۔ رومن ۵ صدی عیسوی تک برسراقتدار رہے۔ گاتھ (Goth) قوم نے انہیں شکست دے کر ملک پر قبضہ کر لیا۔ اسی دوران ونڈال (Vandal) فرانس سے ہوتے ہوئے اندلس میں داخل ہوئے اور تقریباً ۱۸ سال تک وہاں کے جنوبی حصوں پر برسراقتدار رہنے کے بعد افریقہ چلے گئے۔ ان کی نسبت سے سپین کو واندلیہ (Vandallca) یا اندلیش پکارا جانے لگا جو بعد میں اُندلسہ یا اُندلس کہلانے لگا۔ یونانی اسے آمیریا اور رومی اسے ہسپانیہ کے ناموں سے پکارتے تھے۔ عرب اسے اندلوسیہ عظمیٰ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

حدود اربعہ:

مشرق میں بحیرہ روم، مغرب میں بحر اوقیانوس، شمال میں سلسلہ کوہ پسرا تیز اور

جنوب میں آبنائے جبرالٹر واقع ہے۔ اس کا طول تقریباً ۱۷۷۰ کلومیٹر، عرض ۹۷۶ کلومیٹر ہے اور کل رقبہ تقریباً ۱۷ لاکھ کلومیٹر بنتا ہے۔ مسلمانوں کی آمد سے تقریباً ۲۰۰ سال پہلے قوط (گاتھ) قوم نے رومیوں کو شکست دے کر یہاں اپنی حکومت قائم کی تھی۔ رومن مہذب تھے لیکن گاتھ وحشی خونخوار اور جاہل تھے۔ انہوں نے لاطینیوں سے استفادہ کر کے اپنی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ زراعت پر خاص توجہ دی۔ ایک سرکردہ فوجی افسر نے کہا، "اندلس آسمان اور زمین کی خوبصورتی میں شام سے مشابہ ہے۔ آب و ہوا کی لطافت میں یمن سے، خوشبویات میں ہند سے زرخیزی میں مصر سے اور بیش بہا فلزات (دھاتوں) میں چین سے مشابہ ہے۔"

مسلمانوں سے قبل اندلس کی سماجی و معاشرتی حالت:

سٹین لے پول کے مطابق اندلس پر وحشی قبائل وزی گاتھ یا ولسٹ گاتھ حکمران تھے۔ اندلس میں امراء عیاشیوں میں ڈوبے رہتے تھے۔ ان کی زندگی کھانے پینے اور دوسری عیاشیوں کے لئے وقف تھی۔ عوام کی اکثریت غلاموں پر مشتمل تھی جو رات دن کھیتوں میں کام کرتے رہتے تھے، لیکن ان کا اپنا کچھ بھی نہیں تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کے آقا بدلتے رہتے تھے۔ ان دونوں طبقوں کے درمیان مظلوم ترین طبقہ غلاموں کا تھا جس پر دونوں طرف سے دباؤ پڑتا رہتا تھا۔ ملک کے ٹیکسوں کا بڑا حصہ ان کو ادا کرنا پڑتا تھا۔ یہ طبقہ امراء کے لئے عیاشیوں کا سامان مہیا کرتا تھا۔ حکومت کا تمام کاروبار بھی اس طبقے کو چلانا پڑتا تھا۔ معاشرے میں ایسے لوگ ناپید ہو گئے تھے جو حملہ آوروں کا مقابلہ کر سکتے۔ امراء اور شرفاء اپنی رنگینیوں میں ڈوب گئے تھے۔ ان کی تلواریں زنگ آلود ہو چکی تھیں۔ وہ جنگ سے دور بھاگ رہے تھے۔ ملک میں منظم اور

طاقتور فوج نہیں تھی۔ آٹھویں صدی کے آغاز میں جب مسلمان اندلس میں داخل ہوئے تو گاتھ تقریباً دو صدیاں گزار چکے تھے۔ مذہبی لحاظ سے یہ لوگ عیسائی تھے لیکن ان کی عملی زندگی میں عیسائیت کا دخل بہت کم نظر آتا تھا۔ زمینوں میں کام کرنے والے غلام اور مزدور سرف کہلاتے تھے۔ سرف جاگیرداروں اور زمینداروں کی مرضی کے بغیر شادی بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے بچے بھی زمینداروں کی ملکیت ہوتے تھے۔ جنہیں وہ آپس میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ درمیانہ طبقہ معاشی لحاظ سے تباہ ہو چکا تھا۔ عیسائی پادری جو مساوات اور اخوت کا پرچار کرتے تھے۔ خود بڑی بڑی جاگیروں کے مالک بن گئے تھے۔ وہ بھی سرفوں کے ساتھ جاگیرداروں کی طرح پیش آتے تھے۔ معاشرے میں دھوکا، فریب، رشوت اور دوسری اخلاقی برائیاں پھیل چکی تھیں۔ بددیانت شرفاء اور امراء نے ملک کو چھوٹی چھوٹی ذاتی جاگیروں میں تقسیم کیا ہوا تھا۔ اندلس کے حکمران ویٹزا کو راڈرک نے تخت سے اتار دیا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ نیا حکمران ان کو تکالیف اور پریشانیوں سے نجات دلائے گا لیکن راڈرک کو بھی اقتدار اور دولت کی لالچ نے اندھا کر دیا۔ اس کی عیاشیوں سے ملک مزید مشکلات میں پھنس گیا۔ مجموعی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب مسلمان اندلس میں داخل ہوئے تو اندلس ہر لحاظ سے تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ اخلاقی اقدار پامال ہو چکی تھیں۔ چند لوگ تمام معاشرے پر چھائے ہوئے تھے۔

لہرزیق (راڈرک):

گاتھ حکمرانوں کا صدر مقام ٹولیڈو (طلیطلہ) تھا۔ مسلمانوں کے حملے کے وقت راڈرک اندلس کا حکمران تھا بلکہ گاتھ حکمران راڈرک ہی کہلاتے تھے۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک کی طرف سے موسیٰ بن نصیر افریقہ کا گورنر تھا۔ اس کا دارالحکومت قیروان تھا۔

لہرزیق (راڈرک) اور فلورنڈا:

گاتھ حکمرانوں کی روایت تھی کہ وہ اپنی ماتحت ریاستوں کے حکمرانوں کے بچوں کو اپنے پاس شاہی محل میں رکھتے تھے۔ تاکہ وہ شاہی آداب سیکھ سکیں اور ساتھ ہی ان کے والدین بھی مطیع رہیں۔ اسی طرح کاؤنٹ جولین (بلیان) کی بیٹی فلورنڈا بھی شاہی محل میں تربیت حاصل کر رہی تھی۔ فلورنڈا ایک حسین و جمیل دوشیزہ تھی۔ راڈرک نے اس کے حسن سے متاثر ہو کر اس پاک دامن لڑکی کو اپنی ہوس کا شکار بنا دیا۔ فلورنڈا نے اپنی والدہ کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا۔ فلورنڈا کی والدہ نے کاؤنٹ جولین کو مجبور کیا کہ وہ فوراً فلورنڈا کو گھر لے آئے چنانچہ کاؤنٹ جولین نے راڈرک کو بتایا کہ اس کی بیوی سخت بیمار ہے اس لئے فلورنڈا کو جانے کی اجازت دی جائے۔ جاتے وقت راڈرک نے کہا کہ اے دوست! دوبارہ آتے وقت میرے لئے افریقہ کے باز لانا۔ جولین نے کہا۔ اس دفعہ میں ایسے باز بھیجوں گا جو شکار میں بے مثال ہوں گے۔ جولین کا مقصد بربروں سے تھا جو بہادری میں بے مثال تھے۔

جولین نے اپنی بیٹی کی بے عزتی کا انتقام لینے کا منصوبہ بنایا۔ طارق اور موسیٰ سے بذات خود ملاقات کی۔ راڈرک کی حکومت کی تمام کمزوریوں سے انہیں آگاہ کیا اور اپنی طرف سے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ موسیٰ نے جولین کو آزمانے کے لئے اندلس کی طرف کچھ آزمائشی مہمات بھیجیں۔ جب موسیٰ کو راڈرک کی حکومت کی کمزوریوں کا مکمل یقین ہو گیا تو اس نے اپنے آزاد کردہ غلام طارق بن زیاد کو لشکر دے کر روانہ کیا۔

طارق ۷۱۱ء میں سات ہزار بربری شاہینوں کا لشکر لے کر اندلس کی جانب کشتیوں میں روانہ ہوا۔ طارق سب سے آخری کشتی میں سوار تھا۔ خواب میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کا دیدار ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ و

اصحابہ وسلم نے فتح کی بشارت دی۔ خواب سے بیدار ہو کر طارق نے ساتھیوں کو خواب سنایا۔ سب نے نعرہ تکبیر لگایا جس سے فضا کانپ اٹھی۔ طارق نے کشتیوں کو جلانے کا حکم دیا۔ علامہ اقبال نے اس منظر کو اپنے خوبصورت اشعار میں اس طرح بیان کیا ہے۔

طارق چو بر کنارہ اُندلس سفینہ سوخت
گفتند کارِ تو بہ نگاہ خرد خطاست

دور یم از سواد وطن باز چوں رسیم
ترک سبب ز روئے شریعت کجا رواست

خندید، دست خویش بہ شمشیر برد گفت
ہر ملک ملک ماست کہ ملکِ خدائے ماست

اشعار کا ترجمہ:

طارق کی فوج جب اندلس کی سرزمین پر پہنچی تو اس نے کشتیاں جلانے کا حکم دیا۔ اس کے ساتھیوں نے کہا جن کشتیوں کے ذریعے وہ اندلس پہنچے تھے انہیں جلا دینا عقل کے خلاف ہے۔

ہم اپنی سرزمین سے بہت دور ہیں۔ اپنے اسباب کو تباہ کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ آپ کی کارروائی کا جواز شریعت میں نہیں ملتا۔ طارق مسکرایا اور اپنا ہاتھ تلوار پر رکھ کر بولا دنیا کا ہر ملک ہماری ملکیت ہے۔ کیونکہ تمام کائنات کا مالک ہمارا اللہ ہے۔

اندلس کے ساحلی علاقہ میں راڈرک کے گورنر تدمیر نے مسلمانوں کو روکنا چاہا لیکن ناکام رہا۔ اس نے راڈرک کو لکھا کہ "ہماری زمین پر ایک نئی قوم کا نزول ہوا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ آسمان سے اتری ہے یا زمین سے نکل آئی ہے۔" راڈرک کو اطلاع ملی تو وہ

تقریباً ایک لاکھ کا لشکر لے کر رتھ پر سوار ہو کر شاہی لباس میں ۷۱۱ء کو جھیل لاجند کی طرف بڑھا۔ یہ مدینہ سیدونیہ کے قریب صوبہ قادس میں واقع ہے۔ دریا وادی مکہ یا وادی برباط کی اس جھیل میں گرتا ہے۔ طارق نے بھی اپنی صفوں کو درست کیا۔ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن توحید اسلام کا یہ فرزند جذبہ ایمانی سے سرشار تھے۔ طارق نے فرزندان توحید کے سامنے پرجوش تقریر کر کے ان میں ایک نیا جذبہ بیدار کیا۔ راڈرک نے حملہ کیا۔ لیکن طارق کے ہراول دستے نے روک لیا۔ ماہ ستمبر میں خونریز جنگ کا آغاز ہوا۔ راڈرک جنگ سے بھاگ کر دریا میں کود گیا۔ دریا کی موجوں نے اس ظالم، سفاک شہنشاہ کو نگل کر اندلس کے مظلوم عوام کو نجات دلائی۔ اس فتح کی خبر چاروں طرف پھیل گئی۔ قادس کو فتح کرنے کے بعد طارق سیدونیہ کی طرف بڑھا۔ اشبیلہ فتح کیا گیا۔ استجہ پر قبضہ کیا۔ بزعین الطارق کھدوا کر میٹھا پانی مہیا کیا گیا۔ طارق نے استجہ کو صدر مقام بنایا۔ طلیطلہ کی فتح کے لئے پیش قدمی شروع کی۔ قرطبہ، غرناطہ، بلنتیسہ، مالقہا درتدمیر پر قبضہ کرنے کے لئے دستے روانہ کئے۔ غرناطہ عروس البلاد کہلاتا تھا۔ ابن بطوطہ نے اسے دلہن شہر قرار دیا۔

موسیٰ کو جب ان فتوحات کا پتہ چلا تو اس نے مزید پیش قدمی سے طارق کو روک دیا اور انتظار کرنے کی ہدایت کی۔ موسیٰ بھی اندلس روانہ ہوا۔ قیروان میں اپنے بیٹے عبداللہ کو چھوڑا۔ طارق نے اپنے گورنر سے ملاقات کی۔ موسیٰ کی ماتحتی میں فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ فتوحات مشرق میں برشلونہ اور مغرب میں قادس تک پہنچ گئیں۔ انہوں نے مشرق میں قسطنطنیہ اور شام تک فتوحات جاری رکھنے کا منصوبہ بنایا۔ ایس پی سکاٹ کے مطابق موسیٰ نے لوٹ مار کی ممانعت کر دی تھی۔ عیسائی مذہب کے احترام کی تاکید کی۔ تشدد کو سختی سے روکا اور جائیداد کو نقصان نہ پہنچانے کی ہدایت کی۔ دمشق میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کو حاسد اور متعصب امراء نے بھڑکانا شروع کر دیا۔ طارق اور موسیٰ کے خلاف اس کے کان

بھرنا شروع کر دیئے۔ ولید نے موسیٰ کو مبارکباد کا خط لکھا اور واپس آنے کی تاکید کی۔ موسیٰ نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو اندلس کا گورنر بنایا۔ عبدالعزیز نے قرطبہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔ موسیٰ بے شمار قیمتی مال غنیمت کے ساتھ اندلس روانہ ہوا۔ اہل قیروان نے شاندار استقبال کیا۔ موسیٰ اسی مال غنیمت کے ساتھ دمشق روانہ ہوا۔ ولید سے جامع مسجد دمشق میں ملاقات ہوئی اور سب کچھ اس کے حوالے کیا۔ ۴۰ دن بعد ولید بن عبدالملک فوت ہو گیا اور سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ سلیمان نے جہاں دوسرے جرنیلوں کو اپنی انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنایا وہاں موسیٰ بھی ان کی لپیٹ میں آ گیا۔ اس وقت موسیٰ کی عمر ۸۰ سال تھی۔ اس پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے گئے اور آخر وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر فوت ہوا۔

عبدالعزیز بن موسیٰ نے اندلس کو صوبوں میں تقسیم کیا۔ مختلف قسم کی اصلاحات نافذ کیں۔ تاکہ رعایا خوشحال زندگی گزار سکے۔ سلیمان کے انتقام کے شعلے اندلس بھی پہنچ گئے۔ عبدالعزیز کو رجب ۹۷ھ میں زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔ سلیمان کسی کو والی مقرر نہ کر سکا۔ عرب امراء نے ایوب بن حبیب لخمی کو اپنا امیر مقرر کر لیا۔

مرکزی حکومت نے ایوب کی امارت کو اس لئے تسلیم نہ کیا کہ وہ موسیٰ کا رشتہ دار تھا۔ حر بن عبدالرحمان (حرب بن عبدالرحمان) کو امیر بنایا گیا۔ اس نے ۹۸ھ میں یہ عہدہ سنبھالا، وہ انتہائی سخت گیر اور ظالم شخص تھا۔ لوگ اس سے ناخوش تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سمح بن مالک خولانی کو اندلس کا امیر نامزد کیا۔ سمح بن مالک خولانی (سمح بن مالک خولانی) نے ۱۰۰ھ میں امارت سنبھالی۔ وہ ایک متقی اور پرہیزگار شخص تھا۔ قرطبہ کا پل تعمیر کروایا۔ شہر کی فصیل از سر نو تعمیر کی گئی۔ ۱۰۲ھ میں فرانس پر حملہ کیا۔ اس معرکہ میں سمح شہید ہو گیا۔ ابن خلدون کے مطابق اہل اندلس نے عبدالرحمان بن عبداللہ کو اپنا امیر مقرر کیا۔ عقبہ کو گورنر افریقہ نے گورنر بنا کر بھیجا۔ ۱۰۷ھ میں یحییٰ بن

سلمہ اندلس میں داخل ہوا۔ نصر اڑھائی سال حکمران رہا۔ اس کے بعد عثمان بن ابی عبیدہ والی اندلس بنا۔ ۱۱۱ھ میں عبیدہ بن عبدالرحمان والی بنا۔ اس کے بعد عبداللہ بن حجاب والی بنا۔ اس کی معزولی کے بعد عبدالملک اندلس کا والی بنا۔ اس کے قتل ہو جانے کے بعد ابوالخطاب حسام بن صرار گورنر افریقہ کی طرف سے ۱۲۵ھ میں امیر بن کر آیا لیکن ۱۲۸ھ میں امارت سے الگ ہو گیا۔ اس کی جگہ تعلبہ بن سلامہ والی بنا۔ یمنی اور مضری قبائل کی دشمنی عروج کو پہنچ چکی تھی۔ مسلمان فوج نے فیصلہ کیا کہ امارت کو دونوں قبائل میں برابر تقسیم کیا جائے تاکہ جھگڑے ختم ہو جائیں۔ لیکن کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی۔

فتح اندلس کے اثرات:

مسلمانوں نے جب اندلس فتح کیا تو اس وقت اندلس سخت قسم کے جاگیردارانہ نظام میں جکڑا ہوا تھا۔ انسان انسان کو تباہ کر رہا تھا۔ مسلمانوں نے ایک ایسا نظام پیش کیا جو رواداری اور مساوات پر مبنی تھا۔ اس سے اندلس والوں کی سیاسی، معاشرتی اور معاشی زندگی بھی متاثر ہوئی۔ جاگیرداروں کے مظالم سے نجات دلائی گئی۔ جان و مال اور عبادت گاہوں کو تحفظ فراہم کیا گیا۔ صرف خراج وصول کیا جاتا تھا۔ اس کی وصولی کے لئے بھی مقامی عملہ بھرتی کیا گیا۔ مقامی لوگوں کے فیصلے، ان کی روایات اور رسومات کے مطابق کئے جاتے تھے۔ کاشتکاروں کو مکمل آزادی دی گئی۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہتے کام کر سکتے تھے۔ ان کو تاریخ میں پہلی دفعہ مالکانہ حقوق دیئے گئے۔ مسلمانوں کو بھی اندلس سے کافی دولت ملی جس سے ان کی زندگی پر اچھے اثرات مرتب ہوئے۔ زرعی انقلاب آیا۔ زراعت کے لئے نئے طریقے اپنائے گئے۔ اس کے علاوہ علمی اور ثقافتی انقلاب برپا ہوا جس نے پورے یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس تحریک کو جس نے یورپ کی ہیئت بدلی تحریک احیائے علوم کا نام دیا جاتا ہے۔

مشقی سوالات

۱۔ مسلمانوں سے قبل اندلس کی سماجی، معاشرتی حالت بیان کریں۔

۲۔ مسلمانوں کی اندلس میں آمد پر تفصیلاً روشنی ڈالئے۔

۳۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

الف: سب سے پہلے ....قوم نے اندلس کو اپنا وطن بنایا۔

ب: ....اس دور کا مشہور شاعر تھا۔

ج: اندلس کے مغرب میں.......... ہے۔

د: اندلس کا طول..........کلومیٹر ہے۔

ہ: گاتھ حکمرانوں کا صدر مقام.......... تھا۔

و: ....افریقہ کا گورنر تھا۔

ز: افریقہ کا دارالحکومت.......... تھا۔

ح: کاؤنٹ جولین کی بیٹی.......... تھی۔

ط: طارق..........عیسوی میں اندلس پر حملہ آور ہوا۔

ی: طارق نے..........کو جلانے کا حکم دیا۔

ک: اندلس کے ساحلی علاقے میں گورنر.......... تھا۔

ل: دریا کی موجوں نے..........کو نگل لیا۔

م: غرناطہ..........کہلاتا تھا۔

ن: کاشتکاروں کو مکمل.......... آزادی دی گئی۔

باب:2

امیر عبدالعزیز بن موسیٰ

دورِ امارات ۷۱۴ء تا ۷۱۷ء

موسیٰ بن نصیر نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو اندلس کا والی مقرر کیا۔ باپ کی طرح وہ بھی اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک تھا۔ اس نے جنگ کے اثرات کو ختم کر کے ایک خوشحال معاشرے کی تشکیل کیلئے کوششیں شروع کیں۔ غیر مسلم آبادی کو اعتماد میں لیا گیا۔ زراعت اور تجارت پر خصوصی توجہ دی گئی۔ ایک منظم حکومت قائم کی گئی۔ مجلس شوریٰ بنائی گئی۔ فوجداری اور دیوانی عدالتوں کا نظام قائم کیا گیا۔ غیر مسلم رعایا کے مقدمات ان کی مقامی روایات کے مطابق نمٹائے جانے لگے۔ جگہ جگہ فوجی چوکیاں قائم کر کے عوام کو تحفظ فراہم کیا گیا۔ ملک کو صوبوں میں تقسیم کر کے عامل مقرر کئے گئے۔ شہروں میں مقامی باشندوں کو ہی عامل مقرر کیا گیا۔ عبدالعزیز نے فتوحات کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ پرتگال کے کئی علاقے فتح کئے گئے۔ ان میں لوسی ٹانیا، لیبلے اور نوبر شامل تھے۔ کچھ بغاوتیں بھی ہوئیں لیکن امیر نے انہیں بڑی کامیابی سے کچل دیا۔ عبدالعزیز ایک کامیاب حکمران تھا۔ اندلس میں ایک عظیم الشان حکومت قائم کر سکتا تھا لیکن بدقسمتی سے ولید بن عبدالملک کی وفات کے بعد سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ اس کی انتقامی کارروائیوں کی آگ کے شعلے اندلس بھی پہنچے۔ عبدالعزیز نے راڈرک کی بیوہ ملکہ ایجولونہ سے شادی کر لی تھی۔ اس وجہ سے اس کے خلاف پروپیگنڈا کر کے اسے بدنام کر دیا گیا اور بعد میں سلیمان نے ایک سازش کے ذریعے اسے قتل کرا دیا۔ عبدالعزیز کا سر موسیٰ بن نصیر کو پیش کر کے اس

کے دکھوں میں مزید اضافہ کیا گیا۔ عبدالعزیز بن موسیٰ کی وفات کے بعد موسیٰ کے بھانجے ایوب بن حبیب کو اندلس کا امیر مقرر کیا گیا۔ وہ تقریباً ۴ ماہ تک حکمران رہا۔ ایوب بھی ایک قابل حکمران تھا۔ لیکن اس کی بدقسمتی یہ تھی کہ وہ موسیٰ کے خاندان کا فرد تھا۔ چنانچہ افریقہ کے گورنر نے اس کی امارت کی تصدیق نہ کی اور سلیمان کو خوش کرنے کے لئے حر بن عبدالرحمان کو اندلس کا امیر مقرر کیا۔ ایوب نے حکومت کو مستحکم کرنے کے لئے کافی اقدامات کئے تھے۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ دارالحکومت کی منتقلی تھا۔ اس نے اشبیلیہ کی جگہ قرطبہ کو اسلامی اندلس کا دارالخلافہ بنایا جو اسلامی حکومت کے خاتمہ تک قائم رہا۔

عیسائی حکومت کا قیام:

حر کے دور کا سب سے اہم واقعہ عیسائی حکومت کا قیام ہے۔ حر میں حکمران کی خوبیاں موجود نہ تھیں۔ وہ خودسر اور ضدی تھا۔ لوگ اس سے نفرت کرتے تھے۔ موسیٰ اپنے دور میں اندلس کو دشمنوں سے پاک کرنا چاہتا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے اسے واپس بلایا گیا۔ ستوریاس کی پہاڑیاں اس سے بچ گئی تھیں۔ وہاں کا سردار پلائیو راڈرک کا نامور جرنیل تھا۔ اس نے ان پہاڑی غاروں میں اپنی حکومت کی بنیاد رکھی۔ پلائیو کو گرفتار کیا گیا تھا۔ لیکن حر کے دور میں وہ جیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ غاروں میں قائم ہونے والی اس عیسائی ریاست نے ایک دن مسلمانوں کو اقتدار سے محروم کر دیا۔ تمام پادری پلائیو کے گرد جمع ہو گئے۔ اس کی سلطنت ۵ میل لمبی اور تین میل چوڑی تھی لیکن مسلمانوں کی خانہ جنگیوں کی وجہ سے وہ دن بہ دن بڑھتی گئی۔ پلائیو کے جانشین الفانسو نے اسے ایک عظیم الشان سلطنت میں بدل دیا۔ اسی دوران سلیمان کا انتقال ہوا اور عمر بن عبدالعزیز نے حر بن عبدالرحمان کو برطرف کر دیا اور اس کی جگہ سمع بن مالک خولانی کو اندلس کا امیر مقرر کیا۔

امیر سمع بن مالک خولانی

۷۱۸ء تا ۷۲۱ء

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے امیر سمع بن خولانی کو امیر مقرر کرتے وقت یہ ہدایت دی کہ اندلس کے حالات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔ غیر شرعی قوانین اور ناجائز ٹیکس فوری طور پر ختم کئے جائیں۔ اگر مسلمان اندلس میں پریشان ہوں اور مستقبل میں بہتری کی کوئی صورت نہ ہو تو فوراً واپس آ جائیں۔ خولانی اپریل ۷۱۸ء میں اندلس پہنچے۔ تمام قوانین اور ٹیکسوں کا بغور جائزہ لیا۔ غیر شرعی قوانین اور ٹیکس فوری طور پر منسوخ کر دیئے گئے۔

دوسرے ٹیکسوں میں اسلامی قوانین کے مطابق مرکز کا حصہ مقرر کیا گیا۔ امیر خولانی نے اندلس کے مجموعی حالات کا بھی جائزہ لیا۔ مسلمانوں کے حالات خصوصی طور پر معلوم کئے۔ آپ اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمانوں کا اندلس میں رہنا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو بھی اس صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے ساتھ ہی پھر شاہانہ دور کا آغاز ہوا۔ اسی وجہ سے امیر خولانی نے مرکز کو ٹیکس اور خراج دینا روک دیا اور اس سے اندلس کے عوام کی بہتری کے لئے منصوبے شروع کئے گئے۔ قرطبہ کے قریب وادی الکبیر کا پل پرانا ہو چکا تھا۔ اس پل کو از سر نو تعمیر کیا گیا۔ سرگوسہ کی جامع مسجد تعمیر کی گئی۔

اصلاحات:

امیر خولانی ایک متقی اور پرہیزگار بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجے کے منتظم بھی تھے۔ آپ کو مالی امور میں کافی مہارت حاصل تھی۔ انہوں نے سماجی اقتصادی منصوبہ بندی کچھ اس طرح کی کہ (۱) تمام زمینوں کی پیمائش کی گئی۔ (۲) پیداوار کے مطابق ٹیکس مقرر کیے گئے۔ (۳) بنجر علاقوں میں بربر قبائل کو مراعات دے کر آباد کیا۔ اس طرح یہ زمینیں سرسبز وشاداب ہو گئیں۔ (۴) تجارتی سامان، بندرگاہوں، ساحلی علاقوں کے کتان اور باغات کی پیداوار معلوم کی۔

فتوحات امیر خولانی اعلیٰ پایہ کے جرنیل بھی تھے۔ مفتوحہ علاقوں میں حالات کو درست کرنے کے بعد مزید فتوحات پر توجہ دی۔ جبل ابرالس سے گزر کر فرانس کے جنوبی حصوں میں پیش قدمی کی۔ صوبہ سیٹی مانیا پر حملہ کیا۔ اس پر قبضہ کرنے کے بعد اردگرد کے علاقے فتح کیے۔ یہ صوبہ تقریباً اسی سال تک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔ ڈیوک آف ایکوٹین نے چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو مسلمانوں کے خلاف متحد کیا۔ ڈیوک مسلمانوں کے خلاف بہت بڑی طاقت بن چکا تھا۔ امیر خولانی نے ناربون اور اس کے اردگرد کے علاقے فتح کرنے کے بعد ایکوٹین کے دارالحکومت طولوس (طوشہ) کا محاصرہ کر لیا۔ ایکوٹین ایک مہم کے سلسلے میں دارالحکومت سے باہر تھا، چنانچہ اس نے باہر سے مسلمانوں پر زبردست حملہ کر دیا۔ امیر سمح خولانی نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور شہید ہو گئے۔ مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی۔ عبدالرحمان بن عبداللہ غافقی کو امیر بنایا گیا۔ عبدالرحمان نے بڑی بہادری سے مقابلہ کر کے اپنی فوجوں کو بچا لیا۔ افریقہ کے گورنر جنرل نے عبدالرحمان کی جگہ عنبسہ بن شجیم کلبی کو اندلس کا امیر مقرر کر دیا۔

امیر عنبسہ بن شجیم کلبی

۷۲۱ء تا ۷۲۵ء

عبدالرحمان کی جگہ عنبسہ کی تقرری سے بنو قیس اور بنو کلب کے درمیان رقابت کی آگ ایک دفعہ پھر بھڑک اٹھی۔ عنبسہ کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ پلائیو سیلاب کی طرح بڑھ رہا تھا۔ عنبسہ نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کر کے اس کی طاقت کو کچل دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے ساتھ تیس سپاہی اور چند عورتیں رہ گئی تھیں۔ قرقشونہ اور ٹائمز کے شہر فتح کیے۔ امیر عنبسہ دراصل ڈیوک آف ایکوٹین کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑنا چاہتا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے ایک جھڑپ میں خود مارا گیا۔ اس کی وفات کے بعد پھر افراتفری کا عالم شروع ہو گیا۔ یہ سلسلہ پانچ سال تک جاری رہا۔ اس دوران مختلف امیر سربراہ بنے لیکن کوئی خاص کارنامہ سرانجام نہ دے سکے۔

عبدالرحمان بن عبداللہ غافقی

عبدالرحمان کو اندلس کا امیر مقرر کیا گیا۔ عبدالرحمان نے وہاں پانچ سال سے جاری انتشار کو ختم کر کے امن وامان کو بحال کیا۔ عبدالرحمان اعلیٰ پایہ کا جرنیل تھا۔ اس نے عیسائیوں اور یہودیوں کا اعتماد بحال کیا۔ وہ طارق اور موسیٰ کی یاد تازہ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے فتوحات کا عظیم الشان منصوبہ بنایا۔ وسیع پیمانے پر جنگی تیاریاں شروع کیں۔ اندلس کے شمال مشرقی علاقے میں عثمان نے بغاوت کی۔ ڈیوک ایسے موقع کی تلاش میں تھا۔ اس نے عثمان کو اپنا داماد بنا کر تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی۔ عبدالرحمان نے عثمان کو شکست دی۔ اس کے بعد ڈیوک کو دریائے برون کے کنارے شکست دی اور بندرگاہ پر قبضہ کر لیا۔

جنگ طورس (ٹورس):

ڈیوک پے درپے شکستیں کھا رہا تھا۔ آخرکار اس نے فرانس کے چارلس سے مدد مانگی۔ چارلس نے اس کی مدد کے لئے زبردست لشکر روانہ کیا۔ آطورس اور بوئٹرز کے درمیان دریائے لوئر کے کنارے سخت مقابلہ ہوا۔ ڈیوک نے پیچھے سے زبردست حملہ کیا۔ مسلمانوں کو اپنے مال و اسباب کی فکر ہوئی۔ فوج میں افراتفری پیدا ہو گی۔ اسی اثناء میں عبدالرحمان بڑی بہادری سے لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ اگر اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوتی تو آج دنیائے اسلام کا نقشہ مختلف ہوتا کیونکہ عبدالرحمان کا راستہ روکنا ناممکن تھا۔ عبدالرحمان کی شکست میں اس کے اپنے ہی بھائیوں کا ہاتھ بھی تھا جنہوں نے عین وقت پر بغاوت کر دی تھی اور آپس میں جھگڑتے رہے۔ طورس کی شکست کے بعد اسلامی اندلس میں انتشار شروع ہوا جو تقریباً ۷ سال تک جاری رہا۔ اس عرصے میں بنو عدنان، بنو ہاشم اور بنو امیہ آپس میں لڑتے رہے، ان کے علاوہ مضری اور یمنی قبائل بھی ایک دوسرے کے ساتھ برسرپیکار رہے۔

عبدالملک بن قطن فہری

۷۳۲ء میں فہری کو اندلس کا امیر مقرر کیا گیا۔ فہری ایک عمر رسیدہ بزرگ تھے۔ انہوں نے فرانس پر حملے جاری رکھے لیکن کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اپنا مقصد حاصل کئے بغیر واپس آ گئے۔ افریقہ کے گورنر نے انہیں معزول کر دیا۔

عقبہ بن حجاج سلوبی

افریقہ کے گورنر جنرل عبداللہ نے عبدالملک کو برطرف کر دیا اور عقبہ بن حجاج سلوبی کو اندلس کا گورنر مقرر کیا گیا اندلس کا گورنر والی یا امیر کہلاتا تھا۔ سلوبی ایک تجربہ

کار جرنیل تھا۔ اور ایک اعتدال پسند منصف مزاج حکمران تھا۔ سلوبی دین کی تبلیغ کے لئے جایا کرتے تھے۔ اس کی تبلیغی کوششوں سینکڑوں غیر مسلموں نے اسلام قبول کر لیا۔ امیر سلوبی نے فرانس میں پیش قدمی کر کے مسلمانوں کے وقار کو بحال کرنے کی کوششیں شروع کیں۔ جبل البراس کو عبور کر کے دریائے رون کے ساتھ ساتھ فوجی چھاؤنیاں بنائی گئیں۔ سینٹ پال اور برگنڈی کے علاقے فتح کئے گئے۔ چارلس نے خطرہ محسوس کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف متحدہ محاذ قائم کیا۔ کئی قبائلی مسلمانوں کے خلاف اکسایا۔ سلوبی چارلس کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑنا چاہتا تھا لیکن اسی دوران افریقہ کے بربروں نے بغاوت کی اور افریقہ کے گورنر جنرل نے امیر سلوبی کو واپس بلا لیا۔ فوج نے عبدالملک بن فہری کو ۷۳۹ء میں دوبارہ اندلس کا امیر مقرر کر دیا۔ افریقہ میں بربر قبائل کی بغاوت کی آگ کے شعلے اندلس پہنچے۔ اندلس میں بھی مختلف قبائل آباد تھے۔ ان میں بربر، نومسلم، مضری اور یمنی تھے۔ اسلامی تعلیمات سے دوری نے مسلمانوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ یہ گروہ ایک دوسرے کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے۔ اس طرح مسلم اندلس میں انتشار اور خانہ جنگی کا آغاز ہوا۔ یہ خانہ جنگی تقریباً سترہ سال تک جاری رہی۔ اس عرصہ میں مسلمان تباہی کا شکار ہو گئے۔ ان کی جان، مال اور عزت محفوظ نہیں تھی۔ غیر یقینی صورت حال نے لوگوں کا جینا حرام کر دیا تھا۔ خانہ جنگی نے مسلمانوں کے اتحاد کو سخت نقصان پہنچایا۔ اگر یہ صلاحیتیں متحدہ طور پر غیر مسلموں کے خلاف استعمال ہوتیں تو مسلمان کبھی بھی ذلیل و خوار نہ ہوتے اور تنزل ان کا مقدر نہ بنتا۔ ان حالات میں بنو امیہ کا شہزادہ عبدالرحمان الداخل اندلس میں داخل ہوتا ہے۔ اپنی خداداد صلاحیتوں سے اندلس میں مسلمانوں کے وقار کو بحال کر دیتا ہے۔ ایک مستقل مرکزی حکومت قائم کر کے اسلامی اندلس کو ایک مثالی حکومت بنا دیتا ہے۔

مشقی سوالات

۱۔ عبدالعزیز بن موسیٰ کے کارنامے بیان کریں
۲۔ عبدالعزیز بن موسیٰ کے دور کے مشہور واقعات تحریر کریں۔
۳۔ ہاں/نہیں میں جواب دیں۔

الف: رومن ۵ صدی تک برسر اقتدار رہے۔ (ہاں/نہیں)
ب: کاؤنٹ جولین کی بیٹی کا نام فلورنڈا تھا۔ (ہاں/نہیں)
ج: موسیٰ بن نصیر نے اپنے بیٹے عبدالعزیز بن موسیٰ کو اندلس کا والی مقرر کیا۔ (ہاں/نہیں)
د: ولید بن عبدالملک کے بعد سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ (ہاں/نہیں)
ہ: عبدالعزیز نے راڈرک کی بیوہ ملکہ ایجولونہ سے شادی کر لی تھی۔ (ہاں/نہیں)
و: اشبیلہ کی جگہ قرطبہ دارالخلافہ بنایا گیا۔ (ہاں/نہیں)
ز: پلائیو کی سلطنت ۵ میل لمبی اور ۳ میل چوڑی تھی۔ (ہاں/نہیں)
ح: ڈیوک آف ایکوٹین نے چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو مسلمانوں کے خلاف متحد کیا۔ (ہاں/نہیں)
ط: فہری ایک عمر رسیدہ بزرگ تھے۔ (ہاں/نہیں)
ی: دریائے رون کے ساتھ ساتھ فوجی چھاؤنیاں بنائی گئیں۔ (ہاں/نہیں)

باب:3

امیر عبدالرحمان الداخل

۱۳۸ھ تا ۱۷۲ھ بمطابق ۷۵۶ء تا ۷۸۸ء

جب بنو عباس کے اقتدار کا سورج چمکا اور بنو امیہ کی شبنم غائب ہونے لگی تو بنو امیہ کے افراد پر قیامت ٹوٹی۔ بنو عباس کے حامیوں نے بنو امیہ کے افراد کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرنا شروع کیا۔ اس خون ریزی سے جو لوگ بچ کر دوسرے ممالک میں چلے گئے ان میں عبدالرحمان بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بھی تھا۔ اس نے افریقہ کا رخ کیا۔ اس کا غلام بدر بھی اس کے ہمراہ تھا۔ افریقہ کا گورنر عبدالرحمان بن حبیب بھی اس کے خلاف ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ ایک قبیلہ سے نکل کر دوسرے قبیلے میں پناہ گزین ہوتا رہا۔ اس طرح پانچ سال گزر گئے۔ اس کے بعد ملیلہ میں قیام کیا۔ بقول ابن خلدون اس نے اپنے غلام بدر کو اندلس میں ان لوگوں کے پاس بھیجا جو مروانیوں کے ہمنوا تھے۔ بدر نے اپنا فرض بہترین طریقے سے پورا کیا۔ ان سب کو عبدالرحمان کا ساتھ دینے پر آمادہ کیا۔ سب لوگوں نے بڑی خوشی کے ساتھ عبدالرحمان کی مدد کرنے کا وعدہ کیا۔ یمنی اور مضری قبائل کی کشمکش کافی عرصے سے جاری تھی۔ دونوں قبائل ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ یمنی قبائل نے عبدالرحمان کا ساتھ دینے کا بھرپور اقرار کیا۔ بدر کو جب مکمل یقین ہو گیا تو وہ واپس عبدالرحمان کے پاس آیا اور اُسے تمام حالات سے آگاہ کیا۔ عبدالرحمان ۱۳۸ھ میں روانہ ہوا۔ سب سے پہلے اہل اشبیلہ کے ایک گروہ نے عبدالرحمان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سیدونہ کے والی عتاب نے

بھی عبدالرحمان کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد وہ قرطبہ کی جانب روانہ ہوا۔

عبدالرحمان کی آمد کی خبر اندلس میں فوراً پھیل گئی۔ والیٔ اندلس یوسف بن عبدالرحمان فہری کو بھی پتہ چل گیا۔ اس کی آمد سے یوسف کے لشکر میں بھی پھوٹ پڑ گئی۔ بقول ابن خلدون یوسف نے بڑی بہادری سے عبدالرحمان کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ قرطبہ کے قریب کسی ساتھی نے دھوکے سے قتل کر کے اس کا سر عبدالرحمان کے سامنے پیش کر دیا۔ یوسف کے قتل ہونے کے بعد عبدالرحمان کے مخالفین کا خاتمہ ہو گیا۔ قرطبہ کو دارالخلافہ بنایا گیا۔ اندلس میں عباسی خلفاء کا نام خطبے میں لیا جاتا تھا۔ عبدالرحمان نے خطبے سے ان کا نام نکال دیا۔ والی کی حیثیت سے اس نے پہلا خطبہ مئی ۷۵۶ء میں جامع مسجد قرطبہ میں پڑھا۔ منصور نے العلاء کو لشکر دے کر روانہ کیا لیکن الداخل نے بڑی بہادری سے اسے شکست دی۔ منصور نے کہا خدا کا شکر ہے کہ ہمارے درمیان سمندر حائل ہے۔ عبدالرحمان الداخل کے لقب سے مشہور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مروانیوں میں سے وہ پہلا شخص تھا جو اندلس میں داخل ہوا۔ عبدالرحمان نے اپنے لئے امیر کا لقب پسند کیا۔ منصور اسے قریش کا عقاب کہا کرتا تھا۔ شارلیمان نے عبدالرحمان کے پاس سفارت بھیجی اور ساتھ ہی بیٹی کے نکاح کی پیشکش بھی کی۔ عبدالرحمان نے صلح پر آمادگی ظاہر کی لیکن شادی سے انکار کر دیا۔

اصلاحات:

الداخل نے فوجی مہمات سے فارغ ہو کر متعدد اصلاحات نافذ کیں۔ ملک کو چھ صوبوں میں تقسیم کیا۔ صوبوں کے سربراہ انتظامیہ اور فوج دونوں کے سربراہ ہوتے تھے۔ پولیس عدل اور قید خانوں کے محکمے مرکزی حکومت کے پاس تھے۔ حجاب، وزراء اور کاتب

کے نمایاں عہدے تھے۔ دیوانی اور فوجداری مقدمات کے لئے علیحدہ علیحدہ عدالتیں قائم کی تھیں۔ محکمہ عدل کے سربراہ کو قاضی کہتے تھے۔ عبدالرحمان نے فوج میں بربروں اور موالیوں کو شامل کیا۔ بحری بیڑے کو مستحکم کیا۔ الداخل خود بھی شاعر تھا۔ اس نے علوم وفنون کی سرپرستی کی اور قرطبہ جلد ہی علوم وفنون کا گہوارہ بن گیا۔ قرطبہ میں ٹکسال قائم کی۔ علامہ المقری کے مطابق لوگ عبدالرحمان کو برسرعام روک کر انصاف طلب کرتے تھے۔ کئی عمارات بنوائیں، باغات لگوائے۔ عبدالرحمان کی زندگی کا بڑا حصہ مسلسل جدوجہد میں گزرا۔

مسائل ومشکلات:

سنہری بالوں والے بیس سالہ عبدالرحمان کی والدہ کا تعلق بربر قبائل سے تھا۔ یہی وجہ تھی کہ افریقہ کے بربر سربراہ نے عبدالرحمان کا بھرپور ساتھ دیا۔ ان کی حمایت سے عبدالرحمان اندلس میں اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ منصور نے ناکامی کے باوجود سپین میں سازشوں کا جال پھیلایا۔ عباسیوں کے نمائندے، بربر اور دیگر قبائل کو عبدالرحمان کے خلاف اکساتے رہتے تھے۔ مسلمانوں کے علاوہ عیسائی بھی عبدالرحمان کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے جبل البرکات میں ایسٹریاس کی چھوٹی سی ریاست قائم کر لی تھی۔ عبدالرحمان مسلمان باغی سرداروں سے الجھا رہا اس دوران عیسائیوں نے اپنی ریاست کو مضبوط کر لیا۔ اس ریاست کی حدود بڑھتی گئیں۔ آخرکار انہوں نے یوسف کے بیٹے ابوالاسود، داماد عبدالرحمان بن حبیب اور برشانہ کے گورنر سلیمان کی مدد سے فرانس کے حکمران شارلیمان کو سپین پر حملے کی دعوت دی۔ شارلیمان نے سپین پر بھرپور حملہ کیا لیکن اپنے ملک میں اندرونی بغاوتوں کی وجہ سے ناکام لوٹنا پڑا بعد میں شارلیمان نے عبدالرحمان سے صلح کر لی۔ اسی طرح عرب سرداروں کی بغاوتوں

کو بھی کچل دیا گیا اور اُندلس میں ایک مضبوط حکومت قائم کر لی گئی۔

علمی سرگرمیاں:

عبدالرحمان کو تعلیم سے دلی لگاؤ تھا۔ لوگوں میں تعلیم کا شوق پیدا کرنے کے لئے مختلف قسم کے اقدامات کئے گئے۔ مشاعرے منعقد کئے جاتے مشاعروں میں عبدالرحمان خود بھی شریک ہوتا تھا اچھی نظموں پر انعامات دیئے جاتے علماء کو بڑے بڑے وظائف دیئے جاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ دنیا کے بڑے بڑے علماء اندلس میں جمع ہو گئے اور اندلس علم کا گہوارہ بن گیا۔ مشہور شاعر ابو مخشی، شیخ ابو موسیٰ، شیخ غازی بن قیس، عیسیٰ بن دینار، یحییٰ بن یحییٰ اور سعید بن احسان جیسے باکمال عالم عبدالرحمان کے دربار میں جمع ہو گئے تھے۔ ابن اثیر کے مطابق ''عبدالرحمان نہایت فصیح زبان شاعر، بردبار اور ہوش مند حکمران تھا۔''

انتظام سلطنت:

عبدالرحمان الداخل فاتح ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم منتظم اور مدبر بھی تھا۔ اس نے سلطنت کو انتظامی سہولت کے لئے صوبوں میں تقسیم کیا تھا۔ صوبہ میں گورنر کی مدد کے لئے دو عامل اور چھ وزیر ہوتے تھے۔ ان کی مدد کے لئے قاضی اور دوسرے حکام ہوتے تھے۔ تمام ملازمین ضروری اطلاعات دارالخلافہ قرطبہ روانہ کرتے۔ رعایا کی آسودگی اور خوشحالی کے لئے قوانین بنائے گئے تھے۔ ملک میں سڑکوں کا جال بچھایا گیا تھا۔ ڈاک کے لئے جگہ جگہ چوکیاں قائم کی گئی تھیں۔ ان چوکیوں میں تازہ دم گھوڑے ہر وقت موجود رہتے تھے۔ اسی طرح ڈاک جلد از جلد ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچائی جاتی۔ شاہراہیں محفوظ تھیں۔ ڈاکوؤں اور لٹیروں کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔ شاہراہوں کی

نگرانی اور مسافروں کی حفاظت کے لئے عملہ ہر وقت موجود رہتا تھا۔ عملے کی نگرانی کے لئے عبدالرحمان بذات خود گشت کرتا۔ غفلت برتنے پر انہیں سزا دی جاتی تھی۔ گشت کے دوران عبدالرحمان محتاجوں اور غریبوں کی فوری طور پر مدد کرتا تھا۔ اسی طرح لوگوں کی سہولت اور فلاح کے لئے بھی موقع پر ہی فرمان کئے جاتے تھے۔ الداخل نے اپنے بیٹوں کی تربیت کے لئے خصوصی انتظامات کئے تھے۔ ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ دفتروں اور کچہریوں میں حاضر ہو کر ان کے کام اور کارروائیوں کا بذات خود جائزہ لیں۔ اسی طرح کئی سرکاری معاملات میں شہزادوں کو ذاتی طور پر فیصلے کرنے پڑتے تھے۔

سیرت اور کارنامے:

(1) خاندان مغلیہ کے ایک مغل شہزادے نے اپنے ملک میں سب کچھ کھو دینے کے بعد یہاں آ کر برصغیر پاک و ہند میں ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد رکھی جو کئی صدیوں تک قائم رہی۔ وہ شہزادہ ظہیر الدین بابر تھا۔ اسی طرح بنو امیہ کا شہزادہ عبدالرحمان بنو عباس کے ہاتھوں ستم برداشت کرتا ہوا سپین میں وارد ہوا اور وہاں خالی ہاتھوں بنو امیہ کی عظیم الشان حکومت کی بنیاد رکھی جو بنو عباس کے ہاتھوں لٹ چکی تھی۔ اس نے مغرب میں بنو امیہ کی ایک شاندار حکومت قائم کی۔ ابن اثیر کے مطابق ''الداخل باغیوں کے خلاف تیزی سے کارروائی کرتا تھا۔ آرام نہ کرتا تھا۔ اپنے کاموں کو دوسروں پر نہ چھوڑتا تھا۔ اپنی رائے پر ڈٹا رہتا تھا۔ بہادر، سخی اور فیاض تھا۔ اکثر سفید لباس پہنا کرتا تھا۔'' عبدالرحمان ایک دور اندیش اور قابل سیاست دان تھا۔ اعلیٰ درجے کا معاملہ فہم تھا اور نفسیاتی جائزہ لے کر لوگوں کو اپنے گرد اکٹھا کر دیتا۔ عبدالرحمان کی شخصیت پرکشش تھی۔ لوگ خود بخود کھچے آتے تھے۔ عبدالرحمان اعلیٰ درجے کا مردم شناس تھا۔ لوگوں کی

صلاحیتوں کے مطابق ان سے کام لیتا تھا۔ وہ ایک روادار اور روشن ضمیر حکمران تھا جس نے مختلف قبائل کو آپس میں شیر وشکر کر دیا۔ نفرتوں اور دشمنیوں کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا۔ مقامی آبادی کو زیادہ سے زیادہ مراعات دیں۔

تعمیرات:

عبدالرحمان الداخل کو زندگی میں بہت کم فرصت ملی۔ اس کے مقدر میں مسلسل جدوجہد تھی۔ اس کے دور میں قرطبہ کی فصیل ناکارہ ہو چکی تھی۔ اس کی مرمت کروائی تاکہ شہر دشمنوں سے محفوظ رہے۔ قدیم شہنشاہ کے محل کو قصر حکومت کو بنایا اور اس میں تبدیلی کر کے مکمل طور پر بدل دیا گیا۔ عبدالرحمن الداخل نے قرطبہ میں ایک خوبصورت محل تعمیر کروایا۔ اس نے اس کا نام اپنے دادا ہشام کے تعمیر کردہ محل کے نام پر قصر رصافہ رکھا۔ اس میں باہر سے پودے منگوا کر لگائے۔ نلوں کے ذریعے شہر میں پانی پہنچایا۔ جامع مسجد تعمیر کی گئی اس پر ۸۰ ہزار دینار خرچ کئے۔ اس کے خوبصورت مینار دیکھ کر عبدالرحمان کہا کرتا تھا "یہ مسجد ایک خلیفہ چاہتی ہے، میں صرف ایک امیر ہوں"۔

وفات:

عبدالرحمان آخری دنوں میں تنہائی چاہتا تھا۔ ہشام کی بیعت لینے کے بعد مریڈا جانے کا ارادہ کیا۔ ۵۸ برس کی عمر میں ۷۸۸ء میں فوت ہو گیا۔

مشقی سوالات

۱۔ عبدالرحمان الداخل کی سیرت اور کارنامے تحریر کریں۔

۲۔ خالی جگہیں پر کریں۔

الف: عبدالرحمان الداخل کا غلام ....تھا۔

ب: ....قبائل نے عبدالرحمان کا ساتھ دیا۔

ج: عبدالرحمان نے دیوانی..........اور..........عدالتیں الگ الگ قائم کیں۔

د: محکمہ عدل کا سربراہ..........کہلاتا تھا۔

ہ: ....میں ٹکسال قائم کی گئی۔

و: ....بالوں والے ۲۰ سالہ عبدالرحمان کی والدہ کا تعلق..........سے تھا۔

ز: عبدالرحمان نے محل کا نام..........رکھا۔

ح: الداخل باغیوں کے خلاف..........سے کارروائی کرتا تھا۔

ط: عبدالرحمان کہا کرتا تھا کہ یہ مسجد ایک خلیفہ چاہتی ہے۔ میں صرف ایک..........ہوں۔

ی: عبدالرحمان آخری دنوں میں..........چاہتا تھا۔

باب:4

ہشام بن عبدالرحمان

۱۷۲ھ تا ۱۸۰ھ بمطابق ۷۸۸ء تا ۷۹۶ء

عبدالرحمان نے اپنے بیٹے ہشام کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ باپ کی وفات کے بعد ہشام تخت نشین ہوا۔ اس کے بھائیوں سلیمان اور عبداللہ نے اسے تخت سے محروم کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ ابن اثیر کے مطابق ہشام اندلس چھوڑ کر مغرب میں سکونت پذیر ہو گیا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد مشرقی اندلس میں کھویا ہوا اقتدار بحال کرنے میں کامیاب ہوا۔ ہشام نے انتظامیہ میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں کی بلکہ اس کی کارکردگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرنے لگا۔ بدعنوان عمال کو سخت سزا دیتا تھا۔ کسی کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں کی جاتی تھی۔

اصلاحات:

ہشام نے صیغہ مال میں تبدیلیاں کیں۔ زکوٰۃ کا نظام رائج کیا گیا۔ غیر شرعی ٹیکس ختم کر دیئے گئے۔ کتاب وسنت کے مطابق زکوٰۃ اور صدقات وصول کئے جانے لگے۔ اندلس کی یہ اسلامی سلطنت سیاسی، معاشرتی اور معاشی لحاظ سے ایک مثالی ریاست بن گئی۔ اندلس میں علم کے نور کی روشنی اس وقت پھیلائی گئی جس وقت یورپ میں جہالت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا۔ ملک میں ترقی کا دور شروع ہوا۔ ہشام نے فوجی نظام میں کوئی خاص تبدیلی تو نہ کی لیکن چند نقائص کو دور کیا۔ فوجیوں کے اخلاق و کردار کی تعمیر پر زور دیا۔ جہاد کے جذبے کو بیدار کیا۔ اس نے فوج کو ازسرنو منظم کر کے ناقابل تسخیر بنا دیا۔

عیسائی حملہ آوروں سے ملک محفوظ رہا اور اندرونی طور پر بھی امن وامان رہا۔ ہشام ایک عادل حکمران تھا اس نے قاضیوں کو بھی عدل وانصاف کی ہدایت کی۔ اس کے دور حکومت میں عدلیہ کو مکمل آزادی حاصل تھی۔ فنون لطیفہ کو ترقی دی۔ قرطبہ کی مشہور مسجد جس کی تعمیر عبدالرحمان نے شروع کی تھی کو مکمل کیا۔ دارالسلطنت کو حسین بنایا۔ خوبصورت باغات لگوائے۔ یورپ میں اسلامی ثقافت کی دھوم مچ گئی۔ ہشام نے عیسائیوں کے خلاف عبدالملک بن عبدالواحد کو روانہ کیا۔ اس نے جرندہ اور اربوز پر چڑھائی کی۔ ایک اور لشکر الیہ اور جلیقہ کی طرف روانہ کیا۔ ڈیوک آف ٹولوس نے مقابلے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ المقری کے مطابق ہشام سیرت کے لحاظ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نقش قدم پر چلتا تھا۔

وفات:

ہشام نے ۱۸۰ء میں وفات پائی۔

الحکم اوّل:

ہشام کی وفات کے بعد اس کا بیٹا امیر الحکم اول بن ہشام تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں عبداللہ نے بلنسیہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بھائی سلیمان نے بھی بغاوت کر لی۔ سلیمان مارا گیا اور عبداللہ سے صلح ہو گئی۔ فرانسیسیوں نے برشلونہ پر قبضہ کر لیا لیکن الحکم کے سردار عبدالکریم نے انہیں شکست دے کر پسپا کر دیا۔ الحکم عیش وعشرت کا دلدادہ تھا۔ علماء نے اسے معزول کر دیا تھا لیکن اس نے ان میں سے اکثر کو تہ تیغ کر دیا جبکہ باقی بھاگ گئے۔ الحکم نے ایک دن ان سب امیروں اور سرداروں کو دعوت پر بلایا جو اکثر بغاوتیں کرتے رہتے تھے۔ ایک دروازے سے داخل کر کے انہیں قتل کر دیا گیا۔

باقی لوگوں کو پتہ چل گیا تو وہ بھاگ گئے۔ اسلامی لشکر نے فرانس کے علاقوں پر بھی فوج کشی کی لیکن برسات کا موسم شروع ہو گیا۔ کافی مال غنیمت حاصل کر کے واپس چلے آئے۔ الحکم نے پہلی دفعہ اندلس میں باقاعدہ فوج کا نظام جاری کیا۔ فوجیوں کی تنخواہ مقرر کی اور سامان جنگ مہیا کیا گیا۔

وفات:

الحکم ۲۰۶ھ میں فوت ہوا۔

عبدالرحمان ثانی:

الحکم کی وفات کے بعد عبدالرحمان ثانی (الاوسط) ۳۱ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اس کا دور بھی امن اور خوشحالی کا دور تھا۔

امیر عبدالرحمان ثانی الاوسط

۲۰۶ھ تا ۲۳۸ھ

عبدالرحمان ثانی کو عوام میں مقبولیت حاصل تھی۔ اس میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو ایک حکمران کے لئے ضروری ہیں۔ عبدالرحمان کو اپنے بھائیوں کا تعاون حاصل رہا، صرف عبداللہ نے بغاوت کی لیکن عبدالرحمان کی فوج کے ایک دستے کی روانگی کا سن کر وہ بلنسیہ کی طرف بھاگ گیا۔ اور ۸۲۳ء میں وفات پائی۔ مضری اور یمنی قبائل کے درمیان رقابت کے شعلے پھر بھڑک اُٹھے۔ اس آگ کو ختم کرنے کے لئے عبدالرحمان نے ابوالشماخ مضری کو فوج میں ایک اعلیٰ عہدہ پیش کیا۔ تدمیر کی بجائے مرسیہ کو دارالخلافہ بنایا۔ ماروہ اور طلیطلہ میں امن بحال کیا گیا۔

عیسائیوں کے حملے روکنے کے لئے ایک جامع پالیسی بنائی۔ ماروہ، طلیطلہ، برشلونہ اور نوار کے عیسائیوں کو مطیع کرنے کے بعد جلیقہ کا رخ کیا۔ الفانسو دوم بھاگ گیا۔ مسلمانوں نے مال غنیمت حاصل کیا۔ اسلامی حکومت سے متاثر ہو کر بازنطینی بادشاہ میکائیل نے اپنا سفیر عبدالرحمان کے دربار روانہ کیا۔ امیر نے مشہور شاعر یحییٰ الغزالی کو میکائیل کے پاس روانہ کیا تاکہ شہنشاہ کا شکریہ ادا کیا جا سکے۔ قرطبہ میں سکے بنانے کی ٹکسال قائم کی گئی۔ ٹونسہ میں جہاز بنانے کا کارخانہ قائم کیا۔ عبدالرحمان کا بڑا کارنامہ پرائس کنٹرول ہے۔ امیر ان چار ہستیوں سے بے حد متاثر تھا۔

۱۔ ملکہ طروب:

یہ امیر کی بیوی تھی۔ امیر اس سے بے حد محبت کرتا تھا۔

۲۔ نصر:

یہ امیر کا انتہائی ذہین غلام تھا۔ امیر اس کا خاص خیال رکھتا تھا۔

۳۔ یحییٰ بن یحییٰ:

یہ بھی بہت ذہین تھا عاقل اندلس کہلاتا تھا۔

۴۔ زریاب:

کہا جاتا ہے کہ یہ ہارون الرشید کے دربار سے منسلک تھا۔ یہ اعلیٰ درجے کا گویا اور موسیقار تھا۔ اسے علم و ادب کے ساتھ بھی دلچسپی تھی اور تہذیب نو سے بے حد متاثر تھا۔ کھانے پینے اور دوسری محفلوں کے آداب کے لئے بھی مشہور تھا۔ امیر عبدالرحمان ثانی چونکہ عبدالرحمان الداخل اور عبدالرحمان ناصر کے درمیانی عرصہ میں گزرا اس لئے الاوسط کہلاتا ہے۔

امیر عبدالرحمان ثانی (الاوسط) نے ملکی آئین میں موزوں اور مفید تبدیلیاں کیں۔ امیر نے اندلس کی تاریخ میں پہلی مرتبہ مشاورتی کونسل بنائی۔ اس میں تمام وزیر شامل ہوتے تھے۔ امیر ان کے مشورے کو بہت اہمیت دیتا تھا۔ کونسل کا اجلاس شاہی محل میں منعقد ہوتا تھا۔ امیر کی وزارتی کابینہ میں انتہائی محنتی اور دیانت دار لوگ شامل تھے۔ حاجب کو وزیر اعظم کا رتبہ حاصل تھا۔ اس عہدے پر عبدالکریم بن مغیث کا تقرر کیا گیا تھا۔ اس کے دربار میں عبدالرحمان بن عبداللہ بن امیہ، یوسف بن بخت اور عیسیٰ بن شعید جیسے ذہین لوگ موجود تھے۔ امیر کا علمائے کرام سے قریبی رابطہ تھا، لیکن عوام سے بہت دور جا چکا تھا۔ تمام معاملات میں وزیروں کو اہمیت دی جاتی تھی۔ محکمہ مالیات کا سربراہ شیخ الخزائن کہلاتا تھا۔ اس کی اجازت کے بغیر امیر بھی رقم خرچ نہیں کر سکتا تھا۔ ایک دفعہ امیر عبدالرحمان ثانی (الاوسط) نے زریاب سے خوش ہو کر ایک گانے پر تیس ہزار دینے کا اعلان کیا۔ لیکن شیخ الخزائن نے یہ رقم قومی خزانے سے دینے سے انکار کر دیا۔ اس نے لکھا کہ اتنی بڑی رقم ایک گانے پر قومی خزانے سے نہیں دی جا سکتی البتہ امیر اپنی جیب سے یہ رقم ادا کر سکتا ہے۔ ان دیانت دار عاملوں کی وجہ سے اندلس کا خراج چھ لاکھ دینار سالانہ سے بڑھ کر دس لاکھ دینار سالانہ ہو گیا تھا۔ عبدالرحمان ثانی کے دور میں غلاموں کی وفادار فوج دارالخلافہ میں ہر وقت تیار رہتی تھی۔ امیر ثانی فطرتاً ایک شاعر اور ادیب تھا۔ فلسفہ اور شرعی علوم پر مکمل عبور حاصل تھا۔ اس کے دور میں اندلس میں ثقافتی اور تہذیبی ترقی ہوئی۔ اس کا دور علوم و فنون کی ترقی اور تعمیرات کے لئے مشہور ہے۔ تالاب، چشمے، باغات اور کئی نئی عمارتیں تعمیر کی گئیں۔ جامعہ قرطبہ کو وسیع کیا گیا۔ دو نئے محراب بنائے گئے۔ الاوسط کے دور میں عربی زبان اور عربی ثقافت کو خوب ترقی دی گئی۔ اس سے متاثر ہو کر بہت سے عیسائی مسلمان ہو گئے۔ اس کے دور

کی مسیحی تحریک کافی شہرت کی حامل ہے۔ اس تحریک کا بانی ایک متعصب پادری یولوجیس تھا۔ اس کی مالی مدد ایک مالدار شخص انوارو کر رہا تھا اس تحریک کی منصوبہ بندی کے مطابق ۸۵۰ء کے عیدالفطر کے دن پرفنس نامی شخص نے برسرِعام حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کئے۔ فقہا کے فیصلے کے مطابق اسے سزائے موت دی گئی، لیکن پادریوں نے اسے ایک مقدس سینٹ (ولی) کا درجہ دے دیا۔ اس طرح ایک اور راہب اسحاق نے قاضی کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ وسلم کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے۔ اسے بھی سزائے موت دی گئی۔ لیکن اس کو بھی پادریوں نے مقدس سینٹ کا درجہ دے دیا۔ اسی طرح کئی دوسرے عیسائیوں نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔ الاوسط نے عیسائی پادریوں کو یولوجیس کے ناپاک منصوبے سے آگاہ کیا جس پردہ سادہ لوح عیسائیوں کو شہادت کے سبز باغ دکھا کر گستاخی رسول پر آمادہ کر رہا تھا۔ یولوجیس نے کئی حسین لڑکیوں کو اس تحریک میں شامل کر کے بھیانک انجام تک پہنچایا۔ آخر الاوسط کے جانشین نے سخت اقدامات کر کے اس تحریک کو ختم کیا اور یولوجیس کو بھی قتل کر دیا گیا۔

وفات:

عبدالرحمان ثانی ۲۳۸ھ میں فوت ہوا۔

محمد اوّل:

عبدالرحمان الاوسط کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد اول تخت نشین ہوا اور ۸۵۲ء سے ۸۸۶ء تک برسرِ اقتدار رہا۔ محمد اول کا دور فتنوں اور انتشار کا دور تھا۔ اگرچہ اس نے کئی فتنوں کو ختم کیا لیکن انتشار کو مکمل طور پر ختم نہ کر سکا۔ محمد اوّل کی وفات کے بعد

اس کا بیٹا المنذر ۸۸۶ء میں تخت نشین ہوا۔ اس کی حکومت کے دو سال بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ اس کے بھائی نے ایک جراح کے ذریعے زہریلے نشتر سے اسے قتل کروا دیا۔ المنذر کی وفات کے بعد ۸۸۸ء میں عبداللہ تخت نشین ہوا اور ۹۱۲ء تک تخت پر قابض رہا۔ اس کا دور بغاوتوں اور افراتفری کا دور تھا۔ تمام سلطنت بغاوتوں کی لپیٹ میں آ چکی تھی۔ بربروں نے اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے سازشوں اور بغاوتوں کا جال پھیلا دیا۔ دوسری طرف سپین کے مسلمان آزادی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مرکزی حکومت کمزور سے کمزور تر ہوتی گئی۔ عیسائیوں نے بھی حکومت حاصل کرنے کے خواب دیکھنا شروع کئے۔ بعض بدبخت مسلمان باغیوں نے عیسائیوں کے اشاروں پر حکومت کے لئے مشکلات پیدا کیں۔ باغیوں میں عمر بن حفصون سب سے زیادہ خطرناک تھا۔ یہ ایک نومسلم منافق باغی تھا۔ یہ پہاڑی چوہا کہلاتا تھا۔ اس کا تعلق ویزگوتھی کاؤنٹ کی نسل سے تھا۔ اس نے ڈاکوؤں کے ساتھ مل کر ۸۸۰ء میں جبل بیشتر کے پرانے قلعے پر قبضہ کر لیا تھا۔ اسیرا کے پہاڑی باشندوں کو اپنے ساتھ ملا کر جنوبی اندلس میں ایک مضبوط ریاست قائم کر لی۔ محمد، منذر اور عبداللہ کو اس نے خوب پریشان کیا۔ اس نے کوشش کی کہ اندلس کی امارت حاصل کرے۔ اس مقصد کے لئے اس نے دوسرے حکمرانوں سے رابطہ بھی قائم کیا لیکن کوئی خاص کامیابی نہ ہو سکی۔ آخر مایوس ہو کر اس نے عیسائیت کا اعلان کر دیا۔ اور اپنا نام سموئیل رکھا۔ مسلمانوں کے لئے مسلسل مشکلات پیدا کرتا جا رہا اس کی ریاست ترقی کرتے کرتے عیسائیوں کی بڑی ریاستوں میں شامل ہو گئی۔ اس ریاست نے مسلمانوں کو اقتدار سے محروم کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ مرسیہ میں بھی ایک نومسلم نے اپنی خودمختاری کا اعلان کیا۔ گلیشیئر کے جنوب مغرب میں میریڈ اور ہیڈاہوز میں ایک نومسلم نے اپنی حکومت قائم

کر لی۔ الفانسو سوم کے اکسانے پر وہ اسلامی حکومت کے خلاف سازشیں کرتا رہا۔ طلیطلہ کے اردگرد بنوذوالنون کے بربروں نے لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ اسی طرح ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ ان حالات میں عبدالرحمان ناصر نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی اور ان تمام بغاوتوں اور انتشار کو ختم کر کے ایک مضبوط مرکزی حکومت قائم کی جو کافی عرصہ تک قائم رہی۔

مشقی سوالات

۱۔ ہشام بن عبدالرحمان کے دور حکومت کا تنقیدی جائزہ لیں۔

۲۔ عبدالرحمان ثانی الاوسط کون تھا؟ اس کے دور حکومت کے واقعات تفصیلاً بیان کریں۔

۳۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:

الف: عبدالرحمان نے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنایا۔ (عبداللہ، ہشام)

ب: ہشام نے اپنا کھویا ہوا اقتدار بحال کیا۔ (مغربی اندلس میں، مشرقی اندلس میں)

ج: عبدالرحمان ثانی نے ٹکسال قائم کی۔ (غرناطہ میں، قرطبہ میں، طلیطلہ میں)

د: عبدالرحمان ثانی کا بڑا کارنامہ تھا۔ (فتوحات، انتظام سلطنت، پرائس کنٹرول)

ہ: کہا جاتا ہے کہ زریاب دربار سے منسلک تھا۔ (ہارون الرشید کے، مامون الرشید کے)

و: شیخ الخزائن کہلاتا تھا۔ (مالیات کا سربراہ، بیت المال کا سربراہ)

ز: عبدالرحمان ثانی کے بعد تخت نشین ہوا۔ (حکم، محمد، ہشام)

ح: یہ پہاڑی چوہا کہلاتا تھا۔ (منذر، یولوجیس، عمر بن حفصون)

باب 5:

عبدالرحمٰن ناصر ثالث (الناصرالدین اللہ)

۳۰۰ھ تا ۳۵۰ھ

بنو اُمیہ کا سنہرا دور

تخت نشینی:

سلطان عبداللہ نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹوں کی بجائے اپنے اس پوتے کو ولی عہد نامزد کیا تھا۔ اس کے باپ کو مطروف نے ایک جراح کے ذریعے زہریلے نشتر سے قتل کروا دیا تھا۔ اس کا پچاس سالہ دور حکومت درحقیقت اندلس میں بنو امیہ کا سنہری دور تھا۔ دنیا کا کوئی تاجدار اتنا طاقتور، مالدار اور با اقبال نہ تھا۔ اس کی سالانہ آمدنی عیسائی یورپ کی کل آمدنی سے زیادہ تھی۔ اس نے ابن حفصون کو نیست و نابود کر دیا۔ ابن خلدون کے مطابق اس نے طلیطلہ کو اپنا مطیع بنا لیا۔ تخت نشینی کے وقت عبدالرحمان ناصر کی عمر بیس برس تھی۔ آپ امیر المومنین بن گئے تو قرطبہ میں خوشی کے نقارے بجنے لگے۔

امیر المؤمنین کا لقب:

عبدالرحمان ناصر ثالث اندلس کا پہلا حکمران تھا جس نے اپنے لئے امیر المؤمنین کا لقب خود منتخب کیا۔ اس دور میں خلافت عباسیہ کمزور ہو چکی تھی۔

فرانس پر حملے:

اس کے دور میں فرانس پر پے درپے حملے کیے گئے۔ سرحدی عیسائی حکمرانوں کو

اپنی حکومتیں ختم ہوتی نظر آنے لگیں تو ان لوگوں نے تحائف بھیجنا شروع کیے۔ روم اور قسطنطنیہ کے حکمرانوں نے بھی تحائف ارسال کیے۔ وزارت عبدالملک کے سپرد کر دی۔ اس نے بے شمار فتوحات حاصل کرنے کے بعد ناصرالدین اللہ کا لقب اختیار کیا۔ اب خطبوں میں امیر المومنین، حامیٔ دین عبدالرحمان الناصر الدین پڑھا جانے لگا۔ اس نے تمام بغاوتوں کو یکے بعد دیگرے ختم کر دیا۔

افریقہ میں فاطمی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ ان کی نظریں اندلس پر تھیں۔ ناصر نے فوج بھیجنے کی بجائے مذہبی اختلافات کو ہوا دی۔ اس مقصد کے لئے علماء کرام کی مدد حاصل کی گئی۔ اندلس پر حملہ کرنے کی بجائے فاطمی اپنی حفاظت کا سوچنے لگے۔ عبدالرحمان نے بہت بڑا جنگی بیڑا تیار کر لیا جو بحیرہ روم اور آبنائے جبل طارق میں گشت کرتا رہتا۔ اس نے کئی عمارات تعمیر کروائیں جن میں مدینۃ الزہرا خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ مسٹر ڈوزی کے مطابق ''بنو امیہ کے ان حکمرانوں میں جنہوں نے اندلس پر حکومت کی، بلاشک وشبہ سب سے پہلا درجہ عبدالرحمان الناصر الدین اللہ کو ملنا چاہئے۔ اپنی حکومت کے دوران جو کارنامے اس نے دکھائے وہ حقیقت میں معجزہ سے کم نہیں۔ جب وہ تخت نشین ہوا تو سلطنت میں فتنہ و فساد برپا تھا۔ جنگ و جدل کا میدان گرم تھا۔ ملک میں انتشار تھا۔ ریاستیں خودمختار ہو گئی تھیں۔ شمالی علاقوں کے عیسائی موقع کی تلاش میں رہتے تھے۔ لیون اور افریقہ کے حکمران اندلس پر حملوں کے خواب دیکھ رہے تھے۔ عبدالرحمان نے ان تمام مشکلات پر قابو پا لیا اور عظیم الشان حکومت قائم کی۔'' قرطبہ کی شان و شوکت دن بدن بڑھنے لگی۔

ملک چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ ہر شخص مقبوضہ حصے کا بادشاہ بن بیٹھا تھا۔ عبدالرحمان نے شاہی فرمان جاری کیا کہ جو شخص حکم عدولی کرے گا اسے قتل کر

دیا جائے گا۔ باغیوں کے ساتھ سخت رویہ اختیار کیا گیا۔ لوگ طوائف الملوکی سے تنگ آ چکے تھے اس لئے عبدالرحمان کے اقدامات کو سراہا گیا۔ اکثر سرداروں نے اطاعت قبول کر لی۔ تقریباً اٹھارہ سال کی تباہی و بربادی کے بعد لوگوں کو امن نصیب ہوا۔

عبدالرحمان کا طرزِ حکومت مندرجہ ذیل اصولوں پر قائم تھا۔

۱۔ شاہی فرمان صرف سلطان خود جاری کرتا تھا۔ امور سلطنت کے فیصلے صرف سلطان کرتا تھا۔ کسی امیر یا وزیر کو فیصلے کرنے کا اختیار نہ تھا۔

۲۔ ایسے لوگوں کی تعداد بڑھا دی گئی جو سلطان کے خیر خواہ تھے اور جن کو سلطان سے عقیدت اور ہمدردی تھی۔ اس طرح سازشیں کافی حد تک کم ہو گئیں۔

۳۔ پرانے سازشی عرب سرداروں سے اختیار چھین لئے گئے۔

۴۔ فوج کی تعداد بڑھا دی گئی۔ فوج کو از سرِ نو منظم کیا گیا۔ ذاتی حفاظت کے لئے عیسائی اور مسلمان غلاموں پر مشتمل خاص فوج قائم کی۔ یہ فوج ہر مشکل وقت میں سلطان کا ساتھ دیتی تھی۔ بعد میں ان غلاموں کو خصوصی جاگیریں عطا کر کے اپنی اپنی فوج رکھنے کا اختیار دیا گیا۔ اس طرح اس کی خاص فوج میں مزید اضافہ ہوا۔

ان اقدامات سے ملک میں مکمل امن و امان قائم ہو گیا۔ عبدالرحمان کی خاص فوج وقتی طور پر اس کے لئے فائدہ مند ثابت ہوئی لیکن مستقبل کے حکمرانوں کے لئے تباہ کن ثابت ہوئی۔

اس کے بعد عبدالرحمان نے عیسائی حکمرانوں کی طرف توجہ دی۔ اس نے ان کے خلاف پہلے چھوٹی چھوٹی مہمات روانہ کیں، لیکن کوئی خاص فائدہ نہ ہوا۔ شاہ اردونی ثانی بن الفانسو کی مدد کے لئے فرانس کا شہنشاہ اور دوسرے عیسائی حکمران آئے۔ چنانچہ عبدالرحمان نے اپنی فوج کی کمان خود سنبھالی اور فتح حاصل کی۔ عیسائیوں کو عبرتناک

شکست دی گئی۔ کئی قلعوں پر قبضہ کیا گیا۔ باغیوں کے خلاف کارروائی عبدالرحمان بذاتِ خود کیا کرتا تھا۔

جنگ الخندق ۹۳۹ء:

احمد بن اسحاق کو کسی سنگین جرم کی وجہ سے قتل کر دیا گیا۔ اس کا بھائی اُمیہ بن اسحاق سرقسط کا صوبہ دار تھا۔ اُمیہ نے عیسائی حکمران رومیر سے عبدالرحمان کے خلاف سازباز شروع کی۔ خلیفہ عبدالرحمان فوراً روانہ ہوا۔ امیہ سرقسط سے بھاگ کر رومیر حاکم لیون سے جا ملا۔ خلیفہ نے سمورہ کا محاصرہ کر لیا۔ رومیر فوج نے لے کر آگے بڑھا۔ قلعہ کے گرد سات بلند دیواریں تھیں۔ ہر دیوار کے ساتھ گہری خندق کھودی ہوئی تھی۔ جب عبدالرحمان کے فوجی قلعہ کے اندر داخل ہوئے تو گہری خندقوں میں گرنے لگے۔ اس سے فوج میں افراتفری پھیل گئی اور خلیفہ کو کافی نقصان اُٹھانا پڑا۔ اُمیہ نے بعد میں خلیفہ سے معافی مانگ لی۔ خلیفہ نے اسے معاف کر دیا۔ عیسائیوں کے خلاف مہمات جاری رکھیں اور ان کی طاقت کو کچل کر رکھ دیا آخر کار عیسائی حکمرانوں نے دوستی کی خاطر سفیر بھیجنا شروع کئے۔ خلیفہ کی رواداری سے متاثر ہو کر عیسائی حکمران خود بخود مطیع ہوتے گئے۔

وفات:

عبدالرحمان نے آخری دنوں میں حکومت اپنے بیٹے الحکم ثانی کے حوالے کر دی۔ خود درویش بن گیا اور عبادت میں مصروف ہو گیا۔ پچاس سال حکومت کرنے کے بعد ستر سال کی عمر میں ۳۵۰ھ میں فوت ہوا۔

سیرت اور کارنامے:

جب سلطان عبدالرحمان تخت نشین ہوا تو اس کی عمر صرف بیس سال تھی۔ قرطبہ

کے علاوہ تمام اندلس خودمختار ریاستوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ خانہ جنگی عروج پر تھی۔ ان حالات میں سلطان نے اندلس میں دوبارہ ایک مضبوط اسلامی ریاست قائم کی۔ ملک میں امن و امان قائم ہو گیا۔ عبدالرحمان کی مال گزاری سے آمدنی چون لاکھ اسی ہزار دینار اور دوسرے ذرائع سے ساٹھ لاکھ پینسٹھ ہزار دینار تھی۔ یہ تمام رقم فلاح و بہبود کے لئے وقف تھی۔ عیسائی ریاستوں کے خراج سے دوسرے اخراجات پورے کیے جاتے تھے۔ سلطان کو عمارات کا بھی بہت شوق تھا۔ قرطبہ کی مسجد اور قصر الزہرا کو آج بھی فن تعمیر کا بہترین نمونہ تسلیم کیا جاتا تھا۔ مسجد قرطبہ کی لمبائی تقریباً پانچ سو فٹ تھی۔ اس میں تقریباً ایک ہزار چار سو سترہ ستون تھے۔ خلیفہ نے پرانے میناروں کو گرا کر ۱۶۰ فٹ بلند ایک نیا مینار تعمیر کروایا۔ اس میں دو زینے تھے۔ ہر زینے میں ۱۰۷ سیڑھیاں تھیں۔ عبدالرحمان نے قرطبہ سے تقریباً ساڑھے چھ کلومیٹر کے فاصلے پر جبل العروس کے دامن میں ایک عظیم الشان محل تعمیر کروایا تھا۔ اس کا نام اپنی کنیز کی نسبت سے زہرا رکھا۔ اس عمارت کو مدینۃ الزہرا کہا جاتا تھا۔ یہ محل نہیں تھا بلکہ شہر نظر آتا تھا۔ اس کے پندرہ ہزار دروازے تھے۔ اس کی لمبائی چار میل اور چوڑائی تین میل تھی۔ عبدالرحمان علماء کا بہت قدردان تھا۔ اس کے دربار میں ہر وقت علماء موجود ہوتے تھے۔ اس کے دربار کا رعب اور دبدبہ پورے یورپ میں مشہور تھا۔ بڑے بڑے حکمران ان کے سامنے بات نہیں کر سکتے تھے۔ اس کا عدل و انصاف مشہور تھا۔ کسی کے ساتھ انصاف کے سلسلے میں رعایت نہیں کی جاتی تھی۔

الحکم ثانی کی تخت نشینی:

ناصر کی وفات کے بعد الحکم ثانی المستنصر باللہ ۳۵۰ھ میں تخت نشین ہوا۔ وہ ایک غیر متعصب حکمران تھا۔ اسے جنگ سے نفرت تھی۔ مطالعہ کا شوقین تھا۔ عیسائیوں نے

بغاوتیں کیں۔ حکم ثانی نے مجبوراً جنگ کا حکم دیا۔ آخر ان حکمرانوں نے امان کی درخواست کی جو حکم نے منظور کر لی۔ سب کو امان دی گئی۔

محمد بن ابی عامر:

یہ حکم ثانی کا رعب اور دبدبے والا وزیراعظم تھا۔ ابتداء میں جاگیر کا مہتمم تھا۔ اسے ہشام کا اتالیق مقرر کیا گیا اور بعد میں اسے وزیراعظم بنا دیا گیا۔

الحکم صاحب قلم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب سیف بھی تھا۔ اسے کتابوں کا ترجمہ کرنے کا بہت شوق تھا۔ اس کے کارندے دور دور سے کتابیں لاتے تھے۔ یونانی فلسفہ کی کتابوں کا ترجمہ کیا گیا۔ بغداد، دمشق، قاہرہ، سکندریہ اور قسطنطنیہ سے کتابیں لائی گئیں۔ ابوالفراج اصفہانی کو ایک ہزار دینار اس لئے بھیجے کہ وہ اپنی کتاب الاغاز مکمل ہونے پر اسے روانہ کر دے۔ یورپ میں کتابوں کا یہ پہلا خزانہ تھا۔ شاہی لائبریری کی ایک عظیم الشان عمارت تھی۔ دارالکتابت میں ہر وقت خوشنویس اور جلد بند موجود رہتے تھے۔ لائبریری کی نگرانی مختلف علوم کے ماہرین کرتے تھے۔ ان میں قاسم، محمد بن عبدالکلام اور ثاب ابن قاسم قابل ذکر ہیں۔ کتابوں کی تعداد چار لاکھ بتائی جاتی ہے۔ امیر کتابوں کے حاشیہ بھی تحریر کرتا تھا۔ جامعہ قرطبہ میں لوگ علوم حاصل کرنے آتے تھے۔ اس یونیورسٹی میں یہودی اور عیسائی بھی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ حکم ثانی کے دور میں فن تعمیر کے علاوہ تاریخ، فلسفہ، عمرانیات، جغرافیہ، فلکیات، طب، کیمیا اور علم اقلیدس میں بہت زیادہ ترقی ہوئی۔ ان علوم ہی سے یورپ نے استفادہ کر کے جدید علوم حاصل کئے اور دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔

الحکم ثانی کا دور حکومت ایک روشن دور تھا۔ تہذیب و تمدن اور سیاسی لحاظ سے قرطبہ بھی بغداد سے کم نہ تھا۔ ابن عذاری کے مطابق 'قرطبہ میں ایک لاکھ تیرہ ہزار

مکان تھے۔ اکیس مضافات اور ستر کتب خانے تھے۔ جا بجا کتب فروشوں کی دکانیں تھیں۔'' ناصر کی طرح اس کا بیٹا الحکم بھی مصمم ارادے والا عظیم الشان حکمران تھا۔ مسعودی اسے اپنے دور کا سب سے بہترین حکمران قرار دیتا ہے۔ الحکم کو اپنے عالمانہ انداز زندگی کی وجہ سے امتیازی مقام حاصل ہے۔ ابن عذاری کے مطابق ''الحکم ثانی نے قرطبہ میں ستائیس مدرسے کھولے۔ جامع قرطبہ کو دنیا میں بلند مقام حاصل تھا۔ قاہرہ کی جامع ازہر اور بغداد کا مدرسہ نظامیہ اس کے بعد ہی وجود میں آئے۔ دنیا کے ہر کونے سے لوگ تعلیم حاصل کرنے کے لئے جامع قرطبہ میں آتے تھے۔ پانی کا بہترین نظام تھا۔ نلوں کے ذریعے پانی لایا گیا۔ رنگین پتھر اور شیشے استعمال کئے گئے۔ اس پر ۲۶۱۵۳۷ دینار صرف کئے گئے۔ اساتذہ کو بڑی بڑی تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ اساتذہ میں ابوبکر بن عمر اور علی القال جیسے مورخ اور عالم شامل تھے۔''

قرطبہ کے کتب خانے میں چار لاکھ بہترین کتابیں موجود تھیں، جن کے ناموں کی فہرست چوالیس جلدوں میں ترتیب دی گئی۔ کتابوں پر الحکم نے اپنی قلم سے حاشیے لکھے۔ ڈوزی کے مطابق ''اندلس میں ہر شخص لکھنے اور پڑھنے سے واقف تھا۔ یورپ میں چند یونانی پادری اور ان کے کارندے لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ جان ڈبلیو ڈریپر (Jon W.Draper) کے مطابق ''لندن کی سڑکوں پر ایک چراغ نہیں تھا۔ پیرس کی گلیوں میں گھر سے باہر نکل کر قدم رکھتے ہی پاؤں ٹخنوں تک کیچڑ میں دھنس جاتے تھے۔ عربوں کی معتمد زندگی کے مقابلے میں شمالی یورپ کے باشندے جاہل مطلق تھے۔'' اسی طرح لیون یا بارسلونا کے عیسائی حکمرانوں کو جب کسی اچھے جراح، ماہر فن تعمیر، اعلیٰ وفنی یا لباس بنانے والے کی ضرورت ہوتی تو قرطبہ ہی سے درخواست کی جاتی تھی۔ ان وجوہات کی بنا پر سیکسن نن (SAXONNUN) اور ہروس ویتا

(HROSVITHA) نے قرطبہ کو دنیا کا زیور یا نگینہ کا نام دے رکھا تھا۔

الحکم نے عدلیہ اور انتظامیہ کو جدید خطوط پر استوار کیا۔ الحکم کے دور میں صنعتی ترقی ہیں کپڑا بننے اور چمڑے کے کئی کارخانے موجود تھے۔ اون اور ریشم کے کارخانے لگائے گئے۔ مسلمانوں نے ریشم کی صنعت چین سے حاصل کر کے یورپ کو دی۔ پیتل اور شیشے کے کارخانے بھی خوبصورت سامان بنانے میں مصروف تھے۔ قرطبہ کے گردونواح سے لوہا اور سیسہ حاصل کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دمشق کی طرح طلیطلہ کی تلواریں پوری دنیا میں مشہور تھیں۔ الحکم کے دور میں (زرعی ترقی) زراعت میں بھی بہت ترقی ہوئی۔ نہروں کے جال بچھا دیئے گئے۔ گنا، چاول، انار، نارنگی، کپاس اور زعفران کی وسیع پیمانے پر کاشت ہونے لگی۔ مسلمانوں نے گندم، زیتون اور کھانے کی دوسری چیزوں کی کاشت کے طریقے مقامی آبادی کو سکھائے۔ مسلمانوں نے خاص طور پر فن باغبانی یورپ کو دیا۔ یہی وجہ ہے آج تک اندلس کے باغات پورے یورپ میں مشہور ہیں۔ زعفران، انجیر، شکر اور سنگ مرمر برآمد کئے جاتے تھے۔ فن جہاز رانی میں بھی اندلس کے مسلمانوں کو بڑی مہارت حاصل تھی۔ الحکم ثانی نے اس صنعت کو بھی بڑی ترقی دی۔ الحکم ثانی نے ڈاک کا نظام بھی رائج کیا ہوا تھا۔ اندلس کے دینار، درہم اور فلس شمالی عیسائی ریاستوں میں استعمال ہوتے تھے۔

وفات:

الحکم الثانی ۳۶۶ھ میں فوت ہوا۔

حاجب المنصور (ابن ابی عامر) ۹۷۶ء، ۱۰۰۲ء:

الحکم ثانی کی وفات کے بعد ہشام ثانی تخت نشین ہوا۔ اس کی عمر ۱۲ سال

تھی۔ ملکہ صبا اس کی سرپرستی کر رہی تھی۔ اس غیر یقینی کے دور میں ابن ابی عامر نے معمولی حیثیت سے اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ وزارت پر فائز ہونے کے بعد اس نے اپنے راستے کی رکاوٹوں کو ایک ایک کر کے ہٹا دیا۔ ان میں اس کے مخالف وزیر اور فوجی جرنیل بھی شامل تھے۔ ہشام کو نظر بند کر دیا گیا۔ ملکہ صبا بے بس ہوگئی۔ اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے ابن ابی عامر منصور ملک کی اہم ترین ہستی بن گئی۔ اس نے بنو امیہ کے شہزادے کو نظر بند کر کے اختیارات تو خود سنبھال لئے لیکن اپنی خلافت کا اعلان نہیں کیا بلکہ بنو اُمیہ کی سلطنت کو اندرونی اور بیرونی جارحیت سے محفوظ رکھا۔ شمالی علاقے میں عیسائیوں کو پے در پے شکستیں دے کر ان کی طاقت کو ختم کر دیا۔ اس کے دور میں تجارت اور زراعت میں خوب ترقی ہوئی۔ مسجد قرطبہ میں توسیع کی گئی۔ سڑکیں بنوائی گئیں، نہروں کا جال بچھایا گیا، عدل و انصاف میں کسی سے رعایت نہیں کی جاتی تھی، قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کا بھی لحاظ نہیں کیا جاتا تھا۔ منصور نے افریقہ میں بھی فتوحات حاصل کیں۔ اس کے دَور میں اُندلس ایک خوشحال ملک تصور کیا جاتا تھا۔ منصور کی وجہ سے بنو اُمیہ کا اقتدار کافی عرصے تک قائم رہا۔ منصور کی وفات کے بعد اس کے بیٹے المظفر نے اقتدار حاصل کیا۔ وہ تقریباً ۶ سال تک حکمران رہا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے المنصور نے اقتدار حاصل کیا۔ وہ تقریباً ۶ سال تک حکمران رہا۔ اس کے بعد اس کے بھائی عبدالرحمان نے حکومت حاصل کی۔ بنو اُمیہ کو محرومی کا احساس ہو گیا تھا چنانچہ انہوں نے عبدالرحمان کے خلاف بغاوت کی۔ عبدالرحمان مارا گیا، اس کی وفات کے ساتھ ہی منصور خاندان اقتدار سے محروم ہوگیا۔

ہشام ثانی المؤید باللہ

۳۶۶ھ تا ۳۹۸ھ

خواجہ سرا فائق اور جوذر نے ہشام اور مصحفی کو اپنے راستے سے ہٹا کر مغیرہ کو تخت نشین کرنا چاہا تا کہ مغیرہ کو مسند خلافت حوالے کی جا سکے اور اسے اپنے مفادات کے لئے استعمال کر سکیں۔ مغیرہ کو قتل کرنے کی ذمہ داری ابن ابی عامر نے لی۔ ڈوزی نے ابی عامر کے متعلق لکھا ہے ''جو ارادہ کر لیتا اسے پورا کرنے کے لئے شدید قوت استعمال کرتا۔'' ابن ابی عامر نے مغیرہ کو قتل کر دیا۔ ۳۶۶ھ میں ہشام کی رسم تاجپوشی ادا کی گئی۔ فائق اور جوذر کے منصوبے خاک میں مل گئے۔ عامر نے مصحفی کو وزیراعظم کے عہدے سے معزول کروا کر قتل کر دیا۔ عمر بھر کی خدمتوں کا صلہ ذلت و رسوائی اور موت کی شکل میں ملا۔ اس کے بعد عامر نے عظیم جرنیل کو ختم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ غالب دشمن سے مل گیا لیکن لڑتے ہوئے مارا گیا۔ دونوں فریقوں کو ختم کرنے کے بعد ابن ابی عامر نے الحاجب اور المنصور کا لقب اختیار کیا۔ منصور نے عیسائیوں کو تہ تیغ کیا۔ خلیفہ ہشام جوان ہو چکا تھا لیکن وہ تنہائی پسند ہو گیا تھا۔ شان و شوکت سے دور رہتا تھا۔ اسے اپنے دین سے زیادہ محبت تھی۔ ابن ابی عامر نے تمام محکمے خود سنبھال لئے تھے۔ اس نے ہشام کو محل کی چار دیواری میں بند کر دیا تھا۔ منصور ۱۰ اگست ۱۰۰۲ء کو فوت ہو گیا۔ الحکم کے بعد امیران اندلس کا زوال شروع ہو گیا۔ امیر ہشام نے محل کی چار دیواری ہی میں زندگی گزار دی۔ منصور کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک وزیراعظم بنا۔ تمام اختیارات اس کے پاس تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۰۰۸ء میں اسے اس کے بھائی نے زہر

دے دیا۔ اس کی وفات کے بعد عبدالرحمان بن منصور حاجب (وزیر اعظم) بنا۔ اس نے بھی خلیفہ ہشام کو دبائے رکھا۔ اس نے خلافت حاصل کرنے کا خواب دیکھنا شروع کیا۔ ہشام سے ولی عہد بنانے کی درخواست کی۔ ہشام نے یہ درخواست منظور کی۔ اموی اور قریشی سخت ناراض ہوئے۔ انہوں نے موقع پا کر ہشام کو معزول کر کے محمد بن ہشام المہدی باللہ کو تخت پر بٹھا دیا۔ واضح عامری نے اسے قتل کر کے ہشام الموید کو دوبارہ بحال کر دیا۔ مستعین نے قرطبہ فتح کر کے ہشام کو قتل کر دیا۔ مستعین کو قتل کر کے بنو امیہ کی حکومت کو نیست و نابود کر دیا۔ بربروں نے علی بن حمود اور قاسم کو اختیارات دے دیئے۔ اہل قرطبہ نے حمودیوں کی امارت ختم کر کے دوبارہ عبدالرحمان بن ہشام کو امیر بنا دیا۔ اس کا تعلق بنو امیہ سے تھا۔ بعد میں محمد بن عبدالرحمان نے قبضہ کر لیا۔ اب ملک میں افراتفری پھیل گئی۔ مرکزی حکومت ختم ہو چکی تھی۔ چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو گئیں۔ ہشام کی موت کے ساتھ ہی اموی خاندان کی حکومت کی شان و شوکت ختم ہو گئی اور ملک میں خود مختار ریاستیں قائم ہو گئیں۔

مشقی سوالات

ا۔ عبدالرحمان ناصر ثالث کے عہد حکومت کا مختصر حال لکھیں۔

۲۔ ''الحکم ثانی علم دوست حکمران تھا'' پر نوٹ لکھیں۔

۳۔ خالی جگہیں پر کریں۔

الف: سلطان عبداللہ نے اپنے بیٹوں کو چھوڑ کر اپنے پوتے .... کو ولی عہد بنایا۔

ب: عبدالرحمان ناصر پہلا حکمران تھا جس نے .... کا لقب اختیار کیا۔

ج: .... آخری عمر میں درویش بن گیا۔

د: عبدالرحمان ناصر کی عمر .... سال تھی۔

ہ: عبدالرحمان ناصر نے وزارت .... کے سپرد کر دی۔

و: افریقہ میں .... حکومت قائم ہو چکی تھی۔

ز: عبدالرحمان کی عمارتوں میں .... کو خاص مقام حاصل ہے۔

ح: شاہی فرمان .... خود جاری کرتا تھا۔

ط: جنگ الخندق کا واقعہ .... سن میں پیش آیا۔

ی: .... آج بھی فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔

ک: ناصر کے بعد .... تخت نشین ہوا۔

ل: الحکم صاحب سیف ہونے کے ساتھ ساتھ .... بھی تھا۔

م: ابو الفرج اصفہانی کو .... دینار بھیجے گئے۔

باب:6

بنواُمیہ کے علاوہ اُندلس کے دیگر حکمران

مرابطین

یوسف بن تاشفین ''المرابطین''

صحرائے افریقہ کے لوگ اپنے آپ کو یمنیوں کی اولاد کہتے تھے۔ان میں طاقتور قبیلہ لمتونہ تھا۔ یہ لوگ موسیٰ بن نصیر کے ساتھ مہمات میں شامل تھے۔ یہ دیہات میں رہتے تھے۔قدآور اور تنومند مرد تھے۔ان کی عورتیں بھی بہت خوبصورت تھیں۔ یہ لوگ شجاع اور بہادر تھے۔انہوں نے رومیوں کے حملوں کو کئی بار پسپا کیا۔جدالہ،قبیلہ لمتونہ کی ایک شاخ تھی۔جدالہ کا شیخ یحییٰ حج کے لئے گیا۔واپسی پر بوعمران درس میں شریک ہوا۔سوس العسکہ سے اپنے ساتھ داعی عبداللہ کو بھی لے آیا۔ یہ شخص بہت ذہین تھا۔اس نے مقامی زبان بھی سیکھ لی تھی۔ بہت خوش اخلاق تھا اس کی عادات سے لوگ بہت متاثر ہوئے۔تمام قبائل کے شیخوں نے اس کی بیعت کر لی۔شیخوں کا انتخاب بھی عبداللہ نے کرنا شروع کر دیا۔لمتونہ کا سردار ابوبکر نامزد ہوا۔اس نے حکومت اپنے چچازاد بھائی یوسف بن تاشفین کے حوالے کر دی۔

اندلس میں آمد:

اشبیلیہ،قرطبہ،غرناطہ اور دوسرے بڑے بڑے شہروں کے علماء اور دوسرے مدبرین کی ایک سفارت یوسف بن تاشفین کے پاس مراکش پہنچی، سفارت نے عیسائی حکمران

الفانسو ششم کے مظالم کے متعلق یوسف کو بتایا۔ یوسف نے سفارت کی بڑی عزت کی اور انہیں اپنے پورے تعاون کا یقین دلایا۔اس مردمجاہد یوسف بن تاشفین نے مظلوموں کی مدد کے لئے اندلس کا رخ کیا۔اس کے ہمراہ سات ہزار جانباز تھے۔معتمد نے ان کا استقبال کیا اور مشکل وقت میں اس کا ساتھ دینے پر شکریہ ادا کیا۔الفانسو ششم نے حصن اللیط کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔جب اسے پتہ چلا کہ مرابطین سرزمین اندلس میں داخل ہو چکے ہیں۔تو قتالیہ کی طرف لوٹ گیا تا کہ مزید فوج اکٹھی کی جا سکے۔عیسائی حکمرانوں نے الفانسو کی بھرپور مدد کی تا کہ مسلمانوں کو اندلس سے نکالا جا سکے۔

جنگ زلاقہ (۱۰۸۶ء):

یوسف نے الفانسو ششم کو لکھا کہ اسلام قبول کر لو یا جزیہ دو۔ الفانسو ششم نے توہین آمیز جواب دیا اور کہا کہ میری افواج فرانس تک پھیلی ہوئی ہیں۔ میں شیطان، فرشتوں اور بھوتوں سے لڑسکتا ہوں۔الفانسو نے سوموار کے دن جنگ شروع کرنے کا وعدہ کیا لیکن جمعہ کو جب یوسف کی فوجیں نماز جمعہ ادا کر رہی تھیں،حملہ کر دیا۔معتمد نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔زخموں سے چور ہو گیا لیکن ہمت نہ ہاری، یوسف نے نماز کے بعد دشمن پر پیچھے سے حملہ کر دیا اور اس کے فوجی ذخائر پر قبضہ کر کے آگ لگا دی۔ تقریباً بیس ہزار عیسائی مارے گئے۔الفانسو زخمی ہو کر بھاگ گیا۔اس سے شہنشاہ کی کمر ٹوٹ گئی۔اسی دوران یوسف کو اپنے بیٹے کی موت کی خبر ملی اور وہ واپس چلا گیا،لیکن تین ہزار فوج زلاقہ کی حفاظت کے لئے چھوڑ گیا۔

یوسف بن تاشفین کی دوبارہ آمد:

یوسف کے جاتے ہی عیسائیوں نے مسلمانوں کے اختلافات سے فائدہ اُٹھاتے

...لوٹ مار شروع کر دی۔ یوسف کا خیال تھا کہ اندلس کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے حکمران مل کر جہاد میں شریک ہو جائیں گے۔ لیکن امیر ابن ابی بکر نے یوسف کو ان حکمرانوں کی مخالفانہ خیالات اور اصل حالات سے آگاہ کر دیا۔ یوسف نے لکھا کہ ان ریاستوں کے حکمرانوں کو کہہ دو کہ وہ تمہارے ساتھ جہاد میں شریک ہو جائیں۔ اگر وہ نہ مانیں تو ان کے علاقوں پر قبضہ کر لو۔ فقہاء امت نے بھی فتویٰ دے دیا کہ یوسف کے لئے جائز ہے۔ کہ ان حکمرانوں کو معزول کر کے ان کے مال و دولت پر قبضہ کر لے۔ چنانچہ سب سے پہلے یوسف نے غرناطہ کا رخ کیا اور حاکم غرناطہ عبداللہ کو گرفتار کیا گیا۔ معتمد، حاکم اشبیلیہ کو ۱۰۹۵ء میں افریقہ بھیج دیا گیا۔ معتمد وہاں پر ہی فوت ہو گیا۔ بلنسیہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ یوسف نے تیونس سے لے کر بحر اٹلانٹک کے ساحل تک وسیع علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

وفات:

یوسف بن تاشفین نے ۱۱۰۶ء میں ۱۰۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

مرابطین نے تقریباً اسی سال حکومت کی۔ اس کے پانچ حکمران گزرے۔ آخری حکمران اسحاق تھا جو ۵۳۹ھ تا ۵۴۲ھ تک برسر اقتدار رہا۔ ان کے بعد مواحدین نے اقتدار سنبھالا۔ اس کی بنیاد ایک متقی پرہیز گار شخص نے مسجد میں رکھی۔ عبدالمومن کو اپنا وزیر اعظم بنایا۔ انہوں نے بہت جلد کافی طاقت حاصل کر لی۔ اسحاق گرفتار ہوا۔ عبدالمومن ۱۱۳۰ء تا ۱۱۶۳ء تک حکمران رہا۔ عبدالمومن کے دور میں فتوحات کے علاوہ علم و ادب میں بھی کافی ترقی ہوئی۔ اس کے بعد ابو یعقوب یوسف تخت نشین ہوا۔ یہ ۱۱۸۵ء تا ۱۱۹۹ء تک برسر اقتدار رہا۔ اس کے بعد یعقوب اور محمد بن یعقوب تخت نشین ہوا۔ یعقوب نے اپنے دور حکومت میں کافی اصلاحات نافذ کیں۔ نظم و نسق قائم کیا۔ علم و ادب میں ترقی ہوئی۔

Not For Sale

موحدین

مرابطین شروع سے بڑے بہادر، جفاکش اور محنتی تھے۔ مشکلات کا مقابلہ خندہ پیشانی سے کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں اندلس میں عظیم الشان کامرانیاں نصیب ہوئیں۔ عربوں کی طرح انہیں بھی دولت کی فراوانی نے عیش و عشرت میں ڈبو دیا۔ حکومت کے کاموں میں دلچسپی کم ہوتی گئی۔ اس دور میں توہم پرستی نے جنم لیا۔ مرابطین ضعیف الاعتقاد ہونے کی وجہ سے ہر چیز سے خوف کھانے لگے۔ ان حالات میں محمد بن تومرت نے توہم پرستی کے خلاف آواز اٹھائی۔ اس کا تعلق بربروں کے قبیلے مصمودہ سے تھا۔ محمد بن تومرت مسجد میں چراغ روشن کیا کرتا تھا، اس لئے اسنے اپنی تحریک کا آغاز مسجد ہی سے کیا۔ مختصر عرصے میں یہ تحریک بہت بڑی طاقت بن گئی جس نے مرابطین کو اقتدار سے محروم کر دیا۔ اس تحریک کا نام "موحدین" تھا۔ ابن تومرت ۱۰۷۸ء سے ۱۱۳۰ء تک برسر اقتدار رہا۔ یہ مرابطین کے خلاف برسر پیکار رہا۔ اس کی وفات کے بعد اقتدار اس کے وزیر اعظم اور دوست عبدالمومن بن علی نے سنبھالا۔ عبدالمومن کا تعلق بربروں کے قبیلے زناتہ سے تھا۔ اس کا باپ مٹی کے برتن بنا کر فروخت کیا کرتا تھا۔ اس نے سلطنت کو خوب مضبوط اور مستحکم کیا۔ اغمات، سبتہ، طنجہ اور فاس پر قبضہ کر لیا۔ مرابطین مراکش تک محدود ہو گئے تھے۔ ان کا آخری حکمران اسحاق بن علی تھا۔ اس کی عمر ۱۲ سال تھی۔ کم عمری کی وجہ سے اسحاق نے کافی منت سماجت اور گریہ و زاری کی لیکن عبدالمومن نے کسی چیز کا لحاظ نہ کیا اور آخر کار اسے قتل کر دیا۔

اسحاق کی وفات کے ساتھ ہی مرابطین کے اقتدار کا چراغ گل ہو گیا۔

ہوئے لوٹ مار شروع کر دی۔ یوسف کا خیال تھا کہ اندلس کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے حکمران مل کر جہاد میں شریک ہو جائیں گے۔ لیکن امیر ابن ابی بکر نے یوسف کو ان حکمرانوں کی مخالفانہ خیالات اور اصل حالات سے آگاہ کر دیا۔ یوسف نے لکھا کہ ان ریاستوں کے حکمرانوں کو کہہ دو کہ وہ تمہارے ساتھ جہاد میں شریک ہو جائیں۔ اگر وہ نہ مانیں تو ان کے علاقوں پر قبضہ کر لو۔ فقہاء امت نے بھی فتویٰ دے دیا کہ یوسف کے لئے جائز ہے۔ کہ ان حکمرانوں کو معزول کر کے ان کے مال و دولت پر قبضہ کر لے۔ چنانچہ سب سے پہلے یوسف نے غرناطہ کا رخ کیا اور حاکم غرناطہ عبداللہ کو گرفتار کیا گیا۔ معتمد، حاکم اشبیلہ کو ۱۰۹۵ء میں افریقہ بھیج دیا گیا۔ معتمد وہاں پر ہی فوت ہو گیا۔ بلینسہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ یوسف نے تیونس سے لے کر بحر اٹلانٹک کے ساحل تک وسیع علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

وفات:

یوسف بن تاشفین نے ۱۱۰۶ء میں ۱۰۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

مرابطین نے تقریباً اسی سال حکومت کی۔ اس کے پانچ حکمران گزرے۔ آخری حکمران اسحاق تھا جو ۵۳۹ھ تا ۵۴۲ھ تک برسراقتدار رہا۔ ان کے بعد مواحدین نے اقتدار سنبھالا۔ اس کی بنیاد ایک متقی پرہیزگار شخص نے مسجد میں رکھی۔ عبدالمومن کو اپنا وزیر اعظم بنایا۔ انہوں نے بہت جلد کافی طاقت حاصل کر لی۔ اسحاق گرفتار ہوا۔ عبدالمومن ۱۱۳۰ء تا ۱۱۶۳ء تک حکمران رہا۔ عبدالمومن کے دور میں فتوحات کے علاوہ علم و ادب میں بھی کافی ترقی ہوئی۔ اس کے بعد ابو یعقوب یوسف تخت نشین ہوا۔ یہ ۱۱۸۵ء تا ۱۱۹۹ء تک برسراقتدار رہا۔ اس کے بعد یعقوب اور محمد بن یعقوب تخت نشین ہوا۔ یعقوب نے اپنے دور حکومت میں کافی اصلاحات نافذ کیں۔ نظم و نسق قائم کیا۔ علم و ادب میں ترقی ہوئی۔

موحدین

مرابطین شروع سے بڑے بہادر، جفاکش اور محنتی تھے۔ مشکلات کا مقابلہ خندہ پیشانی سے کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں اندلس میں عظیم الشان کامرانیاں نصیب ہوئیں۔ عربوں کی طرح انہیں بھی دولت کی فراوانی نے عیش و عشرت میں ڈبو دیا۔ حکومت کے کاموں میں دلچسپی کم ہوتی گئی۔ اس دور میں توہم پرستی نے جنم لیا۔ مرابطین ضعیف الاعتقاد ہونے کی وجہ سے ہر چیز سے خوف کھانے لگے۔ ان حالات میں محمد بن تومرت نے توہم پرستی کے خلاف آواز اٹھائی۔ اس کا تعلق بربروں کے قبیلے مصمودہ سے تھا۔ محمد بن تومرت مسجد میں چراغ روشن کیا کرتا تھا، اس لئے اسنے اپنی تحریک کا آغاز مسجد ہی سے کیا۔ مختصر عرصے میں یہ تحریک بہت بڑی طاقت بن گئی جس نے مرابطین کو اقتدار سے محروم کر دیا۔ اس تحریک کا نام ''موحدین'' تھا۔ ابن تومرت ۱۰۷۸ء سے ۱۱۳۰ء تک برسراقتدار رہا۔ یہ مرابطین کے خلاف برسرپیکار رہا۔ اس کی وفات کے بعد اقتدار اس کے وزیر اعظم اور دوست عبدالمومن بن علی نے سنبھالا۔ عبدالمومن کا تعلق بربروں کے قبیلے زناتہ سے تھا۔ اس کا باپ مٹی کے برتن بنا کر فروخت کیا کرتا تھا۔ اس نے سلطنت کو خوب مضبوط اور مستحکم کیا۔ اغمات، سبتہ، طنجہ اور فاس پر قبضہ کر لیا۔ مرابطین مراکش تک محدود ہو گئے تھے۔ ان کا آخری حکمران اسحاق بن علی تھا۔ اس کی عمر ۱۲ سال تھی۔ کم عمری کی وجہ سے اسحاق نے کافی منت سماجت اور گریہ و زاری کی لیکن عبدالمومن نے کسی چیز کا لحاظ نہ کیا اور آخر کار اسے قتل کر دیا۔

اسحاق کی وفات کے ساتھ ہی مرابطین کے اقتدار کا چراغ گل ہو گیا۔

عبدالمومن نے مراکش کو ہی اپنا دارالخلافہ بنا لیا۔ ۱۱۴۵ء میں اندلس پر حملے شروع کئے۔ امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔ تمام مسلم علاقے فتح کر لئے۔ ۱۱۵۳ء میں الجیریا پر فوج کشی کی اور اس علاقے کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ ۱۱۵۸ء میں تونس پر قبضہ کر لیا ۱۱۶۰ء میں طرابلس کو اپنی قلمرو میں شامل کیا۔ اس طرح عبدالمومن نے بحر ظلمات (بحیرۂ روم) تک تمام شمالی افریقہ اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ عبدالمومن کا شاندار دور ۱۱۶۳ء میں اس کی وفات کے ساتھ ختم ہو گیا۔ اس کے جانشینوں میں یوسف، یعقوب اور منصور کو نمایاں مقام حاصل ہے۔

منصور ۱۱۸۴ء سے ۱۱۹۹ء تک برسراقتدار رہا۔ اس کی ماں ایک عیسائی کنیز تھی۔ صلاح الدین ایوبی جب عیسائیوں کے خلاف صلیبی جنگوں میں مصروف تھا تو اس نے منصور سے مدد طلب کی۔ منصور پہلے ٹالنے کی کوشش کرتا رہا لیکن اچانک اس کی غیرت جاگ اٹھی۔ سلطان ایوبی نے اسے امیر المومنین کے لقب سے مخاطب کیا چنانچہ منصور نے ایک سو اسی جہاز روانہ کئے۔ منصور کو تعمیرات کا بھی شوق تھا۔ ۱۱۷۰ء میں اشبیلیہ کو اسلامی سپین کا دارالخلافہ بنایا۔ جیرالڈ کی مسجد کا مینار تعمیر کروایا۔ اس مسجد کی تعمیر ۱۱۷۲ء میں شروع ہوئی اور ۱۱۹۵ء میں مکمل ہوئی۔

سکندریہ کے مقابلے میں بحر ظلمات کے ساحل پر رباط الفتح تعمیر کروایا۔ مراکش میں ایک عالیشان ہسپتال تعمیر کروایا۔ اس میں ماہر طبیب اور جراح موجود تھے۔ مورخ عبدالواحد المراکشی نے اسے لاثانی ہسپتال قرار دیا تھا۔ ابن ابی زرع نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ منصور کے بعد اس کا بیٹا محمد الناصر ۱۱۹۹ء میں تخت نشین ہوا اور ۱۲۱۴ء تک برسراقتدار رہا۔ ۱۲۱۲ء میں الفانسو ششم نے تمام یورپ کے حکمرانوں کی مدد سے ایک عظیم الشان لشکر تیار کیا۔ تمام عیسائی یورپ نے الفانسو ششم کا ساتھ دیا۔ ''لاس نواس

ڈے ٹولوسا'' میں دونوں فوجوں کا سخت مقابلہ ہوا۔ الناصر بڑی بہادری سے لڑا لیکن شکست کھائی۔ اسے بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ الناصر دو سال بعد فوت ہو گیا۔ اس شکست سے مسلمان ہمیشہ کے لئے عیسائیوں کے تابع ہو گئے اور پھر ڈٹ کر مقابلہ نہ کر سکے۔ تمام اسلامی سپین عیسائی حکمرانوں نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ صرف غرناطہ میں ۱۲۳۲ء سے ۱۴۹۲ء تک مسلمانوں کی حکومت قائم رہی۔

مشقی سوالات

۱۔ یوسف بن تاشفین کون تھا؟ اس کی اندلس میں آمد تفصیلاً تحریر کریں۔

۲۔ موحدین کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟

۳۔ مندرجہ ذیل کا جواب ہاں/نہیں میں دیں:

الف: علماء کی سفارش یوسف بن تاشفین کے پاس پہنچی۔ (ہاں/نہیں)

ب: الفانسو ششم نے حصن اللیط کا محاصرہ کیا۔ (ہاں/نہیں)

ج: جنگ زلاقہ ۱۰۸۶ء میں ہوئی۔ (ہاں/نہیں)

د: مرابطین نے ۸۰ سال حکومت کی۔ (ہاں/نہیں)

ہ: محمد بن تومرت کی تحریک موحدین کہلائی۔ (ہاں/نہیں)

و: منصور کی ماں ایک عیسائی کنیز تھی۔ (ہاں/نہیں)

ز: مراکش میں منصور نے عالیشان ہسپتال تعمیر کرایا۔ (ہاں/نہیں)

ح: ۱۲۱۲ء میں الفانسو نے عظیم الشان ہسپتال تعمیر کروایا۔ (ہاں/نہیں)

ط: غرناطہ میں ۱۲۳۲ء سے ۱۴۹۲ء تک اسلامی حکومت قائم رہی۔ (ہاں/نہیں)

ی: منصور ۱۱۸۴ء سے ۱۱۹۹ء تک برسراقتدار رہا۔ (ہاں/نہیں)

باب 7:

نصری خاندان غرناطہ

۱۲۳۲ء تا ۱۴۹۲ء

محمد بن یوسف بن نصر اس خاندان کا بانی تھا۔ اس کا تعلق مدینہ کے مشہور قبیلے خزرج سے تھا۔ محمد بن یوسف الاحمر کے لقب سے مشہور تھا۔ اسی وجہ سے اس خاندان کے لوگ بنو احمر کہلائے۔ مشہور مورخ ابن خلدون، اس خاندان کے ایک جانشین کا درباری رہا۔ ابن خلدون نے ان کے دور حکومت کے حالات تحریر کیے ہیں۔ موحدین کی شکست کے بعد مسلمانوں کا شیرازہ بکھر گیا۔ ان کی مرکزی حکومت ختم ہوگئی۔ عیسائیوں نے ان کو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے ایک دوسرے کے خلاف لڑانا شروع کیا۔ قستیلہ میں عیسائی کی مضبوط حکومت قائم ہوگئی تھی۔ مسلمان ان کے باجگزار بن گئے تھے۔ اسی طرح محمد بن یوسف بھی قستیلہ کی عیسائی حکومت کا باجگزار بن گیا تھا۔ ابن یوسف نے اشبیلہ کی عظمت رفتہ کو بحال کرنے کی کوشش کی۔ اس کی قائم کردہ حکومت تقریباً دوسو ساٹھ برس تک قائم رہی۔ وہ خود ۱۲۳۲ء سے ۱۲۷۳ء تک برسر اقتدار رہا۔ محمد ابن یوسف نے غرناطہ میں ''غالب'' کا لقب اختیار کیا۔ عرب اس شہر کو بعض خوبیوں کی وجہ سے دمشق کا نام دیتے تھے۔ نصریٰ دور کے اختتام پر غرناطہ کی آبادی پانچ لاکھ نفوس پر مشتمل تھی۔ لسان الدین ابن الخطیب نصریٰ دربار میں وزیر تھا نے اپنی کتابوں میں غرناطہ کے تفصیلی حالات تحریر کئے ہیں۔ غرناطہ کی جنوب مشرقی سرحد کے پہاڑی حصے پر غالب نے اپنا مشہور محل ''الحمراء'' تعمیر کروایا۔ اس کی بنیادیں ایک قلعے کے کھنڈرات پر رکھی گئی تھیں۔ سرخ گچی کی وجہ سے جو اس کی تعمیر میں استعمال کی گئی، اس کا نام الحمراء رکھا گیا۔ غالب کے بعد اس کے جانشینوں نے سا میں مزید توسیع کر کے بنو امیہ اور بنو عباس کی یاد تازہ کی۔ علماء اور فضلاء دور دور سے یہاں جمع ہونے لگے اس دوران غرناطہ تجارتی لحاظ سے یورپ میں امتیازی حیثیت حاصل کر گیا۔ یہاں ریشمی کپڑا بہت مشہور تھا۔ اس کا شمار یورپ کے امیر ترین شہروں میں ہونے لگا۔ مسلم ثقافت بحال ہونے لگی۔ عیسائیوں کو یہ سب کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا چنانچہ انہوں نے اندلس میں مسلمانوں کی اس چھوٹی سی ریاست کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش شروع کر دی۔ دوسری طرف دیگر مسلمان ریاستیں تماشائی کا کردار ادا کر رہی تھیں۔ کسی مسلم ریاست نے اس مشکل وقت میں غرناطہ کی مدد نہ کی۔ اگر مسلمان حکمران عیسائیوں کی ایک چھوٹی سی پہاڑی ریاست کو ختم کرنے میں کامیاب ہو جاتے تو ان کی اولاد کو اس ذلت اور رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑتا بلکہ آج کا یورپ مختلف نقشہ پیش کرتا۔ ۱۲۳۰ء میں قشتیلیہ اور لیون کا آپس میں اتحاد ہوا۔ ان کا اتحاد مسلمانوں کی تباہی کا باعث بنا۔ ان کی متحدہ افواج نے مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کی اور ان کی فتوحات کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوا جس نے آخر کار مسلمانوں کو اندلس کے اقتدار سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا۔ ۱۰۸۵ء میں طلیطلہ پر قبضہ کر لیا۔ ۱۲۳۶ء میں قرطبہ کو عیسائی سلطنت میں شامل کر دیا گیا۔ ۱۲۴۸ء میں اشبیلہ کو بھی ہڑپ کر لیا گیا۔

اگر ان حالات پر غور کیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ:

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اندلس میں جب مرکزی حکومت نااہل حکمرانوں کی وجہ سے کمزور ہوگئی تو یہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہوگئی۔ ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے مسلمان حکمران ایک دوسرے کے خلاف عیسائیوں سے مدد حاصل کرنے لگے۔ عیسائیوں کے لئے یہ سنہری

موقع تھا۔ انہوں نے ایک ایک کو چُن کر نگل لیا۔ اب صرف غرناطہ کا چراغ ٹمٹما رہا تھا۔
عیسائیوں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں مسلمانوں کے خلاف متحد ہوتی گئیں اور آخر میں دو ریاستیں اراگون اور قستلیہ معرض وجود میں آئی، ۱۴۶۹ء میں اراگون کے عیسائی حکمران فرڈینینڈ نے قستلیہ کی رانی آئزابیلا سے شادی کرلی۔ اس طرح دونوں ریاستیں مزید مستحکم ہوگئیں بلکہ بعد میں یہ دونوں ریاستیں مل کر ایک طاقتور ریاست بن گئیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کی واحد حکومت غرناطہ نصری خاندان پر مشتمل تھی۔ اس خاندان میں بھی خانہ جنگی جاری تھی۔ نصری ۱۲۳۲ء سے ۱۴۹۲ء تک برسراقتدار رہے۔ لیکن حالت یہ تھی کہ باپ اور بیٹا ایک دوسرے کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے۔ دوسری طرف عیسائی موقع کی تلاش میں تھے۔ سلطان ابوالحسن شاہ غرناطہ نے عیسائیوں کو خراج دینے سے انکار کر دیا اور قستلیہ پر حملہ کر دیا۔ اسی دوران ابوالحسن کے بیٹے محمد ابوعبداللہ نے اپنی والدہ عائشہ کے اکسانے پر ۱۴۸۲ء میں الحمراء کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

محمد ابوعبداللہ نے ۱۴۸۳ء میں قستلیہ کے شہر لوسینا پر حملہ کیا لیکن شکست کھائی اور گرفتار ہوا۔   نے ساز باز کر کے اسے اپنا آلہ کار بنا دیا۔ ابوالحسن ۱۴۸۵ء تک غرناطہ پر قابض رہا۔ ابوالحسن نے تخت اپنے بھائی محمد دوازدہم زغل کے حوالے کر دیا۔ ابوعبداللہ نے فرڈینینڈ اور آئزابیلا کی مدد سے غرناطہ پر حملہ کر دیا۔ زغل کافی بہادری سے لڑا لیکن ناکام رہا۔ اس نے افریقہ کے مسلمان حکمرانوں سے مدد کی اپیل کی لیکن بدقسمتی سے وہ خانہ جنگی میں مصروف تھے۔ کہا جاتا ہے کہ زغل کو گداگری کا پیشہ اختیار کرنا پڑا۔ پھٹے پرانے چیتھڑوں پر یہ اشتہار لٹکایا کہ "دیکھو! یہ اندلس کا بدنصیب بادشاہ ہے۔" زغل کی شکست کے بعد عیسائی حکمرانوں نے ابوعبداللہ سے مطالبہ کیا کہ غرناطہ ان کے حوالے کیا جائے۔ ابوعبداللہ انہیں غرناطہ کے حوالے کرنے کے لئے تیار تھا لیکن ایک

بزرگ کے غیرت دلانے پر انکار کر دیا۔ فرڈینینڈ نے بھرپور حملہ کر دیا۔ ابوعبداللہ نے شکست کھا کر چند شرائط پر جنوری ۱۴۹۲ء میں مسلمانوں کی یہ آخری ریاست بھی فرڈینینڈ کے حوالے کر دی۔ ابوعبداللہ ۱۵۵۳ء میں فوت ہو گیا۔

المقری کے مطابق ابوعبداللہ کے خاندان کے لوگ اندلس میں بھیک مانگتے ہوئے نظر آئے تھے۔ فرڈینینڈ اور آئزابیلا نے شرائط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں کو عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کیا۔ مسلمانوں کی کتابوں کے قیمتی خزانے نذر آتش کر دیئے گئے۔ مسلمانوں پر جبر و تشدد کے پہاڑ توڑ ڈالے۔ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے مختلف حربے استعمال کئے جانے لگے۔ ۱۵۰۱ء میں ایک شاہی فرمان جاری کیا گیا۔ اس کے مطابق مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ عیسائیت قبول کر لیں یا ملک چھوڑ دیں۔ اندلس کے حکمران فلپ دوم نے ۱۵۵۶ء میں ایک قانون نافذ کیا جس میں مسلمانوں کو اپنا مذہب اور تہذیب فوراً چھوڑنے کا حکم دیا گیا۔

۱۶۰۹ء فلپ سوم نے ایک قانون پر دستخط کئے جس کے مطابق تمام مسلمانوں کو ملک سے نکال دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس قانون سے تیس لاکھ مسلمان متاثر ہوئے۔ انہیں یا تو ملک سے نکال دیا گیا یا پھر قتل کر دیا گیا۔ یہ وہی لوگ تھے جو مظلوموں کی مدد کے لئے اندلس آئے تھے۔ انہوں نے اندلس کو جہالت کے تاریک اندھیرے سے نکالا، علم کی روشنی ہر طرف پھیلا دی، تہذیب و تمدن سے روشناس کروایا، اندلس کو یورپ کا امیر ترین اور خوشحال ترین ملک بنا دیا۔ لیکن افسوس اپنے محسنوں اور نجات دہندوں کے ساتھ اندلس والوں نے کیا سلوک کیا؟ کیا احسان کا بدلہ ایسے ہی دیا جاتا ہے؟ لیکن اس انجام میں مسلمان خود برابر کے شریک ہیں۔ انہوں نے اپنا حقیقی راستہ چھوڑ

دیا۔ عیش وعشرت میں ڈوب گئے۔ غیروں کا ساتھ دے کر اپنوں کو ذلیل کیا۔ ایسی قوموں کا وہی مقدر ہوتا ہے۔ جو مسلمانوں کو اندلس میں ملا۔ اگر مسلمان اب بھی غافل رہے تو غیر مسلم طاقتیں انہیں تباہ کر دیں گی۔ آؤ نفرت کی دیواریں گرا دیں۔ بقول علامہ اقبالؒ: ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

یہی وقت کا تقاضا ہے، ورنہ ذلت ہمارا مقدر بن جائے گی، اور آنے والی نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔

مواحدین کے بعد اندلس میں اسلامی حکومت کا شیرازہ بکھر گیا۔ پورا ملک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگیا۔ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے عیسائیوں سے مدد حاصل کی جاتی۔ اسلامی حکومت سمٹ کر غرناطہ تک محدود ہوگئی۔ محمد الاحمر بہت دانشمند اور بہادر حکمران تھا۔ اندلس میں امیدوں کی یہ آخری کرن تھی، جو آخرکار عیسائیوں کے ہاتھوں ختم ہوگئی۔ عیسائی پادریوں نے ان جنگوں کو مذہبی رنگ دے کر مسلمانوں کو اندلس چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ آج اندلس میں اسلامی دور کی بلند و بالا عمارتیں تو موجود ہیں لیکن مسلمان نہیں۔

جنوری ۱۴۹۲ء کو فرڈینڈ اور ملکہ آئزبیلا اپنے شاہی جلوس کے ساتھ الحمراء میں داخل ہوئے۔ ابوعبداللہ نے الحمراء کی چابیاں ان کے حوالے کیں۔ یہ اندلس میں مسلمانوں کے اقتدار کی آخری نشانی تھی۔ الحمراء پر صلیب نصب کی گئی۔ ۱۴۹۹ء میں ایک شاہی فرمان جاری ہوا۔ جس میں مسلمانوں کو اندلس سے نکل جانے کا حکم دیا گیا۔ کئی مسلمان عیسائی بن گئے اور باقی مسلمانوں کو اندلس چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا۔

اسلامی سلطنت اُندلس کے زوال کے اسباب

''ہر کمال راز وال است'' یہ ایک جملہ حقیقت ہے کہ دنیا میں ہر کمال کو زوال آتا ہے۔ لیکن اندلس میں مسلمانوں کے زوال کی حقیقت ہی کچھ نرالی ہے۔ ایک طرف مسلمانوں پر یہ عیاں ہوگیا کہ آپس میں نااتفاقی اور عیش وعشرت کی اتنی بڑی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے جس میں عزت، جان و مال اور حکومت کوئی چیز محفوظ نہیں رہتی۔ دوسری طرف وہ عیسائی جن کے لئے مسلمان فرشتوں کی صورت میں آئے مس فلورنڈا کی عصمت کے محافظ بن کر آئے۔ راڈرک کو ایسی سزا دی کہ پھر کسی کو کسی خاتون کی بے عزتی کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ عیسائیوں نے سکھ کا سانس لیا۔ اندلس کو علم کا گہوارہ بنا دیا، جدید علوم سے روشناس کروایا، اندلس کے شہر کو دنیا کا جدید شہر بنایا، زندگی کے ہر شعبے میں ترقی کی، لیکن افسوس! جب مسلمان اپنے راستے سے بھٹک گئے اور ان کو اس کی بہت بڑی سزا ملی تو انہی عیسائیوں نے ان احسانوں کا بدلہ انسانیت سوز مظالم اور بربریت سے دیا۔ ایسے ظلم ڈھائے کہ انسانیت لرز اٹھی۔ اندلس کے نجات دہندوں کو حکم دیا گیا۔ "Muslim dogs leave Europe" مسلمانوں کو تسلیم کرنا پڑا کہ ان کی کامیابی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و اصحابہ وسلم کی تابعداری میں ہے۔ جس نے اس راستے کو چھوڑ دیا تو اس کو رسوائی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمانوں کے زوال کے اسباب مندرجہ ذیل تھے:

۱۔ مقصدیت کا فقدان:

آرزو یا مقصدیت کی طلب وجستجو سے انسان میں جوش وعمل پایا جاتا ہے۔

دنیاوی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ انسان کے سامنے کوئی واضح مقصد ہو۔ جب مسلمان اندلس میں داخل ہوئے تو ان کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ وسلم کی رسالت کو وہاں کے معاشرے کا حصہ بنانا تھا۔ اور اس معاشرے کو قرآن وسنت کی تعلیمات میں ڈھالنا تھا۔ جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کو ختم کرنا تھا۔ مطلق العنان حکمرانوں سے رعایا کو نجات دلانا تھا۔ ایسا معاشرہ قائم کرنا تھا جس میں ہر انسان کی عزت اور جان و مال محفوظ ہو۔ لیکن جب مسلمان اپنے مقصد سے بھٹک گئے تو اپنے حریفوں کے ہاتھوں شکست کھائی۔

۲۔ جذبہ جہاد کا فقدان:

جب مسلمان اندلس میں داخل ہوئے تو وہ جذبہ جہاد سے سرشار تھے لیکن اندلس کی سرسبز و شاداب سرزمین میں آہستہ آہستہ وہ عیاش اور سست ہوتے گئے۔ جہاد کا جذبہ ختم ہو گیا۔ اور ان کی کاہلی اور تن آسانی ان کے زوال کا سبب بنی۔

۳۔ خانہ جنگی:

جب تک مقصد رضائے الٰہی کا حصول اور توحید کا پرچار تھا تو تمام توجہ جہاد پر تھی، لیکن جب یہ مقصد نہ رہا تو پھر خانہ جنگی کا آغاز ہوا۔ قبائلی عصبیت پروان چڑھنے لگی۔ جہاں توحید الٰہی کا پرچار ہوتا ہے تو وہاں خدا ایک، رسول ایک، کتاب ایک، قبلہ ایک ہوتا ہے۔ اس لئے تمام امتیازات ختم ہو کر امت مسلمہ جنم لیتی ہے۔ اس قسم کے لوگ چاہے مشرق میں ہوں یا مغرب میں، کالے ہوں یا گورے، اعلیٰ قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں یا ادنیٰ سے، سب ایک ہو جاتے ہیں۔ اسی میں ان کی کامیابی ہوتی ہے۔ اندلس کے حکمرانوں کی تباہی کی سب سے بڑی وجہ ان کی آپس میں خانہ جنگی تھی۔

۴۔ مرکزیت اور قومی وحدت کا فقدان:

اسلامی حکومت کی کامیابی کا دارومدار نظریہ توحید اور خلافت پر ہوتا ہے۔ توحید ایک نظریہ پیدا کرتی ہے اور خلافت طاقت اکٹھا کرتی ہے۔ لیکن اندلس میں یہ دونوں ختم ہو گئے۔ حکومت کمزور سے کمزور تر ہوتی گئی۔ صوبے خودمختار ہوتے گئے۔

۵۔ آفاقیت کا فقدان:

جب مسلمان اندلس میں داخل ہوئے تو ان کی سوچ آفاقی تھی۔ تمام دنیا کو اپنا ملک سمجھتے تھے۔ اولادِ آدم کو توحید سے روشناس کروانا چاہتے تھے تاکہ ایک خوشحال اور پرامن معاشرہ جنم لے سکے۔ لیکن جب یہ مقصد بھول گئے تو علاقائی حدود اور تنگ نظری پیدا ہو گئی۔ جس نے ان کو اندلس کے اقتدار سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا۔

۶۔ مال و دولت کا لالچ:

اندلس سرسبز و شاداب ملک تھا۔ مسلمانوں نے زراعت، صنعت اور دیگر شعبوں میں خوب ترقی کی۔ ہر طرف دولت کی ریل پیل نظر آنے لگی۔ یادِ خداوندی کی جگہ دولت نے لے لی۔ دین کی جگہ دولت کی پوجا ہونے لگی۔ اس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ بربادی ہی تھی۔

۷۔ غیر اسلامی ثقافتی سرگرمیاں:

جوں جوں دولت بڑھتی گئی۔ مسلمان اس کے نشے میں دین سے دور ہوتے گئے۔ غیر شرعی اور غیر اسلامی ثقافتی سرگرمیاں شروع ہو گئیں۔ سادگی ختم ہو گئی تکلفات کا پرچار ہونے لگا، معیار زندگی بلند ہوتا گیا۔ اس معیار کو برقرار رکھنے کے لئے رشوت ستانی اور

دوسری بدعنوانیاں شروع ہوگئیں۔ رزق حلال کا تصور ناپید ہونے لگا۔ اسی کینسر نے ان کی حکومت کی بنیادیں کھوکھلی کر دیں۔

۸۔ اقتدار کی ہوس:

حکمرانوں میں اقتدار کی ہوس اپنے عروج کو پہنچ گئی۔ یہاں تک کہ خانہ جنگی کے دور میں عیسائی حکمرانوں سے مدد لے کر اپنے مسلمان بھائی کو نیست و نابود کرنا ان کا شعار بن گیا اور یہی ہوس ان کو لے ڈوبی۔

۹۔ عیسائیوں اور یہودیوں کی سرگرمیاں:

مسلمان دیانت دار اور سادہ دل ہوتا ہے۔ کیونکہ جذبہ ایمان اور شجاعت کے ساتھ جذبہ مکاری اور بے ایمانی اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔ مسلمان ہمیشہ نیک گمان کرتا ہے۔ مسلمانوں کی حکومت جب تک مضبوط رہی تو عیسائی اور یہودی دبے رہے لیکن در پردہ تیاری کرتے رہے۔ چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہوئیں جس سے مسلمانوں کی مرکزی حکومت کمزور ہوگئی اور ان کے خلاف متحد ہوگئے۔ یہودی قوم نے اقتصادیات پر قبضہ کر لیا۔ ملک کی تمام دولت ان کے ہاتھوں میں آ گئی۔ مسلمان مقروض اور بدحال ہوتے گئے جس سے ان کا زوال شروع ہوگیا۔

قوموں کے لئے موت ہے مرکز سے جدائی
ہو صاحب مرکز تو خودی کیا ہے خدائی

۱۰۔ سیاسی شعور کا فقدان اور نااہل حکمران:

اندلس میں بدقسمتی سے الناصر جیسے حکمران پیدا نہ ہوئے۔ اکثر حکمران عیاش اور نااہل تھے۔ آپس میں برسرپیکار رہے اور خانہ جنگی کا لامحدود سلسلہ انہوں نے جاری

رکھا۔ اس صورت حال میں سیاسی شعور ختم ہوگیا۔ عیسائیوں نے ان حالات سے زبردست فائدہ اُٹھایا اور متحد ہو کر مسلمانوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔

۱۱۔ تحریک رجوع ارضی:

اس تحریک کا مقصد مسلمانوں کو اندلس سے نکالنا تھا۔ شروع میں یہ تحریک انتہائی کمزور تھی۔ اس کا بانی پاپائے روم تھا۔ وہ مسلمانوں کا جانی دشمن تھا۔ اس نے مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کو متحد و منظم کیا۔ صلیبی جنگوں کا آغاز کیا لیکن مسلمان پھر بھی متحدہ نہ ہوئے۔ پوپ نے انہیں ناپاک قرار دیا اور اپنی سرزمین کو پاک کرنے کے لئے ان کو ختم کرنا لازمی قرار دیا۔ صلیبی جنگوں کے نام پر مسلمانوں کے خلاف لوٹ مار کا سلسلہ جاری رہا۔

۱۲۔ عیسائی حکمرانوں کی مکاریاں:

مسلمانوں کی حکومت اتنی مضبوط ہو چکی تھی کہ اسے ختم کرنا عیسائیوں کے بس کی بات نہیں تھی۔ چنانچہ انہوں نے عیاری اور مکاری کا سہارا لیا۔ بھائی بھائی کے خلاف لڑانا شروع کر دیا۔ مسلمان ان کے ہاتھوں کھلونا بن گئے اور آخر کار ذلت ان کا مقدر بن گئی۔

اندلس کے عروج وزوال سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

۱۔ مسلمان ایک ملت واحدہ ہیں۔ ان کی قومیت کی بنیاد دین پر ہے۔ جغرافیائی حدود اور نسلی امتیازات اس میں حائل نہیں ہوتے۔

۲۔ جہاد فی سبیل اللہ روح اسلام ہے اس کے بغیر ملت اسلامیہ کا وجود ناممکن ہے۔

۳۔ اخوت اور محبت کے عملی مظاہرے کے بغیر ہم آہنگی پیدا نہیں ہوسکتی۔

۴۔ اسلامی ثقافت کی بنیاد اسلامی اصولوں پر رکھنی چاہیے۔

۵۔ دنیاوی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ جدید علوم حاصل کئے جائیں۔

۶۔ روحانی قوت کا ہونا ازحد ضروری ہے۔ روحانیت ہی ترقی کی بنیاد ہے۔

۷۔ قوم کے سامنے واضح نصب العین کا ہونا بے حد ضروری ہے۔

۸۔ خانہ جنگی اقتدار کیلئے کینسر کا درجہ رکھتی ہے۔

۹۔ تقویٰ اور پرہیزگاری قوم کے عروج میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔

۱۰۔ عیاشی، بدکرداری اور نااہلی قوموں کو لے ڈوبتی ہے۔

انتظام سلطنت

مرکزی نظام:

(3) مرکز میں مجلس شوریٰ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ مجلس شوریٰ وزیروں پر مشتمل ہوتی تھی۔ ان کا سربراہ امیر یا بادشاہ ہوتا تھا۔ اندلس کے حکمران امیر کہلاتے تھے۔ اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک وزیر کو وزیراعظم بنایا جاتا تھا۔ وزیروں کے پاس مختلف محکمے ہوتے تھے۔ ان کو وسیع اختیارات حاصل ہوتے تھے۔ یہ بادشاہ کے ساتھ جنگ میں بھی شریک ہوتے تھے۔ حکومت چلانے کے بڑے بڑے شعبے مندرجہ ذیل تھے۔

۱۔ عدلیہ:

عدلیہ بالکل آزاد تھی۔ بادشاہ بھی عدلیہ کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کر سکتا تھا۔ عدالت کا سربراہ قاضی کہلاتا تھا۔ ملک کی تمام عدالتیں قاضی القضاء کے ماتحت ہوتی تھیں۔ مسلمانوں کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے جس کی تقلید آج بھی یورپ میں جاری

ہے۔ چار بڑے محکمے تھے۔ مالیات، امور خارجہ، عدلیہ اور فوج، حاجب، کاتب اور کوتوال کے عہدے قابل ذکر ہیں۔

۲۔ حجابت:

مرکزی حکومت میں حجابت کو نمایاں مقام حاصل تھا۔ اس کا سربراہ حاجب کہلاتا تھا۔ یہ بادشاہ کا محافظ بھی ہوتا تھا۔ اس کے پاس وسیع اختیارات ہوتے تھے۔ بادشاہ کے بعد دوسری بڑی شخصیت حاجب کی تھی۔ اس محکمے کا مقصد بادشاہ کو محلاتی سازشوں سے مطلع کرنا ہوتا تھا۔ حاجب کی اجازت کے بغیر کوئی شخص بادشاہ سے ملاقات نہیں کر سکتا تھا۔ درحقیقت یہ بادشاہ کا مشیر اعلیٰ ہوتا تھا۔ ملکی معاملات میں بادشاہ اس سے مشورہ کرتا تھا۔

۳۔ کتابت:

اس محکمے کا کام خط و کتابت کرنا تھا۔ اس محکمے کا سربراہ بادشاہ کا مشیر ہوتا تھا۔ شاہی فرمان سیاسی عہدنامے، غیر ملکی حکمرانوں کے خطوط کے جواب لکھنا، اس محکمے کے فرائض میں شامل تھا۔ اس عہدہ پر اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص کو لگایا جاتا تھا۔

۴۔ صیغہ محاصل:

اُندلس میں حکومت کی آمدنی میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ لگان میں بھی کافی اضافہ ہوا۔ زمینوں کی پیمائش کرائی گئی۔ آبپاشی کو بہتر بنایا گیا۔ حکومت کی آمدنی ان ذرائع سے ہوتی تھی، لگان، چونگی اور محصول، جذیہ، جنگلات، معدنیات اور زکوٰۃ۔ ملک میں خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ ان تمام حسابات کی ذمہ داری صیغہ محاصل کی تھی۔ آمدنی کا حساب اس محکمے کے پاس ہوتا تھا۔

۵۔فوجی نظام:

فوجی نظام کو از سرِ نو منظم کرنے کا سہرا عبدالرحمان الداخل کے سر ہے۔ اس نے فوج کو جدید خطوط پر استوار کیا۔ فوج میں بربر اور موالی شامل ہوتے تھے۔ عربوں کی تعداد بہت کم تھی۔ فوج کے سواروں کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ جگہ جگہ نئے قلعے اور چھاؤنیاں قائم کی گئیں۔ ان چھاؤنیوں میں تازہ دم فوج ہر وقت تیار رہتی تھی اور بہت کم وقت میں اپنے محاذ پر پہنچ جاتی تھی۔ بری فوج کے ساتھ ساتھ امیران اُندلس کے پاس عظیم بحری بیڑا بھی موجود تھا۔ فتوحات کا دارومدار بھی اسی بیڑے پر تھا اور یہ سمندر کے راستے تجارت کو محفوظ بنانے میں بھی کافی کارآمد تھا۔ امیران اندلس نے اندلس میں جگہ جگہ جہاز سازی کے کارخانے لگائے تھے۔

۶۔محکمہ پولیس:

ملک میں امن و امان برقرار رکھنے کے لئے محکمہ پولیس کو از سرِ نو منظم کیا گیا۔ اس میں دیانت دار اور محنتی لوگوں کو بھرتی کیا جاتا تھا۔ امیران اندلس محکمہ پولیس کی اہمیت کی بناء پر اس میں خاص دلچسپی لیتے تھے۔

۷۔محکمہ جاسوسی:

ہشام نے اس محکمے کی بنیاد رکھی۔ اس محکمے کا کام ہر لحاظ سے اہمیت کا حامل تھا۔ صوبائی انتظامیہ کی نگرانی اس کے سپرد تھی۔ عوام کے ساتھ کئے جانے والے سلوک کی خفیہ رپورٹ یہ محکمہ فراہم کرتا تھا۔ ان رپورٹوں پر سخت کارروائی کی جاتی تھی، اس لئے اس محکمے میں دیانتدار اور فرض شناس لوگ بھرتی کئے جاتے تھے۔ ملک سے بدعنوانیاں اور جرائم ختم کرنے میں یہ محکمہ بہت مفید ثابت ہوا۔ دشمن کی فوج کی نقل و حرکت کی اطلاع بھی یہ محکمہ پہنچاتا تھا۔

۸۔الخاطم:

اس محکمے کے پاس شاہی مہر ہوتی تھی۔ تمام فرامین اور احکامات پر شاہی مہر لگائی جاتی تھی۔ جب کوئی فرمان یا حکم جاری ہوتا تو اسے فوراً اس محکمے کے پاس بھیجا جاتا تھا۔ فرمان پر مہر لگانے کے بعد یہ محکمہ اسے متعلقہ محکموں کو بھیج دیتا۔

۹۔محکمہ رسد:

تمام فتوحات کا دارومدار اس محکمے پر تھا۔ فوجوں کی نقل و حرکت کا انتظام یہ محکمہ کرتا تھا۔ فوج کے لئے راشن وغیرہ مہیا کرنا بھی اسی محکمے کی ذمہ داری تھی۔ اس محکمے کے افسرِ اعلیٰ کو "ارزاق الحیاذ" کہا جاتا تھا۔

۱۰۔متفرق اقدامات:

خلیفہ کافی حد تک مطلق العنان حکمران ہوتا تھا۔ خلافت کے چار بڑے شعبے تھے۔ مالیات، فوج، عدلیہ اور امور خارجہ۔ محکمہ کے سربراہ وزیر کہلاتے تھے لیکن وہ بذات خود کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔ مجلس شوریٰ میں وزیروں کے علاوہ امراء کو بھی شامل کیا جاتا تھا۔ وزرائے سلطنت کو وزیر الوزارتین کا لقب دیا جاتا تھا۔ خطیب الرسائل دوسرے ممالک کے ساتھ خط و کتابت کرتا تھا۔ صاحب الاشغال ملک کے اخراجات کا حساب رکھتا تھا۔ عربوں میں موروثی امراء اور جاگیردار نہ تھے۔ امیران اندلس کا نظام بظاہر شخصی نظر آتا ہے لیکن یہ کافی حد تک جمہوری بھی تھا۔ جس قانون کی رو سے خلیفہ قاضی کو سزا دے سکتا تھا۔ اسی قانون کی رو سے قاضی خلیفہ کو بھی سزا دے سکتا تھا۔ شہروں میں محتسب مقرر تھے جو تجارت اور بازاروں کی نگرانی کرتے تھے۔ ڈاک کا بہترین نظام موجود تھا۔ ڈاک کا افسر اعلیٰ صاحب البرید کہلاتا تھا۔ شاہراہوں پر ڈاک چوکیاں قائم تھیں۔ ڈاک کے لئے گھوڑے اور اونٹ

استعمال کئے جاتے تھے۔ عبدالرحمان ناصر کے زمانے میں فوجی مقاصد کے لئے کبوتر بھی استعمال کئے جاتے تھے۔ ڈاک کے ملازمین جاسوسی کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔

فوجی نظام:

فوج کا سربراہ خلیفہ ہوتا تھا۔ امیران اندلس کے دور میں بری اور بحری فوج قائم تھی۔ صوبائی سربراہ والی کہلاتے تھے۔ وہ صوبے میں فوج کے بھی سپہ سالار ہوتے تھے اور امیر بھی کہلاتے تھے۔ فوج کے دو بڑے حصے تھے:

(۱) باقاعدہ فوج (۲) بے قاعدہ (عارضی) فوج

باقاعدہ فوج:

اس فوج کی ماہوار تنخواہ دی جاتی تھی۔ یہ ہر وقت موجود رہتی تھی۔

بے قاعدہ فوج:

ان لوگوں کو بوقت ضرورت فوج میں شامل کر لیا جاتا تھا۔ فوج کے لئے جنگی مشقوں کا باقاعدہ نظام موجود تھا۔ فوجی، امن کے دور میں مصنوعی جنگ کیا کرتے تھے۔ اس طرح وہ جنگ کے فنون میں ماہر ہو جاتے تھے۔

بری فوج:

بری فوج کے بڑے بڑے شعبے مندرجہ ذیل تھے۔

حربیہ:

ان کے لباس میں زرہ اور خود (آہنی ٹوپی) شامل ہوتے تھے۔ ان کے پاس نیزے، تلواریں اور تیر ہوتے تھے۔

رامیہ:

یہ تیرانداز تھے۔ یہ عام طور پر گھڑسوار دستے ہوتے تھے۔ ان کے لباس میں زرہ بکتر شامل تھا۔ ان کے پاس تلواریں، نیزے اور تیر ہوتے تھے۔ فوج کے دستے دس دس ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھے۔ ہر دستے کا سربراہ امیر یا سپہ سالار کہلاتا تھا۔ ہزار فوجیوں کا سربراہ قائد اور سو سپاہیوں کا سربراہ نقیب کہلاتا تھا۔ خلیفہ کی حفاظت کے لئے خاص فوج مقرر تھی۔ ان کے لئے خصوصی لباس تیار کیا جاتا تھا۔ فوج کے ساتھ الخبر اور مزدور بھی ہوتے تھے جو فوج کے لئے راستے بناتے تھے۔ یہ لوگ قلعہ شکن ہتھیار بھی بناتے تھے۔ یہ امیر کہلاتے تھے۔ الخبر جنگ کا سامان اور قلعہ شکن آلات حرب بناتے تھے۔ قلعے کا محاصرہ کرنے کے لئے اس کے گرد موزوں مقامات کا تعین بھی کرتے تھے۔

طبّی انتظامات:

فوج کے ساتھ سفری شفاخانے ہوتے تھے۔ ان میں مریضوں کے علاج اور آرام کے مکمل انتظامات ہوتے تھے۔ زخمیوں کے لئے آرام دہ پالکیاں استعمال ہوتی تھیں۔ ماہر طبیب اور جراح موجود ہوتے تھے۔ ادویات وافر مقدار میں مہیا کی جاتی تھیں۔ فوجی افسروں کو جاگیریں دی جاتی تھیں۔ یہ افسر جاگیر کے مطابق بوقت ضرورت فوج مہیا کرتے تھے۔ یہ صاحب العاقل کہلاتے تھے۔ ترکوں نے بھی اس طریقہ کار کو اپنایا۔

طرز جنگ:

فوج کو کوچ کرتے وقت پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔

ا۔ طلیعہ:

یہ حصہ فوج سے بہت آگے رہتا تھا۔ اس میں سوار شامل ہوتے تھے۔ ان کا کام دشمن

کی تعداد اور مقام کا پتہ لگانا تھا۔ آج کل یہ O.P یعنی (Observation Post) کہلاتا ہے۔ یہ ہراول دستہ بھی کہلاتا تھا۔ یہ دشمن کے علاقے کے نقشے بھی تیار کرتے تھے۔

۲۔ قلب:

یہ فوج کا درمیانی حصہ کہلاتا تھا۔ فوج کا سپہ سالار اس حصے میں ہوتا تھا۔

۳۔ میمنہ:

یہ فوج کے دائیں طرف کا حصہ ہوتا تھا۔

۴۔ میسرہ:

یہ فوج کے بائیں طرف کا حصہ ہوتا تھا۔

۵۔ ساقہ:

یہ فوج کی حفاظت کے لئے پیچھے پیچھے چلتا تھا۔ فوج کے ساتھ داستان گو ہوتے تھے۔ جو بہادری کا قصہ سناتے تھے۔ فوج ساتھ ساتھ جسمانی تربیت بھی حاصل کرتے تھے۔ ضرورت اور موقع محل کے مطابق جنگ کے قواعد میں تبدیلیاں بھی کی جاتی تھیں۔

صوبائی نظام

امیران اُندلس نے اندلس کو چھ صوبوں میں تقسیم کیا ہوا تھا۔ صوبے کا حاکم اعلیٰ والی کہلاتا تھا۔ وہ صوبے میں مقیم فوج کا سپہ سالار بھی ہوتا تھا۔ انتظامیہ مختلف محکموں پر مشتمل تھی۔ محکموں کے سربراہ وزیر کہلاتے تھے۔ صوبائی حکومت کو وسیع اختیارات حاصل تھے۔ محکمہ پولیس، محکمہ عدل اور محکمہ جیل خانہ جات براہ راست مرکزی حکومت کے ماتحت ہوتے تھے۔ والی بوقت ضرورت بادشاہ کو مقررہ فوج مہیا کرتا تھا۔ فوج کی رسد اور اخراجات بھی والی کے ذمے ہوتے تھے۔

مشقی سوالات

۱۔ نصری خاندان کے دور حکومت کا مختصراً جائزہ لیں۔

۲۔ اندلس میں اسلامی سلطنت کے زوال کے اسباب کیا تھے؟

۳۔ اندلس میں بنوامیہ کے انتظام سلطنت پر روشنی ڈالئے۔

۴۔ خالی جگہیں درست الفاظ سے پر کریں:

الف: محمد نے غرناطہ میں .... کا لقب اختیار کیا۔

ب: مشہور مورخ .... نے اس دور کے واقعات قلمبند کئے۔

ج: زغل کافی بہادری سے لڑا لیکن .... رہا۔

د: ۱۶۹۰ء میں .... نے ایک قانون پر دستخط کئے جس کے مطابق تمام مسلمانوں کو اندلس سے نکال دیا گیا۔

ہ: جنوری ۱۴۹۲ء کو .... اور .... الحمراء میں داخل ہوئے۔

و: حجابت کے سربراہ .... کہلاتا تھا۔

ز: فوج کا درمیانی حصہ .... کہلاتا تھا۔

ح: فوج کا دایاں حصہ .... اور بایاں حصہ .... کہلاتے تھے۔

باب:8

علمائے اُندلس

ا۔یحییٰ بن یحییٰ لیثی ''عاقل اندلس''

یحییٰ بن لیثی کا تعلق مصمودہ قبیلے سے تھا۔ یہ ایک بربری قبیلہ تھا۔ آپ نے سب سے پہلے حج ادا کیا۔ ۷۹۵ء میں حضرت امام مالک کے شاگرد ہو گئے۔ موطا کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے مصر میں لیث ابن سعد اور مکہ معظمہ میں سفیان ابن عینیہ سے علوم سیکھے۔ آپ اعلیٰ درجہ کے متقی اور پرہیزگار تھے۔ عبدالرحمان کے دور حکومت میں فوجداری مقدمات کے فیصلے آپ سناتے تھے۔ آپ بہت بے باک اور نڈر تھے۔ عدل وانصاف میں امیر غریب، امراء، وزراء یہاں تک کہ خلیفہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ یحییٰ بادشاہ کی خوشنودی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ عبدالرحمان کے دربار میں یحییٰ کو اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ عبدالرحمان قضاۃ بھرتی کرتے وقت یحییٰ سے ضرور مشورہ لیتا تھا۔ ابن حزم کے مطابق مشرق میں حنفی فقہ کو امام ابو حنیفہ اور قاضی ابو یوسف کی وجہ سے، اور مغرب میں مالکی فقہ کو یحییٰ کی وجہ سے بادشاہ کی حمایت حاصل ہوئی۔ آپ نے ۸۴۹ء میں وفات پائی۔

۲۔قاضی منذر بن سعید البلوطی

المقری کے مطابق ''وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرتے تھے'' قاضی منذر کی ابتدائی عمر کے متعلق کوئی خاص معلومات حاصل

نہیں ہوسکیں۔ آپ نے اپنے زمانے کے دینی علوم پر دسترس حاصل کر لی۔ انتہائی متقی اور پرہیزگار تھے۔ اعلیٰ درجے کے خطیب بھی تھے۔ عبدالرحمان الناصر آپ کی بہت عزت کرتا تھا۔ آپ اعلیٰ پایہ کے شاعر بھی تھے۔ آپ کے شعروں میں مذہبی رنگ زیادہ نظر آتا ہے۔

۳۔قاضی محمد بن بشیر

آپ مصر کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے جو باجہ میں رہائش پذیر تھا۔ عباس بن عبداللہ عامل باجہ کے کاتب مقرر ہوئے۔ امام مالک کے شاگرد بن گئے۔ مالکی مسلک سے وابستہ رہے۔ حکم اول کے دور میں قاضی القضاۃ کے عہدے سے معزول کر دیا گیا۔ لیکن آپ نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ دوبارہ یہ عہدہ پیش کیا گیا تو آپ نے عدل فاروقی کو نئی زندگی بخشی۔ آپ نے عباس قریشی گورنر باجہ کے خلاف فیصلہ سنایا جسے حکم نے برقرار رکھا۔ آپ نے ۸۱۰ء میں وفات پائی۔ آپ کی وفات کے وقت حکم کے بھی آنسو نکل آئے اور دعا کی کہ قاضی صاحب کی وفات کے بعد اسے کوئی منصف اور عادل قاضی مل جائے۔

۴۔ابوالقاسم بن عباس الزاہراوی

زاہراوی کے ابتدائی حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ یہ مدینۃ الزاہرا کا باشندہ تھا۔ جسے عبدالرحمان ثالث نے بسایا تھا۔ اس کی شہرت اس کی مشہور زمانہ کتاب ''زہراوی'' کی وجہ سے ہوئی۔ یہ کتاب علم وحکمت کا شاہکار ہے۔ یہ علم طب اور جراحت کی نایاب کتاب ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ زہراوی حکیم پالوس سے متاثر تھا۔ اس کتاب میں آلات جراحی کی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

وفات:

الزاہراوی ۱۱۰۶ء میں قرطبہ میں فوت ہوئے۔

۵۔ابو مروان بن ابی العلا بن زہر

ابو مروان کا تعلق مذہبی گھرانے سے تھا۔آپ کے والد اپنے زمانہ کے مشہور فقیہ اور محدث تھے۔ابو مروان بہت ذہین اور محنتی تھے۔آپ کو علم طب میں دسترس اور ادب میں مہارت حاصل تھی۔آپ اپنے دور کے بے مثال طبیب بنے۔خلیفہ عبدالمومن کا شمار آپ کے عقیدت مندوں میں ہوتا تھا۔آپ بہت جلد شاہی طبیب بن گئے۔مشہور فلاسفر اور حکیم ابن رشد آپ کے شاگرد تھے۔آپ کی کتاب "الیتیر" طب کی مستند کتاب ہے۔

وفات:

آپ نے اشبیلیہ میں ۱۱۶۲ء میں وفات پائی۔

۶۔ابوالحسن محمد بن احمد بن جبیر

ابن جبیر ۱۱۴۵ء میں بلنسیہ میں پیدا ہوا۔یہ اپنے دور کا مشہور شاعر اور ادیب تھا۔اس نے حدیثیں بھی یاد کیں۔اسے سیاحت کا بے حد شوق تھا۔پہلا سفر ۵۷۸ھ میں کیا۔پھر صلاح الدین ایوبی کے دور میں بیت المقدس آیا۔اس کی مشہور کتاب سفر نامہ رحمۃ ابن جبیر ہے۔یہ کتاب معلومات کا خزانہ ہے۔اس میں بحیرہ روم میں بسنے والے مسلمانوں کی تہذیب وتمدن اور جغرافیائی حالات بیان کئے گئے ہیں۔اس کا پہلا حصہ صقلیہ سے متعلق ہے۔۱۸۴۶ء میں اس کا فرانسیسی ترجمہ شائع ہوا۔آپ نے ۶۱۳ھ میں وفات پائی۔

۷۔ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ محمد بن عبداللہ شریف ادریسی

ادریسی کا نام جغرافیہ میں اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔آپ سبتہ میں ۴۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔آپ کا تعلق افریقہ کے ایک سادات خاندان سے تھا۔قرطبہ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔آپ کی قابلیت سے متاثر ہو کر شاہ صقلیہ راجر ثانی نے آنے کی دعوت دی۔ادریسی نے چاندی کا ایک ایسا کرہ تیار کیا جس سے دنیا کے پہاڑ، وادیاں، سمندر، دریا سامنے آجاتے تھے۔اس کرے کا قطر تقریباً چھ فٹ اور وزن ساڑھے پانچ من تھا۔راجر نے آپ کو کافی انعامات دیئے۔آپ نے اپنے تمام مشاہدات اپنی مشہور کتاب "نزہتہ المشتاق فی اختراق الافاق" میں درج کئے ہیں۔اس کتاب میں ۶۹ نقشے تھے۔دریائے نیل کا دہانہ بھی دکھایا گیا تھا۔اس کتاب کے کئی ترجمے ہو چکے ہیں۔ایس پی سکاٹ کے مطابق قرون متوسط کے جغرافیہ دان ہزار شہرت پائے ہوں مگر کسی کا چراغ ادریسی شہرت کے آفتاب کے سامنے نہ جل سکا۔"

وفات:

ادریسی نے ۱۱۶۶ء میں وفات پائی۔صقلیہ ہی میں دفن کئے گئے۔

۸۔ابوزید ولی الدین عبدالرحمان بن خلدون

ابن خلدون یکم رمضان ۷۳۳ء میں تونس میں پیدا ہوا۔اس کا تعلق کندہ کے یہود رئیس وائل بان حجر کی اولاد سے تھا۔اس خاندان میں دولت کی ریل پیل تھی۔اس خاندان کا پہلا شخص پہلی صدی ہجری کے آخر میں اندلس میں داخل ہوا۔ابتدائی تعلیم تونس ہی میں حاصل کی۔علم حدیث موطا، امام مالک، صحیح مسلم اور صحیح بخاری سے حاصل کی۔فقہ مالکی کے ایسے المدونہ کا مطالعہ کیا جو چار جلدوں پر مشتمل ہے۔علم نحو، لغت کے

تسہیل کا مطالعہ کیا۔ ۷۴۹ھ میں والدین اس دنیا سے چل بسے۔ سیاست میں حصہ لینا چاہالیکن اس کوشش میں کئی بار جیل جانا پڑا۔ ۷۵۹ھ میں جیل سے رہا ہوئے۔ ۷۶۴ھ میں ابن خلدون اندلس میں داخل ہوا۔ اس دور میں محمد خامس غرناطہ کا حکمران تھا۔ اس نے ابن خلدون کا شاندار استقبال کیا۔ سفیر بنا کر اشبیلیہ بھیج دیا۔ وہاں کے سلطان کے وزیر ابن الخطیب کو ناگوار گزرا اور وہ حسد کرنے لگا۔ آخر ابن خلدون کو ۷۶۶ھ میں واپس لوٹنا پڑا۔ حاکم بجایہ نے رئیس الوزارت کا عہدہ پیش کیا۔ ۶۶ سال کی عمر میں امیر تیمور کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اس کے بعد مصر واپس چلے آئے۔ معلم اور قاضی القضاۃ کے عہدوں پر فائز رہے۔

ابن خلدون کو رئیس المورخین کا خطاب دیا گیا ہے۔ آپ سے پہلے تاریخ صرف بادشاہوں کے قصے کہانیوں کا نام تھا لیکن ابن خلدون نے اپنا مشہور زمانہ مقدمہ لکھ کر اسے ایک سائنسی علم کی حیثیت دی۔ آپ کے مقدمے کا دنیا کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ آپ نے تاریخ اسلام کو کئی جلدوں میں لکھ کر محفوظ کیا۔ مورخین زیادہ تر آپ کی تاریخ سے استفادہ کرتے ہیں۔ فلسفہ تاریخ کی بنیاد ڈالی، تاریخ کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی۔

وفات:

ابن خلدون ۸۰۸ھ میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔

۹۔ لسان الدین ابن الخطیب

لسان الدین ابن الخطیب کے خاندان کا تعلق شام سے تھا۔ یہ خاندان غرناطہ میں آباد ہو گیا تھا۔ ابن الخطیب کے والد وزارت کے عہدے پر فائز رہے لیکن بعد میں

معزول کر کے جائیداد وغیرہ بھی ضبط کر دی گئی۔ ابن الخطیب اعلیٰ پایہ کا مورخ، شاعر اور طبیب تھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ خداداد صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ اس نے اپنی محنت سے ابوالحجاج یوسف سلطان غرناطہ کی وزارت حاصل کر لی۔ اس کے بعد خامس کا بھی وزیر رہا۔ اسے ذوالوزارتین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آخر کار درباری سازشوں کا شکار ہو گیا۔ افریقہ میں پناہ لی۔ ۱۳۸۴ء میں وفات پائی۔ اس نے مختلف علوم کی تقریباً ساٹھ کتابیں لکھیں۔ ''الاحاطہ فی اخبار غرناطہ'' دو جلدوں میں ہے۔ اس کتاب کی وجہ سے آپ کو کافی شہرت ملی۔

۱۰۔ ابوالعباس احمد محمد بن المقری التلمسانی

علامہ مقری تلمسان میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم فارس اور مراکش میں حاصل کی۔ ۱۰۲۸ھ میں قاہرہ گئے۔ پانچ دفعہ حج کئے۔ ۱۰۴۱ھ میں وفات پائی۔ علامہ مقری کی کتاب نفح الصیب تاریخ اندلس کی مکمل کتاب ہے۔ اس کتاب میں ادیبوں اور شاعروں کے حالات زندگی بھی بیان کئے گئے ہیں۔

۱۱۔ ابوالحسن علی بن نافع زریاب

زریاب کا ظہور عباسی خلیفہ المہدی کے دور میں ہوا۔ یہ بغداد کے مشہور موسیقار اسحاق موصلی کا شاگرد تھا۔ لیکن یہ بہت جلد اپنے استاد سے آگے نکل گیا۔ ہارون الرشید کے دربار تک رسائی حاصل کر لی۔ اسحاق کی ہدایت کے مطابق بغداد چھوڑ کر اندلس چلا گیا۔ اندلس میں موسیقی کو ایک نئے انداز سے پیش کیا۔ الحکم کے دور میں اندلس واپس آیا۔ امیر عبدالرحمان نے اس کی خوب حوصلہ افزائی کی۔ زریاب اعلیٰ پایہ کا موسیقار ہونے کے ساتھ ساتھ فنکار بھی تھا۔ اسے علم نجوم،

ادب اور شاعری میں بھی مہارت حاصل تھی۔ زریاب کو تقریباً ہزار راگ اور راگنیاں یاد تھیں۔ اس نے موسیقی کے آلات ایجاد کیے۔ شیشے کے برتنوں کو استعمال کیا۔ ٹیڑھی مانگ نکالنے کا طریقہ رائج کیا۔ کئی کھانے بھی آپ سے منسوب ہیں۔ موسم کے مطابق موزوں رنگوں کے کپڑے پہننے کا تصور پیش کیا۔ ایس پی سکاٹ کے مطابق ''ٹیڑھی مانگ نکالنا، ننگے سر چلنا، چھری کانٹے کے ساتھ کھانا، کھانوں کا تنوع اور ملبوسات کا اختلاف اور اس قوم کی کئی نئی چیزیں اس کے دماغ کی اختراع ہیں۔ موجودہ یورپ کا شجر ساز طریق بودوماند اسی سے ماخوذ ہے۔''

زریاب ۲۳۸ھ میں فوت ہوا۔

۱۲۔ ابن رشد

ابن رشد کا تعلق علمی گھرانے سے تھا۔ ۱۱۲۶ء میں قرطبہ میں پیدا ہوا۔ ۱۱۶۹ء میں اشبیلہ کا قاضی مقرر ہوا۔ مراکش میں ابن طفیل کی جگہ درباری طبیب مقرر ہوا۔ ابن رشد کو طب اور فلکیات میں مہارت حاصل تھی اور اس نے ارسطو کی تصنیفات کی اعلیٰ پیرائے میں تشریح کی، جس سے آج کا یورپ بہت متاثر ہے۔ مراکش میں ۱۱۹۸ء میں فوت ہوا۔

۱۳۔ ابن حیان

عبدالملک بن مروان کے آزاد کردہ غلام خلف بن حسین کا بیٹا تھا۔ ابن حیان کا شمار اندلس کے نامور مورخین میں ہوتا ہے۔ اندلس کے حالات پر اس کی دو کتابیں سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔ کتاب المقبس فی تاریخ دس بڑی جلدوں پر مشتمل ہے۔ کتاب المبین ساٹھ بڑی جلدوں پر مشتمل ہے۔ ابن حیان کو علم صرف اور نحو پر بھی عبور حاصل تھا۔ ابن حیان ۹۸۷ء میں پیدا ہوا اور ۱۰۷۶ء میں فوت ہوا۔

مشقی سوالات

۱۔ یحییٰ بن یحییٰ لیثی کے کارنامے مختصر طور پر بیان کریں۔

۲۔ ابن خلدون کے حالات زندگی تفصیلاً بیان کریں۔

۳۔ زریاب کے کارنامے تحریر کریں۔

۴۔ ابن رشد پر مختصر نوٹ تحریر کریں۔

۵۔ درست جواب کے گرد دائرہ لگائیے۔

الف: یحییٰ بن لیثی عاقل اندلس کہلاتا تھا۔ (ہاں/نہیں)

ب: مغرب میں مالکی مذہب کو یحییٰ کی وجہ سے بادشاہ کی حمایت حاصل ہوئی۔ (ہاں/نہیں)

ج: قاضی منذر بن سعید البلوطی اعلیٰ پایہ کے شاعر بھی تھے۔ (ہاں/نہیں)

د: قاضی محمد بشیر امام مالک کے شاگرد تھے۔ (ہاں/نہیں)

ہ: زہراوی کتاب میں آلات جراحی کی تصاویر بھی ہیں۔ (ہاں/نہیں)

و: ابو مروان اپنے دور کے بے مثال طبیب تھے۔ (ہاں/نہیں)

ز: ابن جبیر صلاح الدین ایوبی کے دور میں بیت المقدس آیا۔ (ہاں/نہیں)

ح: ادریسی کا نام تاریخ میں اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔ (ہاں/نہیں)

ط: ادریسی نے قرطبہ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ (ہاں/نہیں)

ی: ابن خلدون تونس میں پیدا ہوا۔ (ہاں/نہیں)

ک: محمد خامس حاکم غرناطہ نے ابن خلدون کا شاندار استقبال کیا۔ (ہاں/نہیں)

ل: ابن خلدون کو رئیس المورخین کا خطاب دیا گیا۔ (ہاں/نہیں)

م: ابن خلدون نے فلسفہ تاریخ کی بنیاد ڈالی۔ (ہاں/نہیں)

ن: ابن الخطیب کا تعلق ایران سے تھا۔ (ہاں/نہیں)

س: زریاب مشہور موسیقار اسحاق موصلی کا شاگرد تھا۔ (ہاں/نہیں)

ع: ابن رشد مراکش میں درباری طبیب مقرر ہوا۔ (ہاں/نہیں)

باب:9

عمارات اُندلسیہ

ا۔ رصافہ:

بنو امیہ کے مشہور حکمران ہشام نے شام میں ایک محل بنوایا تھا۔ اس محل کا نام رصافہ تھا۔ عبدالرحمان الداخل جب اندلس میں برسراقتدار آیا تو اس نے قرطبہ کے باہر اسی طرز کا محل بنوایا۔ اس کا نام بھی رصافہ رکھا گیا۔ اس محل کو باغات سے مزید خوبصورت بنایا گیا۔ الداخل کی بہن اُمّ الصبغ شام کے باغ سے الداخل کے لئے خوبصورت پھل دار درخت بھیجتی رہتی تھی۔ کھجور کے صرف ایک درخت کے باغ سے الداخل کو بے حد محبت تھی۔ رصافہ کے اردگرد آبادی بڑھتی گئی جس سے اس شہر نے ایک حسین و جمیل شکل اختیار کر لی اور لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ ابوعبداللہ بن الرفا نے اپنے اشعار میں اس کی خوب تعریف کی ہے۔

۲۔ جامع مسجد قرطبہ:

سرزمین اندلس کے چپہ چپہ پر مسلمانوں کی یادگاریں موجود ہیں لیکن افسوس کہ اذان کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ مسجد قرطبہ آج بھی مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ اس کے حسن کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ وہ تاریخی مسجد ہے جس میں ہمارے قومی شاعر علامہ اقبال نے اذان دے کر نماز پڑھی اور اس کی شان میں اشعار لکھے۔ اس کی تعمیر عبدالرحمان الداخل نے اپنی

موت سے دو سال پہلے شروع کی۔ امیر کا خیال تھا کہ اسے جامع مسجد دمشق کی طرز پر بنایا جائے گا۔ امیر نے دو سال میں اسی ہزار دینار سرخ خرچ کئے۔ بلند و بالا دیواریں شہر پناہ کا روپ دھار رہی ہیں۔ دروازے کے قریب وہ مینار ہے جس نے ہزاروں اذانیں سنیں اور لاکھوں مسلمانوں کو یہاں پر نمازیں پڑھتے دیکھا۔ چھت کی بلندی تیس فٹ ہے۔ خوبصورت محرابیں اور دلکش ستون آج بھی مسلمانوں کی عظمت کے گواہ ہیں۔ الداخل کے بعد ہشام نے بھی مال غنیمت کا پانچواں حصہ مسجد کی تزئین و آرائش پر خرچ کیا۔ یہ سلسلہ سات سال تک جاری رہا۔ اس کے بعد بھی یہ سلسلہ نہیں رکا بلکہ صدیوں پر پھیلا ہوا ہے۔ ہر امیر نے اس مسجد میں کچھ نہ کچھ اضافہ کیا۔ اس کی تکمیل خلیفہ ہشام المؤید باللہ کے دور میں محمد بن ابی عامیر کی زیر نگرانی ہوئی۔ اس کا طول ۵۷۰ فٹ اور عرض ۴۲۵ فٹ ہے۔ محراب سفید سنگ مرمر سے تیار کیا گیا تھا۔ دروازوں کی تعداد نو سے بڑھ کر اکیس ہو گئی تھی۔ خواتین کے لئے الگ دروازے تھے۔ امیر اندلس کے لئے سونے کا دروازہ لگایا گیا تھا۔ مسجد کے قریب دارالصدقہ تعمیر کیا گیا جس میں نادار طلبہ کے لئے تمام سہولتیں مفت مہیا کی جاتی تھیں۔ فانوس اور موم بتیوں سے رات کو دن کا سماں بن جاتا تھا۔ چراغوں کی تعداد تقریباً سات ہزار تھی، لیکن جب اندلس میں مسلمان حکومت کو زوال آیا فرڈینڈ اپنی ملکہ کے ہمراہ قرطبہ میں داخل ہوا تو اس نے سب سے پہلے جامع مسجد قرطبہ کو بت خانے میں بدل دیا اور مختلف قسم کے یادگاری بت کھڑے کر کے مسجد کے مقدس اور پاکیزہ حسن کو پامال کر دیا گیا۔

۳۔ مدینۃ الزہراء:

اس شہر کی ابتداء رومانی انداز سے ہوئی۔ یہ حسین شہر اس وقت تعمیر ہوا جب اندلس کے مسلمانوں کا ستارہ بام عروج پر تھا۔ یہ دور درحقیقت عبدالرحمان ناصر کا تھا۔

ناصر کی ایک چہیتی شوخ اور چنچل کنیز زہراء تھی۔ اس نے ناصر سے درخواست کی کہ اس کے نام کا شہر آباد کیا جائے۔ جس میں عالیشان محلات اور خوبصورت عمارتیں ہوں۔ ناصر نے یہ درخواست منظور کر لی اور شہر کی تعمیر کا فرمان ۹۳۶ء میں جاری کر دیا۔ عبدالرحمان نے اپنے دور کے پچیس سال اور الحکم نے پندرہ سال اس کی آرائش میں لگائے اس سے قرطبہ کی خوبصورتی کو چار چاند لگ گئے۔ یہ شہر سات فرلانگ لمبا اور پانچ فرلانگ چوڑا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب یہ شہر مکمل ہوا تو زہراء اسے دیکھنے کے لئے آئی۔ اس نے ایک طرف سنگ مرمر کے محلات دیکھے اور دوسری طرف بدنما پہاڑ۔ اس نے ناصر سے پہاڑ کے متعلق شکایت کی۔ چنانچہ پہاڑ پر خوبصورت درخت لگا کر اسے جبل العروش بنا دیا گیا۔ لیکن افسوس! جس شہر کی تعمیر میں پینتیس سال لگے، وہ صرف پچیس سالوں ہی میں بربری افواج کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو گیا۔ آگ کے شعلوں نے اسے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا۔

۴۔ قصر الحمراء:

عبدالرحمان الداخل نے رصافہ سے فن تعمیر کا جو سلسلہ شروع کیا وہ بنی نصر کے دور حکومت میں اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ الحمراء کی تعمیر محمد بن الاحمر نے شروع کی۔ اس نسبت سے اسے الحمراء کا نام دیا گیا۔ لیکن بعض مورخین کا خیال ہے کہ اس کی تعمیر میں جو خاص مسالہ استعمال کیا گیا تھا، اس کا رنگ سرخ تھا۔ اس لئے اسے الحمراء کا نام دیا گیا۔ غرناطہ کا یہ محل ابتداء میں ایک پہاڑی پر واقع قلعہ تھا۔ جسے مسمار کر کے الحمراء کی تعمیر کی گئی۔ اس کے ایک طرف کوہ سیرانواڈا کی برف پوش چوٹیاں ہیں اور دوسری طرف زرخیز وادی جس میں دریائے صدارہ بل کھاتا ہوا رواں دواں ہے۔ اس محل کا اندرونی حصہ پچی کاری کاشی کاری اور نقش نگاری کا بہترین نمونہ ہے۔ فن

عکس اور مصوری نمایاں ہے۔ قصر البوث، دارالاخنین اور بیت العدل خوبصورتی کے حسین نمونے ہیں۔ لیکن افسوس! جب مسلمانوں کا زوال شروع ہوا تو ان عمارات کی تباہی کا آغاز بھی ہوا۔ چارلس پنجم نے اس کے بڑے حصے کو صرف اس لئے گرا دیا تا کہ اس کے مسالے کو دوسری عمارتوں میں استعمال کیا جا سکے۔

مشقی سوالات

۱۔ ان حالات و واقعات کا ذکر کیجئے جن کے تحت اندلس میں امویوں کی حکومت قائم ہوئی۔

۲۔ امیر عبدالرحمان الداخل کا بحیثیت حکمران اور منتظم جائزہ لیں۔

۳۔ عبدالرحمان ثانی (الاوسط) نے اندلس میں بنوامیہ کی حکومت کو استحکام بخشنے میں جو نمایاں خدمات انجام دیں ان کی نشاندہی کریں۔

۴۔ عبدالرحمان الناصر (ثالث) کی شخصیت اور کارناموں پر بحث کریں۔

۵۔ یوسف بن تاشفین (المرابطین) کون تھا؟ اس کی اندلس میں آمد پر روشنی ڈالئے۔

۶۔ اندلس میں بنوامیہ کا انتظام سلطنت بیان کریں۔

۷۔ اندلس میں بنوامیہ کے زوال کے اسباب کیا تھے؟

۸۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیں:

یحییٰ بن یحییٰ لیثی، ابن خلدون، ابن رشد، رصافہ، جامع مسجد قرطبہ، مدینۃ الزہرا، الحمراء

۹۔ خالی جگہیں پر کریں۔

الف: نصری خاندان .... سے .... تک برسر اقتدار رہا۔

ب: .... اس خاندان کا بانی تھا۔

ج: .... میں فلپ سوم نے ایک قانون پر دستخط کئے۔

د: .... کو فرڈیننڈ اور ملکہ آزبیلا الحمراء میں داخل ہوئے۔

ہ: بنوامیہ کے مشہور حکمران .... نے شام میں رصافہ تعمیر کروایا تھا۔

و: علامہ اقبال نے اندلس میں مسجد .... میں اذان دی۔

ز: مسجد قرطبہ کی چھت کی بلندی .... فٹ ہے۔

ح: مسجد قرطبہ کا طول .... فٹ اور عرض .... فٹ ہے۔

ط: عیسائیوں نے مسجد قرطبہ کو .... میں بدل دیا۔

ی: الحمراء کی تعمیر .... نے شروع کی تھی۔

باب: 10

اسلامی سپین......شاہراہ ترقی پر

مسلمانوں نے یورپ کو کیا دیا؟ یورپ سے کیا ملا؟

مسلمان اندلس میں نجات دہندہ کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ اندلس کے مظلوموں کی دعوت پر مسلمانوں نے اندلس کا رخ کیا۔ غریبوں کے محافظ بن گئے۔ جب مسلمان یورپ میں داخل ہوئے تو اس وقت یورپ جہالت کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ جاگیردارانہ نظام نے عوام کا جینا مشکل کر دیا تھا۔ کسانوں، کاشتکاروں اور مزدوروں کا کچھ بھی محفوظ نہیں تھا۔ جان، مال اور عزت زمینداروں اور جاگیرداروں کے رحم وکرم پر تھے۔ ان کی بیویاں اور بچے بھی جاگیرداروں کی ملکیت تصور ہوتے تھے۔ بے رحم آقاؤں کی مرضی کے بغیر ان کے لئے سانس لینا بھی مشکل تھا۔ علمی اور تہذیبی لحاظ سے بغداد عروج پر تھا۔ اس کے مقابلے میں یورپ بہت پیچھے تھا۔ پورے یورپ میں بغداد کے معیار کا کوئی شہر موجود نہیں تھا۔ اندلس کے ذریعے بغداد کا علمی خزانہ یورپ منتقل ہوا اور یورپ نے اس کو بنیاد بنا کر اپنے علوم وفنون کو آگے بڑھایا اور موجودہ ترقی حاصل کی۔ اگر آج یورپ کی علمی اور سائنسی ترقی کا تجزیہ کیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس ترقی میں مسلمانوں کا خون پسینہ بھی شامل ہے۔

ا۔ معاشرتی ترقی:

ملکی ترقی میں معاشرتی ترقی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلامی سپین میں مسلمانوں

نے معاشرتی ترقی کا وہ معیار قائم کیا تھا جو آج کے جدید دور میں بھی کئی ممالک کو نصیب نہیں۔ اسلامی سپین کا دارالخلافہ قرطبہ یورپ کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور مہذب شہر تھا۔ یہ ایک لاکھ تیرہ ہزار مکانات پر مشتمل تھا۔ اس میں اکیس نواحی محلے تھے۔ ستر کتب خانے، سینکڑوں دکانیں اور مسجدیں موجود تھیں۔ یہ بین الاقوامی شہرت کا حامل شہر تھا۔ پکی سڑکیں اور شاہراہیں پورے ملک میں پھیلی ہوئی تھیں۔ رات کے وقت سڑکوں کو روشن رکھنے کے اعلیٰ انتظامات موجود تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ لندن کی سڑکیں سات سو سال بعد بھی روشن نہ تھیں۔ پیرس کی سڑکوں پر بھی بارش کے بعد کیچڑ بن جاتا تھا اور گھر سے نکلتے ہی لوگ کیچڑ میں پھنس جاتے تھے۔ یہ وہ حقائق ہیں جو عیسائی مورخین نے خود بیان کئے ہیں۔ اسلامی سپین کا شمار دنیا کے امیر ترین اور آباد ترین ملکوں میں ہوتا تھا۔ سیاح دنیا کے کونے کونے سے یہاں آتے تھے۔ ایک مورخ کے مطابق ”ملک میں اسی میونسپلٹیاں درجہ اول اور تین سو میونسپلٹیاں درجہ دوم کی موجود تھیں۔ اسلامی سپین کی آمدنی پورے یورپ کی آمدنی سے زیادہ تھی۔ قرطبہ اور اشبیلیہ کی آبادی پانچ پانچ لاکھ اور غرناطہ کی آبادی سوا چار لاکھ تھی۔ مالقہ کی تین لاکھ، بلینسہ کی اڑھائی لاکھ اور طلیطلہ کی دو لاکھ آبادی تھی۔ قرطبہ کو یورپ میں سیاسی برتری بھی حاصل تھی۔ تمام یورپ سیاسی لحاظ سے قرطبہ کے زیر اثر تھا۔ تمام اہم فیصلے قرطبہ میں کئے جاتے تھے۔ ایک اور مورخ کے مطابق ”بڑے شہروں خصوصاً قرطبہ میں مردوں اور عورتوں کا معیار زندگی اتنا بلند تھا کہ اندلس میں باہر سے آئے ہوئے لوگ خواہ کسی بھی رتبے کے ہوں۔ معمولی شہریوں سے ملنے جلنے میں بڑی کمتری کا احساس رکھتے تھے۔ انہیں منہ سے بات نکالتے وقت سو سو احتیاطیں کرنی پڑتی تھیں۔ یہاں تک کہ بازاروں اور مارکیٹوں میں سودا خریدنے کے آداب ملحوظ رکھنے کے لئے پہلے واقفیت حاصل کی جاتی تھی۔ مردوں

اور عورتوں کی زیبائش کا معیار اور نفیس مزاجوں کی شان دوسرے ملک کے شہنشاہوں اور شہزادوں کو شرمندہ کرتی تھی۔''

۲۔ زرعی ترقی:

بقول سدیو ''عرب چونکہ زراعت اور تجارت کے اصولوں سے خوب واقف اور تجربہ رکھتے تھے، اس لئے اس تجربے کی بناء پر انہوں نے اندلس کے شہروں کو گلزار بنا دیا تھا۔ بلینسہ اور غرناطہ کی بنجر اور ناہموار زمینوں کو سیراب کرنے کے لئے جدت سے کام لیا گیا۔ سمندر سے چھ میل کے فاصلے پر پشتے کے ذریعے دریا کے پانی کو روک کر ڈیم تعمیر کیا گیا۔ اس ڈیم سے سات نہریں نکالی گئیں۔ ان نہروں کو مزید شاخوں میں تقسیم کیا گیا۔ ہر نہر ہفتے میں ایک دن کھولی جاتی تھی۔'' اس طرح آبپاشی کا ایک منظم نظام قائم کیا گیا تھا۔ اس نظام نے بنجر زمینوں کو سرسبز و شاداب بنا دیا۔ زمین کبھی خالی نہیں رہتی تھی۔ ایک فصل کاٹنے کے فوراً بعد دوسری فصل بوئی جاتی تھی۔ چاول، گنا، زعفران، کھجور، پستہ، کیلا، شفتالو، شہتوت، انار، آڑو اور مختلف قسم کی ترکاریاں اور پھل اسلامی سپین کے کونے کونے میں پیدا کئے جانے لگے اور اسی راستے سے نعمتیں یورپ کو نصیب ہوئیں۔ آج کے اندلس کے باغات میں بھی عربوں کی خصوصیات موجود ہیں۔ غرناطہ میں الحمراء کے یہ باغات عالمگیر شہرت کے حامل ہیں۔ ان کو دیکھنے کے لئے آج بھی سیاح دور دور سے آتے ہیں۔ یہ اندلس کی آمدنی کا آج بھی مستقل ذریعہ ہیں۔

۳۔ صنعتی ترقی:

جب ملک اقتصادی اور مالی لحاظ سے خوشحال اور مستحکم ہو تو وہاں پر صنعتوں کو فروغ ملتا ہے۔ اسلامی سپین میں مختلف قسم کی مصنوعات تیار کی جاتی تھیں۔ سدیو کے مطابق

''مسلمانوں نے رومیوں کے اصول فنون سے واقفیت حاصل کی اور ساتھ ہی اپنے نئے طور طریقے شامل کئے مثلاً پارہ اور یاقوت کا سراغ لگایا۔ قیمتی پتھر اور موتی نکالے جانے لگے۔ روئی سے کپڑا بنانے کی صنعت میں کمال حاصل کیا۔ ریشمی اور سوتی کپڑے بنانے کے کارخانے جگہ جگہ لگائے گئے۔ غرناطہ کا ریشم پوری دنیا میں مشہور تھا۔ زینیں اور پوستین وغیرہ بنانے کا کام بھی قرطبہ میں ہوتا تھا۔ اندلس کے تاجر اپنی مصنوعات کے بدلے لونگ، کافور، خراسانی، سمور اور ایرانی قالین لیتے تھے۔''

چمڑے پر بیل بوٹے بنانے کی صنعت ابتداء میں مراکش سے آئی۔ اندلس نے اسے ترقی دے کر فرانس اور انگلستان پہنچایا۔ قرطبہ، غرناطہ، ملاغہ اور المریہ میں اونی اور ریشمی کپڑے تیار ہوتے تھے۔ اسلامی سپین میں ریشم کے کپڑے بنانے کی صنعت عروج پر تھی۔ معدنیات نکالنے کا مستقل محکمہ قائم تھا۔ مرسیہ کے یاقوت اور طراغونہ کے مرجان برآمد کئے جاتے تھے۔ لوہا، چاندی، بکثرت پائے جاتے تھے۔ المریہ میں شیشے اور کانسی کی صنعتیں لگائی گئی تھیں۔ الگارو اور جیان میں سونے، چاندی کی مشہور کانیں تھیں۔ طلیطلہ میں فولادی تلواریں تیار کی جاتی تھیں۔ بلینسیہ میں کوزہ گری کی صنعت قائم تھی۔ حریر اور پشمینہ کے کارخانے ملک کے کونے کونے میں موجود تھے۔ اندلس کے مسلمانوں کو روغنی کھپریل اور پچی کاری میں کمال حاصل تھا۔ قطب نما، بارود اور توپ عربوں نے ایجاد کیں۔ بارش سے بچاؤ کے لئے خاص کوٹ بنائے جاتے تھے۔ جن سے پانی نہیں نکل سکتا تھا۔

۴۔ تجارتی ترقی:

اسلامی سپین کی برآمدات پوری دنیا میں بھیجی جاتی تھیں۔ ہر جگہ ان کی مانگ تھی۔ شمالی افریقہ، مصر، اٹلی، یونان اور شام سے خصوصی تجارت ہوتی تھی۔ مچھلی،

روغن زیتون، انجیر، بادام، خشک میوہ جات، چینی، شہد، نمک، ریشم، روئی اور اون سے بنے ہوئے کپڑے، عمارتی لکڑی، کاغذ، چمڑہ اور ان سے بنی ہوئی اشیاء، قالین، زعفران، عطریات، سونا، چاندی ان کے زیورات، فولاد ٹن، جنگی آلات، اسلحہ جات، مٹی اور شیشے کے برتن برآمد کئے جاتے تھے۔ بیرونی تجارت بندرگاہوں کے ذریعے ہوتی تھی۔ المریہ کی بندرگاہ کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ اس بندرگاہ میں بڑے بڑے جہاز لنگرانداز ہوتے تھے۔ دریا بھی تجارت کے لئے استعمال کئے جاتے تھے۔ ان میں جہازرانی کے ذریعے سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا جاتا تھا۔ تجارتی لحاظ سے مسلم سپین کو نمایاں مقام حاصل تھا۔

۵۔ علمی ترقی:

عباسیوں نے علوم کے خزانے دنیا سے منتقل کر کے بغداد میں جمع کر دیئے تھے۔ علوم کا یہ خزانہ وقت کے ساتھ ساتھ اسلامی سپین میں منتقل ہوتا رہا۔ ملک کے کونے کونے میں سکول و کالج اور سائنسی تجربہ گاہیں قائم کی گئی تھیں۔ مذاکرات، مناظروں اور شعر و سخن کی محفلوں کے لئے جگہ جگہ عظیم الشان ایوان موجود تھے۔ ان میں علماء، فضلاء، ہر وقت موجود رہتے تھے۔ اعلیٰ تعلیمی اداروں کا جال بچھا ہوا تھا۔ علماء اور فضلاء کو بڑی بڑی تنخواہیں اور وظیفے دیئے جاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ دنیا کے بڑے بڑے علماء اور ماہرین اسلامی سپین میں جمع ہو گئے تھے۔ تعلیم حاصل کرنے کے لئے دور دراز ملکوں سے طلبہ اسلامی سپین آتے تھے۔ ان میں یورپ، مصر، افریقہ اور مشرقی ممالک کے طلبہ شامل ہوتے تھے۔ قرطبہ میں ستائیس ایسے تعلیمی ادارے تھے جن میں اعلیٰ تعلیم مفت دی جاتی تھی۔ جامع قرطبہ کو دنیا میں اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ اس میں تمام علوم کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس نے جامعہ ازہر قاہرہ اور جامعہ بغداد سے بھی فوقیت حاصل کر لی تھی۔ اس جامعہ میں

مشرقی علماء کو ترجیح دی جاتی تھی۔ عالموں کی تنخواہوں اور وظیفوں کے لئے بڑی بڑی جائیدادیں وقف تھیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ جدید دور کے مہذب لوگوں نے اس عظیم الشان یونیورسٹی کو کلیسا (عیسائی عبادت گاہ) میں بدل دیا۔ اس جامعہ کے بچے ہوئے چند مینار اب بھی اپنی ماضی کی داستانیں بیان کرتے ہیں۔ الحکم ثانی نے علوم کے خزانوں کو اپنے کتب خانوں میں بند کر دیا تھا۔ اس کے کارندے کتابوں کی تلاش میں پوری دنیا میں گھومتے رہتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق الحکم کے پاس چار لاکھ کتابیں موجود تھیں۔ قلمی نسخوں کے حاشیئے خود تحریر کرتا تھا۔ اس سے ان کتابوں کی قیمت مزید بڑھ جاتی۔ ڈوزی کے مطابق "اندلس کے تقریباً ہر ایک فرد کو لکھنا پڑھنا آتا تھا۔"

میرے مسلمان بھائیو! یہ اس وقت کی بات ہے جب یورپ علم کی روشنی سے محروم تھا۔ علم صرف چند کلیسائی پادریوں تک محدود تھا۔ ہندو برہمنوں کی طرح عیسائی پادری علم کے ٹھیکیدار بنے ہوئے تھے۔ عام آدمی کو یہ حق نہیں دیا جا رہا تھا کہ وہ علم حاصل کرے۔ مسلمانوں کا یہ سب سے بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے علم کو چند مخصوص ایوانوں سے نکال کر عوام کے لئے عام کر دیا۔ تعلیم پر چند لوگوں کی اجارہ داری ختم کر کے اس کے فیض کو گلی گلی پہنچایا تا کہ امیر غریب، مسلم و غیر مسلم سپینی و غیر سپینی غرضیکہ دنیا کا ہر انسان علم کے چشمے سے سیراب ہو سکے۔ اسی وجہ سے ڈوزی کو اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑا کہ جس وقت یورپ میں صنعتی انقلاب برپا کر کے ان یونیورسٹیوں کو ترقی کے عروج پر پہنچایا تو مسلمان اس راستے سے بھٹک کر، خانہ جنگیوں کا شکار ہو گیا۔ اپنے بھائی کے خلاف غیروں سے راہ و رسم بڑھانے لگا۔ تنزل کی گہرائیوں میں جا گرا اور یورپ سے ذلیل و رسوا ہو کر نکال دیا گیا۔ آج کا مسلمان بھی اپنے حقیقی راستے سے بھٹک چکا ہے۔ اپنی بنیاد سے منحرف ہو چکا ہے۔ بے حیائی کے جدید سمندر میں ڈوب

کر ترقی حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن ترقی کی بجائے تنزل ہی اس کا مقدر بن گیا ہے۔ اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا کہ ہماری حقیقی ترقی کا راز کس چیز میں ہے۔ بلاشبہ قرآن وسنت ہی ہماری ترقی کے ضامن ہیں۔ ان کی روشنی میں ہم جدید علوم حاصل کر کے دوبارہ اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

مشقی سوالات

۱۔ بنوامیہ کے دور میں اندلس کی معاشرتی ترقی کا جائزہ لیں۔

۲۔ سپین کی زرعی ترقی پر روشنی ڈالیں۔

۳۔ اندلس کی صنعتی ترقی اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

۴۔ سپین کی علمی ترقی پر مختصر نوٹ تحریر کریں۔

۵۔ خالی جگہیں پر کریں۔

الف: مسلمان سپین میں ......کی حیثیت سے داخل ہوئے۔

ب: اسلامی سپین کا دارالخلافہ.............تھا۔

ج: سپین کا شمار دنیا کے.............ملکوں میں ہوتا تھا۔

د: سپین کی آمدنی پورے یورپ سے.............تھی۔

ہ: غرناطہ میں .... کے باغات عالمگیر شہرت کے حامل تھے۔

و: سپین کی............. پوری دنیا میں بھیجی جاتی تھیں۔

ز: قرطبہ کی یونیورسٹی کو............ میں بدل دیا۔

کتابیات

اس کتاب کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے:

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مترجم	پبلشر
۱۔	تاریخ طبری	محمد بن جریر البصری ترجمہ سید ابراہیم	نفیس اکیڈمی، کراچی
۲۔	رسول رحمت	ریاض احمد سیّد	انسٹیٹیوٹ آف سیرت سٹڈیز اسلام آباد
۳۔	ہادی عالم	محمد ولی رازی	دارالعلوم کراچی
۴۔	معمولات مصطفیٰ	صوفی محمد اکرم مدنی	بک کارنر مین بازار جہلم
۵۔	حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	محمد حسین ہیکل ترجمہ	حبیب اشعر مکتبہ میری لائبریری لاہور
۶۔	خلافت اندلس	نواب ذوالقدر جنگ	مکتبہ القریش، لاہور
۷۔	تاریخ ابن کثیر	عماد الدین ابن کثیر	نفیس اکیڈمی، کراچی
۸۔	طبقات ابن سعد	ترجمہ علامہ عبداللہ	نفیس اکیڈمی، کراچی
۹۔	تاریخ ابن خلدون	ترجمہ حکیم احمد حسین	نفیس اکیڈمی، کراچی
۱۰۔	خطبات سیرۃ محمدؐ	انیف ڈی چودھری	نواب آباد، واہ کینٹ
۱۱۔	رحمت اللعالمینؐ	قاضی محمد سلیمان منصور پوری	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور
۱۲۔	نقوش	محمد طفیل	ادارہ فروغ امجد، لاہور

۱۳۔	اَسی سالہ خلافت راشدہ	معراج الدین	حافظ مسعود امجد
۱۴۔	مسلمان یورپ میں	شیخ محمد احسان الحق سلیمان ایم اے	قومی کتب خانہ، لاہور
۱۵۔	خطبات رسولؐ	پروفیسر امتیاز احمد	مطبوعات حرمت راولپنڈی
۱۶۔	خلیفہ ہارون الرشید	رئیس احمد جعفری	مقبول اکیڈمی، شاہ عالم مارکیٹ لاہور
۱۷۔	البرامکہ	مولانا عبدالرزاق کانپوری	نفیس اکیڈمی اردو بازار لاہور
۱۸۔	تاریخ اسلام	ڈاکٹر حمید الدین	فیروز سنز، لاہور
۱۹۔	تاریخ اسلام	شاہ معین الدین	قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور

۲۰۔ The Messanger آر۔وی۔سی، باڈلے مکتبہ عالیہ، لاہور
ترجمہ: محمد امین فریدی

۲۱۔ History of the Arabs مظہر الحق P.K HI. HI.
یونیورسٹی بک ایجنسی، پشاور

۲۲۔ A History of Early Islam

۲۳۔ A Short History of Saracens امیر علی سیّد Macmillan Co. Ltd New York

۲۴۔ The Moors In Spain Stanely Lane Pools
یونائیٹڈ پبلشرز لاہور

۲۵۔ outlines of Islamic K.Ali

۲۶۔ سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر سلیمان یوسف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔“ (سورۃ الاحزاب: ۴۰)

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے:

”میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“

”رشوت دینے اور لینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔“

(ابن ماجہ)

جملہ حقوق بحق خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ، پشاور محفوظ ہیں۔

تیار کردہ: خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ، پشاور

منظور شدہ: وفاقی وزارت تعلیم، حکومت پاکستان، اسلام آباد برائے جملہ کالجز پاکستان

قومی ترانہ

پاک سر زمین شاد باد   کشورِ حسین شاد باد
تو نشانِ عزمِ عالی شان   ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سر زمین کا نظام   قوتِ اخوتِ عوام
قوم، ملک، سلطنت   پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مراد

پرچمِ ستارہ و ہلال   رہبرِ ترقی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال   جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

کوڈ نمبر	تعداد	مطبع
PSP/QKK-14-57-2223(O)	12,030	قومی کتب خانہ، لاہور